ماہنامہ
"غوثِ اعظم (رض)" نمبر
ذوقِ نظر

۴۸۹/۴۹۲

"ذوقِ نظر"

"غوثِ اعظمؒ نمبر"

فون نمبر (525117)
۲۲-۸-۶۱۳ چھتہ بازار حیدرآباد -۲ (اے۔ پی)

جلد (۱)
فروری و مارچ ۱۹۸۵ء
شمارہ (۲)

مدیرِ اعلیٰ :- محمد بشیر الدین بشیر وارثی
مدیرِ انتظامی :- خورشید جنیدی
مدیرِ اعزازی :- ڈاکٹر یعقوب عمر
ناظمِ نشر و اشاعت :- عابد قادری
مشیرِ قانونی :- محمد شمیم ایڈوکیٹ

مجلسِ مشاورت

ڈاکٹر عبدالستّار خاں
ڈاکٹر وحید اشرف
مبشر احمد
علی احمد جلیلی
ڈاکٹر عقیل ہاشمی

Accession Number
86083
Date 21.12.87

شرحِ تعاون :- سالانہ پچاس روپیے فی شمارہ پانچ روپیے
عرب ممالک سے فی شمارہ ۵ ریال

بشیر الدین وارثی ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلیشر نے اعجاز پرنٹنگ پریس میں چھپوا کر دفتر ذوقِ نظر
۸-۲۲ چھتہ بازار حیدرآباد سے شائع کیا

اس شمارے میں

ہم اپنے کامل جذبۂ عقیدت اور

دلی اشتیاق کے ساتھ ماہنامہ "ذوقِ نظر"

کے خصوصی شمارے غوثِ اعظمؒ نمبر کا استقبال

کرتے ہیں ۔

میسرس ریلائنس فارماسیوٹیکل لیباریٹریز

تیار کنندہ : ایلوپیتھک ڈرگس اینڈ میڈیسن ، فون نمبر 3/615

۵۹۲-۱-۱۲ سید علی گوڑہ - حیدرآباد ۲۸

نعت

سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی محی

غوث اعظم المتوفی ۵۶۱ھ م ۱۱۶۶ء

غلامِ حلقہ بگوشِ رسولؐ ساداتم — زہے نجات نمودن حبیبِ ذآیاتم

کفایت است ز روحِ رسولؐ و اولادش — ہمیشہ در دو جہاں جملۂ مہماتم

ز غیرِ آلِ نبیؐ گر کہ حاجتی طلبم — روا مدار یکے از ہزار حاجاتم

دلم ز حبِ محمدؐ پُر است و آلِ مجید — گواہِ حالِ من است ایں ہمہ حکایاتم

چو ذرہ ذرہ شود ایں تنم بخاکِ لحد — تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم

کمینہ خادمِ خدامِ خاندانِ توام — ز خادمیِ تو دائم بود مناجاتم

سلام گویم و صلوات با تو ہر نفسی — قبول کن بہ کرم ایں سلام و صلواتم

گناہِ بیحدِ من بیں تو یا رسولؐ اللہ — شفاعتی بکن و محو کن خیالاتم

ز نیک و بد ہمہ دانند کہ من محمدیم — خلائقی کہ کنند گوش بر مقالاتم

گلوی محی ز بہرِ نجات میگوید
درودِ سیدِ کونین در مناجاتم

فخرِ اولیاء، نازشِ اصفیاء، محبوبِ سبحانی، غوثِ صمدانی، شیخ گیلانی
حضور پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات اظہر من الشمس ہیں۔
آپ کے فرمودات و ارشاداتِ عالیہ ابلاغِ دینِ فطرت میں اپنا گراں قدر
رول ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہم انھیں احساسات اور پوری عقیدت سے
آپ کے مؤقر ماہنامہ "ذوقِ نظر" کے غوثِ اعظم نمبر کا استقبال کرتے ہیں۔

۵۱ سال سے ملک کی مشہور و معروف اور ہزاروں کی دلپسند
چائے جو بفضلہ اپنی گولڈن جوبلی ۸۳ء میں منا چکی ہے۔
ملک کے ہر گوشہ اور ہر دکان پر دستیاب ہوتی ہے

لاسا اسپیشل چائے

لاسا اسپیشل کلیٹ چائی

لاسا سوپر بلینڈ چائے

ہیڈ آفس
دی نیلگری ٹی امپوریم
معظم جاہی مارکٹ۔ حیدرآباد (اے پی) انڈیا

حرفِ آغاز

کالجوں سے ہے نہ اسکول کے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا!

خدا کے فضل و کرم سے "ذوق نظر" کا دوسرا شمارہ "غوث اعظم" نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ اس گرامی قدر ہستی کی بارگاہ میں خراج عقیدت ہے جنکے زور خطابت نے اہل بغداد کے قلوب مسخر کر لئے تھے ؎

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

صوفیائے کرام کو نئے دور میں اسطرح متعارف کرایا جارہا ہے کہ انھوں نے ماورائے دستور الٰہی کوئی نظام پیش کیا تھا حالانکہ راہ سلوک کے اکابرین نے اگر بحر وحدت میں غواصی بھی کی ہے تو ساحل شریعت کے ساتھ ساتھ البتہ اکا دکا ایسے بھی گزرے ہیں جنکا جوش شناوری میں ساحل سے رابطہ ٹوٹ گیا۔ جسکی بنا پر ان تلاطم پسندوں پر قانون ساحل شریعت کا اطلاق کرنا پڑا اور اس معاملے میں اہل دل نے بھی اہل ساحل کا ساتھ دیا تو اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ طریقت کی بنیاد ہی شریعت پر استوار ہے۔ بقول سعدی ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اسلامی معاشرے میں شریعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اس سے تمام اکابرین تصوف متفق ہیں مشکل یہ ہے کہ لوگوں نے شریعت وطریقت میں ایک قسم کا امتیاز پیدا کر دیا جبکہ ان دونوں کا وجود درحقیقت ایک ہی

ہے۔ اس وحدت میں دُوئی کا تصوّر گندم نما جو فروشوں کا پیدا کردہ ہے جب تک تعلیم عام نہیں تھی اور مذہب کی بنیادی کتابوں تک صرف علماء و اکابرین کی ہی پہونچ تھی اُس دور میں اس تفریق کا پیدا ہوجانا ممکن تھا اور غالباً اس تفریق کو ہوا دینے والے مفادات حاصلہ ہی تھے جنھیں یقین تھا کہ ایسی تفریق سے ہی ان گندم نما جو فروشوں کا چراغ جل سکتا ہے ورنہ مصدقہ اکابرین تصوف نے اپنی معرکتہ الآرا تصنیفات میں ایک ہی زمزمہ الاپا ہے اور وہ ہے شریعت کا۔!

اسلامی نظام وحدانیت کے دونوں پہلوؤں کا ہر دور میں استحصال کرنے والوں نے بھرپور استحصال کیا ہے اور اس بات پر تاریخ گواہ ہے۔ جہاں فقہی مُوشگافیوں اور بعض حالات میں شرعی رخصتوں سے اتنا فائدہ اُٹھایا گیا کہ اصول دین کی مضبوط فصیلوں میں رخنے پڑتے نظر آئے۔ مگر یہ سب کچھ فہم و ادراک کا قصور تھا اصول دین میں نہ رخنے پڑے تھے نہ پڑینگے۔ اسی طرح طریقت میں ملامتی نقطۂ نظر اور قلندرانہ مکتب فکر سے ان لوگوں نے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جو مادّی لذتوں کو ہی اصل حیات سمجھتے تھے لیکن جس چیز کا محافظ خدا ہو اسکو مسخ کرنے کی کوئی کوشش کسی دور میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ روئے حق ہمیشہ اور تابناکی کے ساتھ جلوہ گر ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہیگا کیونکہ اسکی بنیاد قرآن مجید کی آیات محکمات پر ہے۔

لقد منّ اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم آیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ" (آل عمران — ۱۶۴)

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کا ذکر کیا ہے کہ اس نے حضورؐ کو اسلئے مبعوث کیا ہے کہ وہ اللہ کا کلام اور اسکا حکم بندوں کو پہونچائیں ان کا تزکیہ کریں اور انھیں کتاب و حکمت سکھائیں۔ اس آیت میں دین اسلام

کی واحدت بیعت کا ذکر کیا گیا ہے اور اسکے دو پہلو ظاہر کئے گئے ہیں۔
ایک ۔ تزکیۂ نفس ۔ دوسرا ۔ علم کتاب وحکمت ۔ ۱ ۔ علم کتاب وحکمت کی صورت گری اسطرح ہوئی کہ مفسرین، محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے اور تزکیۂ نفس کی نمائندگی یوں ہوئی کہ صوفیائے کرام پیدا ہوئے اور اسلامی معاشرہ اللہ کے فضل وکرم اور ان دونوں کے اشتراک عمل سے ارتقاء کرتا رہا جہاں کہیں ان دونوں کے تال میل میں کمی پیدا ہوئی دہیں اسلامی معاشرے کو نقصان پہونچا چنانچہ دور خلافت عباسیہ میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ فقہی موشگافیوں نے مبالغے کی حدود پار کرلیں جسکی بناء پر روحانی اقدار مجروح ہوئیں اور اس کمی کو پورا کرنے کیلئے حضرت غوث اعظم اور دیگر اہل دل ہستیاں پیدا ہوئیں جنھوں نے تزکیۂ نفس کی علمی و عملی تعلیم دیکر کتاب وحکمت کی تعلیم میں فی نفسہ طہارت کاملہ کا اہتمام کیا اور یہ کام تقریباً ہر دور میں ہوتا رہا ۔ اشارتاً حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ دہلوی کا نام اس سلسلے میں لینا کافی ہوگا جنھوں نے دونوں محاذوں پر خدمات انجام دیں ۔خصوصاً ان دونوں نے اس دور میں کام کیا ہے جبکہ تزکیۂ نفس کی تحریک میں فلسفیانہ موشگافیوں کے علاوہ ملامتی طرز فکر نے کئی قباحتیں پیدا کردی تھیں چنانچہ ان بزرگوں نے علم کتاب وحکمت پر زور دیکر تزکیہ نفس کی تحریک میں شامل شدہ آلائشوں کو دور کرنے میں کامیابی حاصل کی ۔

آج جبکہ تشدد اور مادیت نے پھر انسانیت کو تباہی کی سرحد پر پہونچا دیا ہے، ایسے ہی بزرگوں اور مصلحین ملت کی دنیا کو ضرورت ہے۔ کتاب وحکمت کا علم اس دور نشر واشاعت میں عام ہے اور ہر با سواد آدمی کی دسترس میں ہے لیکن روحانی اقدار اس قدر مجروح ہیں کہ کتاب و حکمت کا علم، حلق سے نیچے "قلب" تک پہونچنے سے قاصر ہے ۔ بقول

علامہ اقبال ؎

زباں نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

تزکیۂ نفس کا پہلو بیحد کمزور پڑ گیا ہے اور جبتک یہ پہلو اپنی کھوئی تابانی پھر سے حاصل نہیں کرلیتا شریعت کی اکائی مکمل نہیں ہوسکتی۔ کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفس دونوں لازم وملزوم ہیں اور انہی کو شریعت و طریقت کے دو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔ دراصل یہ دونوں مترادف ہیں اور ان دونوں سے ہی اسلام کی بنیادی اکائی تشکیل پاتی ہے۔

آج کے دور میں مادّی علوم حاصل کرنے کیلئے اُستاد کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کے بعد عملی تربیت کے مرحلوں سے لوگ بخوشی گزرتے ہیں لیکن جب علوم دین کا معاملہ آتا ہے تو اُستاد سے سیکھنے اور بزرگوں کی صحبت میں اُسکی عملی تربیت سے صاف انکار کردیا جاتا ہے کہ "ہم خود کتابیں پڑھکر یہ چیز حاصل کرسکتے ہیں" بس یہیں آکر کہنا پڑتا ہے کہ ؎

برایں عقل و دانش بباید گریست

اب یہ کون پوچھے کہ جب بغیر تربیت وصحبت کے دنیا حاصل نہیں ہوسکتی تو دین کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔!

شافع محشر نمبر کی رسم اجراء ۹ دسمبر کی صبح اُردو گھر میں ایک عظیم الشان تقریب منعقد ہوئی جسمیں مہمان خصوصی کی حیثیت سے جناب عابد علی خاں صاحب مدیر اعلیٰ روزنامہ سیاست نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ پروفیسر عبدالستار خاں سابق صدر شعبۂ عربی جامعہ عثمانیہ نے اس تقریب کی صدارت کی۔ رسم اجراء صاحب دل بزرگ الحاج مرزا شکور بیگ صاحب نے انجام دی۔ خطبۂ استقبالیہ

جناب مبشر احمد صاحب موظف جائنٹ سکریٹری مالیات و منصوبہ بندی نے پڑھا۔ اس تقریب میں عمائدین شہر کے علاوہ شعراء و ادبا سے اردو گھر کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اس تقریب کے دیگر مہمان خصوصی پروفیسر سید مجاور حسین رضوی شعبۂ اردو حیدرآباد یونیورسٹی تھے۔ آخر میں مدیر اعلیٰ جناب بشیر وارثی صاحب نے شکریہ ادا کیا۔

جناب عابد علی خاں صاحب نے جو خود بھی صحافت کے مرد میداں اور اس معرکہ زار کے غازی ہیں اس موقع پر نہایت بصیرت افروز تقریر کی جو ذوق نظر کے علے کے لئے نہ صرف چراغ راہ بلکہ منزل نما بھی ثابت ہوگی۔ انھوں نے میدان صحافت کے نشیب و فراز اور رموز و نکات پر ماہرانہ اور سیر حاصل تبصرہ کیا۔ لیتھو طباعت سے لیکر آج کی جدید ترین طباعت کا تذکرہ کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ طباعت آج ایک اہم ترین صنعت بن گئی ہے اور اگر اردو صحافت کو زندہ رہنا ہے تو اُسے اس صنعت کے جدید ترین تقاضوں کے قدم بہ قدم چلنا ہوگا۔ روایت پرستی کے خول سے نکلکر حقائق کو پیش نظر رکھنا ہوگا اور ہر تجربے کو مشعل راہ بنا کر حالات و ضروریات کے تحت فیصلے کرنے پڑینگے۔ آخر میں انھوں نے توقع ظاہر کی کہ بشیر وارثی صاحب اپنے عزم و حوصلے سے تمام دشواریوں پر قابو پالینگے۔

ڈاکٹر سید مجاور حسین نے کہا کہ کسی بھی رسالے کو نکالنے سے پہلے قارئین کے ذہنی تقاضوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ صدر جلسہ پروفیسر عبدالستار خاں صاحب نے دکن کی ادب نواز فضا کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہاں کی عظمت رفتہ اور ادبی تحریکوں کا تقاضا تھا کہ اس علمی وراثت کو باقی و برقرار رکھا جائے انھوں نے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے بشیر وارثی صاحب کو مبارکباد دی کہ وہ انتہائی عزم و حوصلے کے ساتھ ایسا معیاری پرچہ نکالیں

جو ہر طبقے میں پسند کیا جائے۔

الحاج مرزا شکور بیگ نے شائع مشترنمبر کی رسم اجراء انجام دیتے ہوئے کہا کہ اسلام کوئی نظریاتی دین نہیں اسکا ہر اصول عمل کی کسوٹی پر کھرا اُترتا ہے اور آج ضرورت بھی یہی ہے کہ اسے اپنا نظریہ نہیں بلکہ معمول بنایا جائے۔ جلسے کا آغاز قاری حامد کلمی کی قراءت سے ہوا۔ جناب قادر نعیم اور ساحر صاحب نے بارگاہ نبوت میں ہدیۂ نعت پیش کیا۔ ڈاکٹر عقیل ہاشمی نے جلسے کی کارروائی چلائی۔

جناب مبشر احمد صاحب نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں فرمایا۔

بشیر وارثی صاحب میرے دیرینہ دوستوں میں ہیں۔ شعر و ادب کا ستھرا ذوق اور اردو کی خدمت کا ولولہ رکھتے ہیں چھتہ بازار میں انکا دفتر شعری و ادبی اور کاروباری مصروفیتوں کا مرکز ہے دونوں سرگرمیاں پورے زور سے کبھی تو متوازی طور پر چلتی رہتی ہیں اور بعض مرتبہ کچھ اس طرح خلط ملط ہو جاتی ہیں کہ ایک کو دوسرے سے متمیز کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ویسے غور سے دیکھا جائے تو "کاروبار شوق" ہی تو ہے جو انسان کو شاعر یا ادیب بناتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کاروبار میں ہمیشہ خسارہ ہی ہوتا ہے مگر بشیر وارثی صاحب متعارف و مشہور بھی تو "خسارہ" کے کاروبار کے ملک التجار کی حیثیت سے ہی ہیں۔

جس چاؤ چونچلے اور حوصلے سے انھوں نے اپنے بعض احباب کے شعری مجموعوں اور کتابچوں کی ترتیب و اشاعت میں حصہ لیا ہے اُسکو دیکھتے ہوئے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ وارثی صاحب کی یہ اضطراری سرگرمیاں ایک نہ ایک روز ضرور منظم و مربوط اور بامقصد رخ اور شکل اختیار کرینگی اور اس اضطرار کا حاصل آئندہ ایک مقرر کردہ میعاد پر شعوری کوششوں کے ثمرے کے طور پر سامنے آئیگا۔ چنانچہ ہوا بھی یوں ہی۔ یہ مساعی اب "ذوق نظر" بن

کر صورت پذیر ہوئی ہیں۔
آج کی اس تقریب کی صدارت پروفیسر عبدالستار خاں صاحب فرمارہے ہیں جنکا شمار ان معدودے چند ہستیوں میں ہوتا ہے جنکا علم انکی عملی زندگی میں منعکس ہوتا ہے اور جس میں باہم کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔
مہمان خصوصی جناب عابد علی خاں مدیر روزنامہ سیاست اردو کے ایک مخلص اور باعزم مجاہد کی حیثیت سے ملک کے اندر اور باہر کافی شہرت رکھتے ہیں۔ اردو داں طبقے کیلئے ان کی ذات "THINK TANK" تصور کی جاتی ہے۔ اردو کا کوئی مسئلہ ہو انکی کارگو فکر میں ڈھل ڈھلا کر فوراً اسکا حل باہر آجاتا ہے۔ اردو کے کتنے ہی اداروں کو انھوں نے نئی زندگی اور توانائی بخشی ہے اسکا ایک جیتا جاگتا ثبوت خود یہ عمارت ہے جہاں آج ہم سب جمع ہیں۔
ہمارے ایک اور مہمان خصوصی ڈاکٹر سید مجاور حسین رضوی ہیں جو زبان وبیان پر غیر معمولی قدرت رکھتے ہیں انکے ادبی کارناموں کے مداحوں کا جنمیں خود میں بھی شامل ہوں خاصا بڑا حلقہ ہے۔
ذوق نظر کے "شافع محشر نمبر" کی رسم اجراء کیلئے جناب مرزا شکور بیگ صاحب سے بہتر جامع الکمال شخصیت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مرزا صاحب قانون داں، شاعر اور ان سب سے بڑھکر ایک اہل دل بزرگ ہیں۔ اس ذات گرامی جس کے نام نامی سے ذوق نظر کا پہلا شمارہ منسوب ہے بے نہایت عقیدت، وابستگی اور والہانہ شیفتگی رکھتے ہیں۔
حضرات "ذوق نظر" کے اس شمارے کے بارے میں جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے آپ کی غور کردہ رائے یقیناً اسکے منیجمنٹ کیلئے مشعل راہ ثابت ہوگی مگر اس وقت مجھے ایک بات عرض کرنا ہے اور وہ اس میں شامل "رفتار عالم" کے عنوان کے تحت شائع شدہ ایک سیاسی جائزہ ہے۔ اسمیں

بین الاقوامی، ملکی اور ریاستی سیاست کے مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں۔ اصولاً ایسے شمارے کے مندرجات و مشمولات کو کلیتہً حضورِ اقدس کی ذات گرامی کے کمالات و صفات کی حد تک محدود رہنا چاہئے تھا۔

حضرات میں ایک بار پھر آپ سب کا ادبی خیر مقدم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ "ذوق نظر" کے مدیر اعلیٰ اپنے آپ کو ایک اعلیٰ درجے کا مدیر ثابت کریں اور ذوق نظر مخصوص ادیبوں اور شاعروں کے تقاضوں کو پورا کرنے کے بجائے ادب و شعر کے حقیقی تقاضوں کو پورا کر سکے۔

ہمارا اسلامِ عقیدت

اُس ولیٔ کامل، پیرِ روشن ضمیر، محبوبِ سبحانی حضور غوث الثقلینؒ کی روحِ پُر فتوح پر جس نے اپنی تعلیمات اور ایمان افروز خطبات سے آدمیت اور عقود دینِ حنیف کی کما حقہ، خدمت سرانجام دی۔ اور جس کا فیضانِ کرم آج بھی جاری و ساری ہے۔

ہم "ذوق نظر" کے غوث الاعظم کا استقبال کرتے ہیں۔

ہل ٹاپ فٹ ویر

مالک پیٹھ سرکل - حیدر آباد

اسٹاکسٹ:- بی یس سی - سی یس سی اور ٹراٹ کشن فٹ ویرز ہمہ اقسام کے پائیدار اور آرام دہ جوتے، چپل، سینڈل اور اسکول یونیفارم شوز دستیاب ہوتے ہیں۔

خورشید جنیدی

صورتِ گرِ ازل

قوسین میں وہ جلوے تو نے دکھا دیئے ہیں — بیگانگی کے سارے جذبے مٹا دیئے ہیں

کونین کے وجودی رشتے ہیں تجھ سے محکم — اک تیرے حکمِ کُن نے عالم جلا دیئے ہیں

مرضی نہ ہو جو تیری احساس ٹھہر جائے — انفاس پر وہ پہرے تو نے لگا دیئے ہیں

تیری جلالتوں نے رعب و جلال والے — کیا ذکر ہے سروں کا دل تک جھکا دیئے ہیں

دستِ کرم نے تیرے دنیا کے رنگ و بو میں — عرفان و آگہی کے موتی لٹا دیئے ہیں

ظرف و ضمیر جس کو جتنا عطا کیا ہے — اس کی نظر میں اتنے جلوے سما دیئے ہیں

گنجِ خفی سے آکر صورت گرِ ازل نے — انوار کے خزانے ہم کو دکھا دیئے ہیں

اے بحر و بر کے خالق لوح و قلم کے مالک — تو نے شعور دے کر انساں بنا دیئے ہیں

جب تو نوازنے پر مائل ہوا کسی کو — توفیق تو یہ دی ہے حرفِ دعا دیئے ہیں

آکر جہاں میں تیرے محبوبؐ نے خدایا — ذہنوں کے فاصلے سب بالکل مٹا دیئے ہیں

تثلیث کی فضا میں بھٹکے ہوئے دلوں کو — قرآں کی آیتوں سے رستے دکھا دیئے ہیں

خورشید لوگ میری تعظیم کر رہے ہیں
جب سے مرے مقدر اس نے جگا دیئے ہیں

از نہج البلاغہ

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپ کا حال کیسا ہے؟
تو آپ نے فرمایا کہ
"اس کا حال کیا ہوگا جسے زندگی موت کی طرف لئے جارہی ہو اور جس کی صحت بیماری کا پیش خیمہ ہو اور جسے اپنی پناہ گاہ سے گرفت میں لے لیا جائے"

تقدیم
حسین ضابط
صدر کُل ہند نہج البلاغہ سوسائٹی حیدرآباد

ہم اپنے معاون مشتہرین اصحاب سے خواہش مند ہیں کہ وہ اپنے اشتہارات صاف و واضح صورت میں روانہ فرمائیں۔

نرخنامہ
سالم صفحہ سو روپیہ ۱۰۰
نصف صفحہ پچاس روپیہ ۵۰

ذوقِ نظر
13-8-22-613 چھتہ بازار حیدرآباد۔ (اے پی)

دعا ہے کہ آپ کا یہ ادبی ماہنامہ "ذوقِ نظر" انھیں تابانیوں، جولانیوں کے ساتھ مطلعِ صحافت پر جگمگاتا رہے اور ایک نئے آہنگ کے ساتھ زبانِ اردو کی خدمت کے تعلق سے اپنا رول ادا کرے (آمین)

میسرز مینار پیکیجنگ ورکس

دبیرپورہ - حیدرآباد ۲۴ فون نمبر 551827

مولانا ظفر علی خاں مرحوم۔ لاہور

شانِ محمد مصطفیٰ ﷺ

دیکھی نہیں کسی نے اگر شانِ مصطفیٰ
دیکھے کہ جبرئیل ہے دربانِ مصطفیٰ

لطفِ خدائے پاک کی تصویر کھنچ گئی
بھرنے لگے جب آنکھ میں احسانِ مصطفیٰ

پھیلا ہوا ہے اسود و احمر کے واسطے
صحنِ عرب میں تا بہ عجم خوانِ مصطفیٰ

اسلام کا زمانہ پہ سکہ بٹھا دیا
اپنی مثال آپ ہیں یارانِ مصطفیٰ

دیکھے وہ یادِ خسرو پرویز کا مآل
پہنچا ہو جس کے ہاتھ میں فرمانِ مصطفیٰ

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضورؐ پر
میری ہزار جان ہو قربانِ مصطفیٰ

رشتہ مرا خدا کی خدائی سے ٹوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامانِ مصطفیٰ

لائے نہ کیوں یہ نغمہ ملائک کو وجد میں
گاتا ہے جس کو بلبلِ بستانِ مصطفیٰ

حضرت مولانا سید محمد بادشاہ حسینی قادریؒ

فیضانِ غوثیہ

عدل و انصاف کا مقتضا یہی ہے کہ آوازۂ حق پہنچنے والے کے کان تک پہونچائے بغیر اُسے مورد غضب ٹھہرائے۔ حکمت بالغہ کا مقتضا یہی ہے کہ کسی ذی عقل و ہوش کو صداقت کا پیغام سنائے بغیر لائق عذاب نہ قرار دے۔ اسی لئے ہر خطے اور ہر ملک میں سچائی کے حامل آئے اور صداقت کا پیغام لائے۔ کوئی ملک اور کوئی دور ایسا نہیں جہاں اس کے احکام پہنچانے والے نہ آئے ہوں اور حق و صداقت کے پیام نہ لائے ہوں، روم ہو یا شام عرب ہو یا عجم چین ہو یا ہندوستان غرض ہر ملک میں اس کے پیغام پہونچتے رہے اور ہر دور میں اس کے احکام کسی نہ کسی طرح سے سنائے جاتے رہے جہاں انبیاء کی ضرورت تھی۔ انبیاء آئے جہاں ان کے نائبین مناسب سمجھے گئے وہ بھیجے جاتے رہے۔ اس مفہوم کو بیان فرمایا گیا ہے۔ و ما من امة الا خلا فیها نذیر۔ کوئی گروہ ایسا نہیں جہاں ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

جب تک اقوام عالم کی عقل و خرد مکمل نہ ہوئی تھی۔ ان کے لحاظ سے انھیں کے فہم و ادراک کے مطابق انھیں کی زبان میں حق کی طرف سے سچائی کا پیغام پہونچایا جاتا رہا۔ اور جب عقل انسانی مکمل ہوگئی تو آخری پیام بھی بھیج دیا گیا اور سلسلہ انبیاء ختم المرسلین صلوات اللہ علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین پر ختم کردیا گیا۔ مگر اصلاح و پیام و رسانی کا کام تو ہر دور کے لئے ضروری ہی تھا اس لئے بجائے انبیاء کے علماء کو ان کا قائم مقام قرار دے کر اس

پیام کی ہر دور میں تجدید کی جانی ضروری تھی۔ بنی اسرائیل کے دور میں چونکہ سلسلہ انبیاء ختم نہیں ہوا تھا۔ اکثر مقامات پر ایک ہی دور میں متعدد انبیاء کا بھیجنا بھی حالات کے لحاظ سے حکمت بالغہ نے ضروری سمجھا اور بھیجا اور جب سلسلہ نبوت ختم فرمایا گیا تو العلماء ورثۃ الانبیاء یہ کام امت کے علماء حق کے سپرد کر دیا گیا کہ ہر زمانے اور ہر ملک میں اس کی تکمیل ہوتی رہے اور حجۃ حق کی اس طرح تکمیل بھی ہو جائے انبیاء کرام کی بعثت بھی ہر قوم کے حالات اور ضروریات کے مطابق ہی رہی اور ان کا طریقہ تعلیم بھی ان کی کیفیات کے مناسب حال ہی تجویز ہوتا رہا جہاں جیسی ضرورت سمجھی گئی وہاں ایسے ہی معجزات بھی نبی کو عطا فرمائے گئے کہیں عصاء ید بیضا ہے تو کہیں انفاس مسیحائی کہیں لحن داؤدی ہے تو کہیں خاتم سلیمانی کسی جگہ صبر ایوبؑ کے مظاہرہ کی ضرورت سمجھی گئی کسی جا خشیت یحیٰ سے تعلیم کی تکمیل کی گئی کہیں صداقت یوسفؑ کام کرتی ہے تو کہیں ہمت یونسؑ سے اس طرح کار فرمائی کی جاتی ہے ؎

این جملہ ہمیں بود کہ می آمد و می رفت ہر قرن کہ دیدی
در عاقبت آن شکل عرب وار بر آمد دارائے جہاں شد

تکمیل عقول انسانی کے بعد ایسی تعلیم کی ضرورت تھی جو رہتی دنیا تک رہے۔ اور ہر دور اور ہر ماحول میں حوادث جہالت بپا کرے یورپ کے برفستان ہوں یا افریقہ کے ریگستان، افغانستان کے کوہسار ہوں یا شام کے سبزہ زار، ہندوستان کا بتکدہ ہو یا ایران کا آتش کدہ ہر جگہ اس کے انوار منعکس ہو کر روشنی پھیلاتے رہیں۔ اور اپنا مفوضہ کام ہر ماحول میں انجام دیتے رہیں۔

جب تعلیم کی تکمیل نے انبیاء کی ضرورت باقی نہ رکھی تو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں) یعنے

یہی اتمام حجت حق کا کام کرتے رہیں گے اور آفتاب خاتم الانبیاء کی کرنیں ان کے واسطے سے ظلم وجہل کی تاریکی کو روشنی سے بدلتی رہیں گی۔

خلافت راشدہ اور اس کے بعد دولت بنی امیہ اور سلطنت عباسیہ کے پرچموں نے چار دانگ عالم میں اسلام کا غلغلہ بلند کر دیا۔ فتوحات کی کثرت نے دولت کے غرور اور جاہ وحشمت کی رعونت نے دماغوں پر طرح طرح کی غفلت کے پردے ڈال دیئے اور فلسفہ وحکمت کے زعم نے قسم قسم کے شکوک وشبہات پیدا کر دیئے اور اس انوار حق کی روشنی پھیلانے والی امت مرحومہ میں ایک تزلزل وتذبذب کا دور دورہ ہوگیا تو اسی مشکواۃ خاتم رسالت کے سرچشمے سے سیراب ہونے والے بنی اسرائیل کے ہمسر کو یہ کام تفویض ہوا کہ اس تیرہ وتار ماحول کو انوار اسلام سے جگمگادیں۔ اور صحیح تعلیمات ختمیت مآب کا پرچم بلند کرکے سرگشتگان حیرت وغفلت کو اپنے زیر سایہ لیں میدان حدیث کے شہسوار یا بحر فقہ کے شناور علم کلام کے ماہر ہوں یا عقاید کے امام، زہد وورع کے پہلوان یا تصوف کے علمبردار سب اپنے اپنے وقت پر اپنا اپنا کام انجام دیتے رہے اور امت مسلمہ کی ہدایت کا سامان مہیا کرتے رہے۔

اسی سلسلہ میں قدرت نے آفتاب رسالت کے انوار کو روحانیت اور وعظ وپند کے ذریعے ظلمت کدہ دہر میں پھیلاتے اور دلوں کی تاریکی کو روشنی سے بدل دینے کے لئے حضرت ابو صالح جنگی دوست کے مشکوئے معلی میں ۲۹ رشعبان ۴۷۱ھ کو آسمان علم وفضل پر ایک رشک ماہ تاب کا طلوع ضروری سمجھا جس نے چرخ روحانیت پر "عبدالقادر" کے نام سے جگمگا کر عالم اسلام کو منور کر دیا۔ پیدائش تو گیلان کے ایک موضع "نیف" میں ہوئی مگر بغداد کے مطلع پر انوار پر قطب الاقطاب بن کر چمکا اور وہیں سے دنیائے روحانیت کے

گوشہ گوشہ میں روشنی پھیلائی اور بچپن ہی سے وہ صدق وصفا اور عادات وخصائل پائے جس سے کبھی ڈاکوؤں نے بھی نور ہدایت پایا تو چوروں نے تائب ہوکر ولایت کا مرتبہ حاصل کیا۔

یوں تو آپ کے حالات اور کرامات کی تفصیلات سے قلائد الجواہر اور بہجۃ الاسرار بھرے پڑے ہیں۔ مگر جو سوال ایک غور و فکر کرنے والے دماغ میں ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ آخر اس قدر فوق الفطرۃ واقعات کی شدت آپ کی زندگی میں کیوں ظہور پذیر ہوئی۔ اور تحقیق وتلاش کے بعد اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ یہ دراصل آپ کی اس تعلیم کا نتیجہ ہے جو خود آپ کے سوانح زندگی میں جاری وساری تھی۔ "کن کالمیت فی ید الغسال" (غسال کے ہاتھوں میں مردے کی طرح بن جا) یہ رضا وتسلیم کا وہ مرتبہ ہے جہاں بندے کے ہاتھ قدرت کے ہاتھ بن جاتے ہیں۔ اور قادر جل جلالہ کا بندہ فنائیت تامہ کے درجہ سے گزر کر ذات قادر کے ساتھ بقا کے اعلیٰ مقام پر قدرت کے انوکھے کرشمے دکھانے کے لئے ایک کل عبد قادر کا جامہ زیب تن کرلیتا ہے اسی کے ساتھ اتباع سنت خیر الانام کا وہ اہتمام ہے کہ کہیں کوئی عمل چھوٹنے نہ پائے اور کوئی بات نہ رد جائے۔

قدرت نے آپ کی ولادت کے لئے وہ دور منتخب فرمایا تھا جب کہ مسلمانوں کی فتوحات کے آفتاب پر عیش وعشرت کی زردی چھا چلی تھی یونان کے فلسفہ اور ایران کی موشگافیوں نے طرح طرح کے فرقے پیدا کر دئے تھے ایک طرف معتزلہ کے زور وشور نے صفات الٰہی میں تعطل کا عقیدہ نمایاں کردیا تھا تو دوسری طرف مشبھہ کی شدت نے تمام صفات حق پر تجسیم کا رنگ چڑھا دیا تھا۔ ادھر خوارج مارقین کی ہر وقت کی بغاوت نے حکومت و امامت

کی چولیں ہلا دی تھیں ادھر شیعوں کی جتھا بندیوں نے ایک نئی حکومت بنی امیہ کی داغ بیل ڈال دی تھی۔ غرض اس کش مکش نے اخلاص و للہیت کا کام تمام کر دیا تھا اور جب دنیا کے طوفان سے ایسی موجیں اٹھ رہی تھیں جن سے اندیشہ ہونے لگا تھا کہ کہیں یہ لہریں خود دین کو بہا نہ لے جائیں آپ کی تعلیم کا سارا زور اسی پر ہے کہ قلوب میں وہ خلوص و خشیت الٰہی پیدا کی جائے جو دین کی روح رواں ہے۔ اور ایمان کی بنیاد ہے اور احکام اسلام کی اس طرح پابندی کی جائے کہ بندے کی مرضی رضائے مولیٰ میں فنا ہو جائے ارشاد ہوتا ہے۔ کلکم موتی القلوب حیاء النفوس والھوی۔ تم سب مردہ دل اور خواہش سے زندہ ہو۔

اے لڑکے اپنے حصے کی روزی زہد و تقویٰ کے ہاتھوں سے لے حرص و خواہش کے ہاتھوں سے مت لے۔ جو کھاتا اور روتا ہے اس کے برابر نہیں ہے جو کھاتا اور ہنستا ہے ہر طرح کی اپنے حصے کی روزی کھا بشرطیکہ تیرا دل اللہ تعالیٰ سے لو لگائے ہوئے ہو کہ تو اس خوراک کی برائی سے بچا رہے گا۔ اگر تو طبیب کے ہاتھ سے کھائے گا۔ تو تیرے لئے بہتر ہوگا اس روزی کے مقابلہ میں جس کی تو اصل حقیقت جانے بغیر تنہا اپنی رائے سے کھائے گا۔

حضور سیدنا غوث اعظم رض کے مواعظ میں حرص و ہوائے دنیا سے متنفر، اکل حلال کی اتنی شدت سے تعلیم ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی کو تمام برائیوں کی جڑ اور جملہ نقائص کی بنیاد سمجھنے کی تلقین فرما رہے ہیں اور یہی حدیث کا مفہوم ہے جو سرورِ کائنات علیہ التحیات نے فرمائی ہے۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ دنیا کی

محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

اگر آدمی دنیا کے دھارے پر بہہ جائے تو وہ ساری برائیاں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں جو عام طور پر اس کے ماحول میں ہوتی ہیں کسی کے ہاتھ میں جب تک کوئی مقررہ معیار نہ ہو وہ کھوٹے اور کھرے میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہر کھوٹا بھی ماحول کے اثرات سے اسے کھرا معلوم ہونے لگتا ہے۔

تمہارے قلوب کتنے سخت ہو گئے ہیں۔ دیانت داری تم میں سے جاتی رہی ہے آپس کی ہمدردیاں تم سے غائب ہو گئیں ہیں شریعت کے احکام تمہارے پاس امانت تھے تم نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے اور اس میں خیانت کر کے رہے۔

اسی لئے جب تک قلب میں استقامت علی الحق پیدا نہ ہو جائے صوفیا عوام کے اختلاط سے بڑی حد تک احتراز کی ہدایت فرماتے رہے ہیں۔ کیونکہ ماحول میں باطل کی چمک آنکھوں میں ایسی خیرگی پیدا کر دیتی ہے کہ سیاہ رنگ بھی سفید دکھائی دینے لگتا ہے۔ اور بری چیزیں بھی بھلی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اور حق و صداقت کی دیکھنے والی آنکھیں اندھی اور امتیاز باطل کرنے والی عقل کا معیار ہی بگڑ جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اے بیٹے! لوگوں کے ساتھ تیری ہم نشینی اندھے پن۔ جہالت اور غفلت وبے خبری سے اچھی ہیں۔

سماج میں تیرا میل جول ہوشیاری اور بیداری سے ہونا چاہئے (شریعت کے معیار پر) ان کی طرف سے قابل تعریف چیزیں دیکھے تو ان کا اتباع کر۔ اگر ان سے ایسی برائیاں دیکھے جو تجھے بھی برا بنا دیں تو اس سے اور ان

سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ اپنے اعمال کی بھلائی اور برائی پر نظر رکھنا اور ہر وقت ان کا محاسبہ کرتے رہنا سارے تقویٰ کی جان ہے۔ صوفیا کے پاس اس کا درجہ رات رات بھر بے خبری کی حالت میں عبادت کرنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔ انسان دوسروں کی برائیاں نکالنے میں تو بڑی توجہ کرتا ہے اور اپنی برائیوں کی طرف اس کی نظر بہت کم جاتی ہے۔ بلکہ ہر برائی بھی بھلائی کی صورت میں جلوہ دکھاتی ہے۔ اگر محاسبہ اعمال نہیں ہے تو سارے اعمال صالحہ (جن کی بنیاد اغراض ذاتی ریا سمعہ پر ہو) بادر ہوا ہی نہیں بلکہ اعمال شیطانی ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

اگر تو اپنے میں کوئی برائی دیکھے تو اس سے توبہ کر کہ یہ غور و فکر تیرے دین کو زندہ اور تیرے شیطان کو مردہ کر دے گی۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ گھڑی بھر اپنے اعمال کا محاسبہ اور سوچنا رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

کلام اللہ میں قیامت کے حساب و کتاب کے ساتھ اسی مفہوم کا جائزہ (اعمال کی طرف) ارشاد فرمایا گیا ہے (ارشاد ہوتا ہے)

(اقرا کتابک کفیٰ بنفسک الیوم حسیباً - (ترجمہ) اپنا اعمال نامہ پڑھ آج تیرا نفس خود تیرے اعمال کے محاسبہ کے لئے کافی ہے۔

ظاہر ہے کہ جو دنیا میں اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا ہے اس کو قیامت میں محاسبہ کی کتنی ضرورت باقی رہ جائے گی؟

غرض حضور بغدادؒ کی تعلیم و تلقین سر تا سر قرآن شریف و حدیث کی تعلیم پر مبنی ہے اور آپ کے دنیا میں آنے کی غرض ہی یہی تھی کہ پھر سے اسی تعلیم کا احیاء کریں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔

آپ کا جدی سلسلہ بارہ پشتوں کے بعد حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے اور ننہیال کا سلسلہ گیارہ پشتوں کے بعد حضرت سید الشہداء امام ہمام سیدنا حسین ؑ سے جا ملتا ہے۔ اور اس طرح حسنی و حسینی سیادت کا خون آپ کی رگوں میں رواں تھا اور انھیں کے نقش قدم پر چل کر دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء فرماتے رہے۔

حضور غوث الاعظم سلطان الاولیاء کا سلسلہ طریقت حضرت ابوسعید المبارک المخزومیؒ کے واسطہ سے حضرت شبلیؒ و جنیدؒ کے توسط سے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے ذریعہ دس واسطوں سے امیر المومنین امام المشارق والمغارب حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ اس طرح باب العلم سے حاصل کردہ فیض سے دنیا کو مستفیض فرماتے اور اکانوے سال کی عمر شریف تک امت مرحومہ میں روحانیت کی تبلیغ کرتے رہے اور سترہ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو اس دنیا سے رفیق اعلیٰ کی طرف توجہ فرمائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنہ۔

حضور سلطان الاولیاء کے وعظ کا سلسلہ دوشنبہ اور جمعہ کو خانقاہ میں اور یکشنبہ کے روز مدتوں آپ کے قائم کردہ مدرسہ میں رہا۔ آپ کی مجالس میں لوگ اس کثرت سے شریک ہوتے تھے کہ ان کا شمار مشکل ہو جاتا مدرسہ و خانقاہ کی وسعتیں ان کی سمائی کے لئے ناکافی ہو جاتیں اور راستہ پر ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے۔

علم و فضل، زہد و تقویٰ کی جلالت شان کا یہ عالم تھا کہ اس دور کے بڑے بڑے اولیاء و علماء بھی سامنے آکر لرزہ براندام ہو جاتے۔ عباسی خلیفہ المستنجد باللہ آپ کے پاس حاضر ہوتا تو لرزاں و ترساں ہوتا۔

وعظوں کے لئے آخر میں تو شہر کے باہر منبر نکالا جانے لگا تھا۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا ذرِ مواعظ سے دامنِ استفادہ بھر لیتے۔ تاثیرِ وعظ کی کیفیت یہ تھی کہ اکثر وعظوں میں بیسیوں آدمی مشرف با اسلام ہوتے اور ہزاروں فسق و فجور سے توبہ کرتے۔ بعض روایتوں کی بنا پر سرسری تخمینہ کیا گیا ہے کہ پانچ ہزار سے زیادہ یہود و نصاریٰ نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

ابتدا میں آپ نے دورِ ریاضت میں ایک عرصہ تک خاموشی اختیار فرمائی تھی اور آخر دور میں مواعظ کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا جو برابر جاری رہتا تھا۔ آپ نے ایک وعظ میں خود ہی فرماتے ہیں۔

(معرفت نفس و حق کے بعد) آخر پر گویائی ہے ابتدا میں نہیں۔ ابتدا تمام گونگا پن ہے۔ اور آخر سراسر گویائی جب تک تو کسی کا احوال درست نہ ہو جائے دوسروں سے آخر کیا کہہ سکتا ہے اور اگر کچھ کہے بھی تو وہ بالکل نفاق ہے اور اس میں کسی طرح کی تاثیر کی امید بھی بے سود ہے۔ (فتح الربانی)

آخر میں میرے سرکار حضرت قطب الاقطاب کی ہی ایک مجلس میں فرمائی ہوئی دعا پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اللھم اھد انکل وتب علی الکل وانت الکل و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ماہنامہ "ذوقِ نظر" کی

خصوصی اشاعت شارقؔ محشر نمبر کی

شاندار پیش کش پر دلی تہنیت پیش کرتے ہیں۔

ہر قسم کی ادویات کے فروخت کنندگان

"میسرس نیو بہار میڈیکل ہال"

فون نمبر 522909

پتھر گٹی۔ حیدرآباد

منقبت غوث پاکؓ

حضرت بیدمؔ وارثیؒ

بہارِ باغِ یزدانی محی الدین جیلانیؓ
رسول اللہ ﷺ کے جانی محی الدین جیلانیؓ

اسیرِ دامِ الفت ہوں گرفتارِ محبت ہوں
فَارْحَم غوثِ صمدانی محی الدین جیلانیؓ

مدد کا وقت ہے مشکل کشا کے لاڈلے پیارے
اَغِثْنِی قطبِ ربّانی محی الدین جیلانیؓ

امیرِ دوسرا سردارِ عالم خسروِ خوباں
تمہیں زیبا ہے سلطانی محی الدین جیلانیؓ

مجھے دونوں جہاں کا راج مل جائے جو ہاتھ آئے
تمہارے در کی دربانی محی الدین جیلانیؓ

نہ ہندستاں میں ترساؤ مجھے بغداد بلواؤ
بھلے محبوبِ سبحانی محی الدین جیلانیؓ

تمنا ہے یہ بیدمؔ کی کہ کہتے کہتے مر جاؤں
محی الدین جیلانیؓ محی الدین جیلانیؓ

مولانا سید شاہ شیخن احمد کاملؔ شطاریؒ

کٹ رہی ہے عمر اک ترکِ عجم کی یاد میں
جس کا روضہ مہبطِ انوار ہے بغداد میں

آپ نے حق کے سوا کھولی نہیں اپنی زباں
فرق کیا ہے؟ پھر خدا اور آپ کے ارشاد میں

ربط پیدا کر کے اُن سے اب یہ پائی آگہی
قید و بندِ عشق بھی ہے فطرتِ آزاد میں

اُن سے پوشیدہ نہیں ہے میرا کوئی حالِ دل
رہ گئی کیا بات پھر باقی مری فریاد میں

دین پر جب آ گئے پھر فرق فرماتے نہیں
ایک باہر کے غلام اور ایک خانہ زاد میں

جان دی ہے عمر بھر کاملؔ نے جس کے نام پر
دم بھی وہ دے گا اُسی کی دھن اُسی کی یاد میں

○

حضرت سیدنا محی الدین پیران پیر دستگیرؒ

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مبارک زندگی نے ہر دور میں مشعل راہ کا کام کیا ہے۔ ایک مینارۂ نور کی حیثیت سے آپ جلوہ گر ہوئے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کے آپ بانی تھے مگر دیگر سلاسل کے بزرگوں نے بھی آپ سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

یہ بات سب تسلیم کرتے ہیں کہ تمام روحانی سلسلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ پھیلے البتہ نقشبندیہ سلسلہ حضرت امام جعفر صادقؓ کے واسطے سے آپ کے جدِ مادری سیدنا صدیق اکبرؓ سے منسلک ہے۔ حضرت پیرانِ پیرؒ نے دینِ اسلام کو حیات نو بخشی اسی لئے آپ کا لقب محی الدین بھی ہے یعنے دین کو زندہ کرنے والا۔ سب مانتے ہیں کہ آپ تمام اولیاء اللہ کے سردار ہیں اور ولایت کے اس مقام پر فائز ہوئے جہاں کوئی اور نہیں پہونچا۔ آپ کی ولادت ۴۷۱ھ ہجری میں ہوئی۔ ولایت کی تاریخ لفظ عاشق سے نکلتی ہے۔ آپ نے اکیانوے ۹۱ برس کی عمر پائی تھی۔ اسکی تاریخ لفظ "کمال" ظاہر کرتا ہے۔ آپ کا وصال ۵۶۲ھ میں ہوا۔ اور سن وصال کی تاریخ الفاظ "معشوق الہیٰ" میں کسی نے ایک شعر میں انہیں جوڑ دیا ہے۔

سنینش کامل و عاشق تولد ٭ وصالش دان ز معشوقِ الہیٰ

علامہ ابن جوزی نے آپ کی پیدائش کے وقت کے حالات تحریر کئے

ہیں جن سے ظاہر ہے کہ گو اسلامی اقتدار کا سلسلہ خاصہ طویل تھا مگر بدکاری فسق و فجور۔ سیاسی ابتری اور اخلاقی انحطاط عام تھا۔ طبقہ اُمرا عیش و عشرت میں مبتلا تھا۔ ابن مروان ایک اوسط درجہ کا امیر تھا مگر تاریخ شاہد ہے کہ اسکی حرم سرائے میں صرف گانے بجانے والی لونڈیوں کی تعداد پانچ سو کے قریب تھی۔
بدکاری اور شراب نوشی عام تھی عوام تو کجا۔ امرا۔ سلاطین اور علما تک وجاہت پرستی اور دنیوی عیش کا شکار تھے۔

۔ ہبی اور روحانی حال تو اس سے بدتر تھا۔ یونانی فلسفہ اسلامی عقائد اور نظریات کی جڑیں کھوکھلی کر رہا تھا اور علمائے اسلام بھی اس سے متاثر تھے اور دین سے دور ہو رہے تھے۔ مسٹر گبن کے علاوہ دوسرے یورپین مورخ بھی اس زمانے کو دنیائے اسلام کا تاریک ترین دور کہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مسلمان ہی مسلمانوں کو ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ان حالات میں ایک روحانی قوت کی ضرورت تھی جو تمام شیطانی طاقتوں کو مغلوب کر کے اپنے عالمگیر اثر سے بنی نوع انسان اور خصوصاً مسلمانوں کو از سر نو دین اسلام پر قائم کرے اور انہیں مادیت کی ذلتوں۔ نفس پرستیوں اور اخلاقی پستیوں سے نکال کر روحانی بلندیوں پر پہونچائے یہی وہ مبارک ہستی تھی جسے دنیا قیامت تک پیران پیر۔ غوث الاعظم اور محی الدین کے مبارک ناموں سے یاد کرتی رہیگی۔ یہ آپ ہی کی برکت تھی کہ نہ صرف دین اسلام سنبھل گیا بلکہ مسلمانوں کے اندرونی و بیرونی حالات سنبھلے اور اس فتنہ عظیم کا خاتمہ ہوا۔

بہجتہ الاسرار میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے اپنے لقب محی الدین کے متعلق یہ وضاحت فرمائی کہ ۵۱۱ھ میں ایک جمعہ کے روز میں سفر سے ننگے پاؤں بغداد کی طرف آرہا تھا کہ ایک نہایت لاغر اور نحیف بیمار پر میرا گزر ہوا اسنے کہا السلام علیک یا عبدالقادر میں نے سلام کا جواب دیا کہنے لگا مجھے اٹھاؤ

میں کے ساتھ کر بٹھا دیا تو اچانک اس کا چہرہ بارونق اور جسم موٹا تازہ ہو گیا میں حیران ہوا تو وہ کہنے لگا تعجب کی بات نہیں میں آپ کے جد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہوں جو مردہ ہو رہا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ مجھے نئی زندگی عطا فرمائی آپ محی الدین ہیں چنانچہ جب میں جامع مسجد کے حدود میں داخل ہوا تو ایک شخص نے اپنا جوتا اتار کر مجھے پہننے دیا اور یا سید محی الدین کے الفاظ سے مجھے مخاطب کیا نماز جمعہ ختم ہوئی تو لوگ دوڑتے ہوئے میری طرف آئے اور یا محی الدین یا محی الدین پکارتے ہوئے میرے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے حالانکہ اس سے پہلے کسی نے مجھے اس نام سے نہیں پکارا تھا۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں کہ اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے ایمان باطنی اعتقاد کا۔ اور دین ہر دو کے مجموعے کو کہتے ہیں گویا دین وہ جامع نظام ہے جو بنی نوع انسانی کے عقائد۔ اعمال ظاہر و باطن صورت و معنی۔ روحانیت اور جسمانیت پر مشتمل ہے ایسے نظام کا احیا نبی مرسل یا اس کے کامل ترین نائب کے بغیر ممکن نہیں۔ مجدد تو اس وقت تک بہت سے ہوئے مگر محی الدین کا لقب کسی اور کو عطا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ تجدید اور احیاء میں نمایاں فرق ہے احیائے دین کا اہم ترین فریضہ حقیقتاً جناب غوث الاعظم رح کی ذات گرامی قدر سے پایۂ تکمیل کو پہونچا ہے۔ اور یہ عظیم الشان لقب صرف آپ ہی کے وجودِ مسعود پر صادق آتا ہے۔

مرزا شکور بیگ مرزا

حیدرآباد سے ماہنامۂ ذوقِ نظر کی

اجرائی اہلِ ذوق اور علم دوست حضرات کیلئے

ایک بہترین تحفہ ثابت ہوگا۔

ہماری پر خلوص دعائیں اور نیک تمنائیں

آپ کے ساتھ ہیں ۔

ہر قسم ہر ڈیزائن کی قالینوں کا مرکز۔ جہاں

آپ اپنی پسند کے قالین تیار بھی کرواسکتے ہیں ۔

میسرس ایلورہ کارپٹ

ہیڈ آفس

فون نمبر 34027

راج بھون روڈ۔ خیرت آباد

حیدرآباد

برانچ

توپ کا سانچہ

حیدرآباد

حضرت امام احمد رضا خاں صاحب بریلویؒ

منقبتِ غوثِ اعظمؓ

تو ہی وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہی وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افقِ نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

سارے اقطابِ جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا تیرا

تو ہے نوشاہ براتی ہے یہ سارا گلزار
لائی ہے فصلِ سمن گوندھ کے سہرا تیرا

ڈالیاں جھومتی ہیں رقصِ خوشی جوش پہ ہے
بلبلیں جھولتی ہیں گاتی ہیں سہرا تیرا

گیت کلیوں کی چٹک غزلیں ہزاروں کی چہک
باغ کے سازوں میں بجتا ہے ترانہ تیرا

کس گلستاں کو نہیں فصلِ بہاری سے نیاز
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کونسی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

اے رضا یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو
سیدِ جید ہر دہر ہے مولیٰ تیرا

منقبت حضور غوث الثقلین رض

حق نما پاتا ہوں صورت غوث رض کی
رویت حق ہے کہ رویت غوث رض کی

سینکڑوں پردوں میں ہیں غوث الوریٰ
کھل نہیں سکتی حقیقت غوث رض کی

جو فدائی ہے رسول اللہ ص کا
اس پہ واجب ہے محبت غوث رض کی

سیرت پاک نبی ص کے ساتھ ہی
پھر گئی آنکھوں میں صورت غوث رض کی

دزد و رہزن تک کے دل پر چل گئی
تھی وہ شمشیر صداقت غوث رض کی

دل مرا ہوتا ہے اس پر بھی فدا
جس میں پاتا ہے شباہت غوث رض کی

اتباع سنت خیر البشر ص
سب سے بڑھ کر ہے کرامت غوث رض کی

اس کو فکر دو جہاں سے کیا غرض
جس کو حاصل ہے معیت غوث رض کی

مرجع کل، سید کل، شیخ کل
کیا بیاں کیجے فضیلت غوث رض کی

فضل رب کے پھر کرشمے دیکھئے
ہو ہی جاتا ہے عنایت غوث رض کی

وقت کیسا ہی کٹھن ہو اے لئیقؔ!

کام دے جاتی ہے نسبت غوث رض کی

پروفیسر ڈاکٹر عبدالستار رحمانی
سابق پروفیسر عربی جامعہ عثمانیہ

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تحصیل علوم میں جدوجہد

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد المصطفی و احمد المجتبیٰ وعلی آلہ البررۃ وعلی اصحابہ الکرام وعلی وارث حالہ وکمالہ سیدنا الشیخ عبد القادر الجیلانی قدس سرہ و افاض علینا من برکاتہ آمین!

یہ راقم حقیر باعث سعادت سمجھتا ہے کہ "ذوق نظر" کے دوسرے شمارہ میں جو حضرت غوث الاعظم نمبر سے موسوم ہو کر شائع ہو رہا ہے۔ اس شمارہ میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ پر کچھ لکھے۔ اس کے محرک بھی میرے محب صادق جناب خورشید جنیدی ہیں اور میں اس پر آنجناب کا ممنون ہوں۔

حضرت شاہ غلام علی شاہ نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ جو نقشبندی سلسلہ کے اساطین میں شامل ہیں اور جن سے نقشبندی طریق پورے عالم اسلامی میں رواج پایا ہے فرماتے ہیں نسبت ولایت پورے عالم میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ کے بغیر نہیں۔

آج کے اس مضمون میں عاجز یہ چاہتا ہے کہ اس آفتابِ ولایت
نے مادر زاد ولی ہونے کے باوجود علوم اسلامیہ کی تحصیل میں
جو جد وجہد فرمائی اس کا کچھ تذکرہ ناظرین کے سامنے لاؤں
تاکہ معلوم ہو کہ علوم اسلامیہ کی تحصیل کس قدر ضروری ہے اور
علوم کے بغیر کمال کا حصول نا ممکن ہے۔ صاحب قلائد الجواہر فی مناقب
الشیخ عبد القادرؒ فرماتے ہیں کہ جب حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ
نے اس بات کو جان لیا کہ علم دین کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے
اور یہ بیمار نفوس کی شفاء ہے اور تقوی اور پرہیزگاری کے حصول
کا یہی روشن راستہ ہے اور یقین کے اعلیٰ منازل اسی سے حاصل
ہوتے ہیں اور علم دین ہی دین کا سب سے بڑا منصب ہے تو آپ
نے علوم دین کی تحصیل کے لئے کمر ہمت باندھی اور علم دین کے اصول
اور فروع کی طلب میں ائمہ دین اور اکابر و شیوخ کی خدمت میں
پہونچے اور قرآن کریم کی تکمیل کے بعد علم فقہ کی طرف توجہ فرمائی اور
اس میں تبحر حاصل فرمایا۔ آپ نے علماء کرام شیوخ عظام سے علوم دین
کی تحصیل فرمائی ہے ان میں علامہ ابو الوفاء علی بن عقیل حنبلی،
علامہ ابو الخطاب محفوظ الکلوذانی حنبلیؒ۔ علامہ ابو الحسن محمد بن
قاضی ابو یعلی فراء حنبلی۔ قاضی ابو سعید مبارک بن علی مخرمی حنبلی ہیں
حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے عربی زبان اور ادب کی تحصیل علامہ
یحیٰی بن علی تبریزی سے فرمائی۔ صاحب قلائد الجواہر فرماتے ہیں کہ
آپ نے علم حدیث کی سماعت محدثین کرام کی ایک جماعت سے
کی ہے۔ جن میں شیخ ابو غالب محمد بن الحسن باقلانیؒ ابو سعید

محمدؒ بن عبدالکریم بن خشیشا' ابوالغنائم محمد بن محمد بن علی بن میمون الفرسی' ابو بکر احمد بن المظفر' ابوالبرکات ھبتہ اللہ بن المبارک' ابومنصور عبدالرحمن القزاز' ابوالبرکات طلحتہ العاقولی وغیرہم ہیں۔
اور تحصیل علوم کے بعد حضرت ابوالخیر حماد بن مسلم دبّاس قدسرہ سے علم طریقت حاصل فرمایا اور حضرت قاضی ابو سعید مخزمیؒ رحمتہ اللہ علیہ سے خرقہ شریفہ یعنی خلافت حاصل فرمائی۔

اس کے علاوہ علامہ ابراہیم دیری نے اپنی کتاب مختصر الروض الزاھر میں بیان کیا ہے کہ حضور غوث الاعظم رض نے تصوف حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی حاصل فرمایا ہے اور نیز جب آپ جیلان سے بغداد تشریف لائے تو شہر بغداد میں اس وقت کئی زہاد اور صوفیاء تشریف فرما تھے آپ نے تقریباً ان سارے حضرات کرام سے ملاقات فرمائی۔

حضرت ابوسعید مخرمی رحمتہ اللہ علیہ کا شہر بغداد کے ایک محلہ "باب الازج" میں ایک مدرسہ تھا اس کو حضرت ممدوح نے حضرت غوث الاعظم کے سپرد فرما دیا جس میں تدریس کے ساتھ ساتھ وعظ بھی فرمایا کرتے۔

مذکورہ بالا واقعات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے مادر زاد ولی ہونے کے باوجود بے شمار علماء ان گنت محدثین کرام اور فقہاء عظام اور محققین صوفیہ سے تحصیل فرمائی جس کی وجہ کیا ظاہر کیا باطن دونوں علوم میں آپ کو کامل دستگاہ ملی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی

ذات گرامی کو ایسا منبع فیض اور برکات کا سرچشمہ بنایا کہ فیض ولایت پوری دنیا میں آپ کے بغیر نہیں ہے

غوث اعظم در گروہِ اولیاء
چوں محمدؐ در گروہِ انبیاء

مسلمانوں کی دینی زندگی کے تین مراکز ہیں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ یہ تینوں ایسے مرکز ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے مربوط ہے اور جب تک مردمومن کا ان تینوں مراکز سے ربط محکم نہ ہو، مسلمان کی زندگی میں استواری توازن اور استحکام حاصل نہیں ہوگا۔ ہمارے اسلاف کی مبارک زندگیوں پہ نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان حضرات کو ان تینوں مراکز سے ربط تھا اور ان حضرات نے جو حقیقی کامرانی حاصل فرمائی وہ الہی تینوں مراکز کی بدولت تھی اگر ان تینوں میں سے کسی ایک مرکز سے بھی وابستگی نہ ہو یا کمزور ہو تو مسلمان کی زندگی افراط اور تفریط سے دوچار ہو جاتی ہے۔

حضور غوث پاکؓ کی مبارک زندگی پہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ بڑے محدث، بڑے فقیہ، بڑے واعظ، بڑے مفسر اور صوفیاء کرامؒ کے سردار تھے۔ اس غوث اعظم نمبر کے ناظرین سے میری گزارش ہے کہ حضور غوث پاکؓ کی مبارک زندگی سے کامل عبرت حاصل کریں اور علم دین کی جدوجہد کی طلب اور علماء کی خدمت میں حاضری اور اپنے اسلاف کے علمی کارناموں کا مطالعہ کریں تاکہ ان حضرات کرام کی سچی پیروی نصیب ہو اور ان کے برکات سے ہم مستفید ہوتے رہیں۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں۔

وہ دوُدمانِ رسالتؐ کی رُوحِ معصومیؒ جس نے اقطاعِ عالم میں خود کو منصب ولایت کا صحیح حقدار ثابت کیا۔ جسکے اثر انگیز اور انقلاب آفریں خطبات نے اسلامی نظریات و معتقدات کی ایک جامع تفسیر پیش کی اور ستیزہ کار دنیا کو قعرِ مذلت سے نکال کر ہمدوش ثریا کیا۔ دیندار اور پاکیزہ ذہنوں کی تشکیل میں جسکی سعی مشکور ہوئی اور جسکی ذات گرامی قطب الاقطاب بھی ہے غوث الثقلین بھی محبوب سبحانی اور غوث الاعظم دستگیر بھی۔ ہم اسکی تعلیمات کو متلاشیان حق کیلئے مینارۂ نور سمجھتے ہیں۔

؎ تخلیق اندھیروں سے کیئے ہم نے اجالے
ہر شب کو اک ایوانِ سحر ہم نے بنایا

آپ کی میڈیکل اور جنرل سامان کی ضروریات کی تکمیل اعلیٰ سامان سے ہونی مشکل نہیں ہے۔ براہ کرم اپنی ان ضروریات کیلئے ہمارے یہاں تشریف لایئے۔ اور خدمت کا موقع دیجئے۔

آپ کا اپنا:

فرینڈس امپوریم میڈیکل اینڈ جنرل اسٹورس

نزد۔ اسٹیشن دبیر پورہ۔ چنچلگوڑہ۔ حیدرآباد

بانی:۔ الحاج میر محمدؐ علی صاحب (متولی چھلۂ غوث الاعظم دستگیرؒ اندرون چارمینار)

(نوٹ) آپ کے ڈاکٹر کی تجویز کردہ ادویات ہی حاصل فرمائیں اور استعمال سے قبل اپنے ڈاکٹر صاحب کو ضرور بتالیں:۔

از نہج البلاغہ

غصہ اور جلد بازی

غصہ اور جلد بازی ایک طرح کی دیوانگی ہے کیوں کہ ان صفات کا حامل بہت جلد اپنے کئے پر پشیمان ہوتا ہے۔ اگر پشیمان نہیں ہوا تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا جنون ثابت اور مستحکم ہے۔

تقدیمی :-

حسین ضابط

صدر کل ہند نہج البلاغہ سوسائٹی حیدرآباد

قلم کار و مضمون نگار حضرات سے خواہش کی جاتی ہے کہ وہ اپنی تخلیقات واضح خوشخط اور کاغذ کے صرف ایک ہی صفحہ پر تحریر فرمائیں۔ ورنہ مضمون کی خواندگی میں دشواری ہو تو مضامین شائع نہ کئے جائیں گے۔

"ادارہ"

"ماہنامہ ذوقِ نظر" حیدرآباد کا

مرکز علم و ادب حیدرآباد سے اجرا ایک فالِ نیک ہے

ہم "عیدمیلادالنبیؐ" کی حیات بخش خوشیوں کے ساتھ

اس ادبی شمارے کے شائع "محشرؔ" نمبر کا استقبال کرتے ہیں

اعلیٰ اقسام کے ہیاٹس و کیاپس اور بیاجیس سپلائیرز

فون 45226

ماڈرن ہیاٹ ورکس عابد روڈ، حیدرآباد

فصاحت جنگ جلیلؒ

منقبت

مرے لب پر جو نام پاک آیا غوث اعظمؓ کا
تڑپ کر دل نے ایک نعرہ لگایا غوث اعظمؓ کا

فلک اس در پہ مجرائی ملک اس در کے شیدائی
یہ شانِ غوث اعظمؓ ہے یہ پایا غوث اعظمؓ کا

طریقت میں حقیقت میں ولایت میں کرامت میں
کسی نے مرتبہ اب تک نہ پایا غوث اعظمؓ کا

حکومت پر ہیں نازاں حکمراں میں اس پہ نازاں ہوں
کہ خالق نے گدا مجھ کو بنایا غوث اعظمؓ کا

ہوائے گلشن بغداد کے آنے لگے جھونکے
گلِ داغِ عقیدت رنگ لایا غوث اعظمؓ کا

محیؔ دین پیغمبر ہوئے غوث الوریٰ ٹھہرے
وقار اللہ نے کیا کیا بڑھایا غوث اعظمؓ کا

لقب حضرت کو قدرت نے دیا محبوبِ سبحانی
پسند ایسا ہر اک انداز آیا غوث اعظمؓ کا

نظر اسکی ہے آنکھیں اسکی ہیں تقدیر اسکی ہے
جسے اللہ نے روضہ دکھایا غوث اعظمؓ کا

جلیلؔ اللہ کے دیدار احمدؐ کی شفاعت کو
ہمیں اچھا وسیلہ ہاتھ آیا غوث اعظمؓ کا

مرزا شکور بیگ مرزا

نذرانۂ عقیدت

بہ بارگاہِ پیرانِ پیر۔ غوثِ اعظم دستگیرؒ

ابھرتی جارہی تھیں طاقتیں حرص و نفسانی
فقط کہنے کو روشن تھا چراغِ راہِ عرفانی

ترقی پر تھیں ساری ظلمتیں جبر و طغیاں کی
وہاں تشریف لائے شاہِ جیلاں۔ غوثِ صمدانیؒ

چمن اسلام کا دستِ خزاں سے لٹنے والا تھا
بہارِ تازہ بن کر آگئے محبوبِ سبحانیؒ

ہماری خوش نصیبی ہے وہ آئے جن کے آنے سے
برسنے لگ گئے چاروں طرف انوارِ رحمانی

زبانوں پر جو تھا اسلام سینوں میں اتر آیا
بڑھا جب نورِ ایماں، کھل گئے اسرارِ قرآنی

یہ تاریخی شہادت ہے، کہ ارشاداتِ عالی سے
ہوا حدِ نظر تک موجزن دریائے ایمانی

کوئی مانے نہ مانے یہ حقیقت ہے، ملا پھر سے
عروجِ آدمِ خاکی طفیلِ شاہِ جیلانیؒ

منور ہو گئے تاریک دل جن کی توجہ سے
وہی تھے غوثِ صمدانیؒ، وہی محبوبِ سبحانیؒ

قدم کی تھی یہ برکت یا کہ حق گوئی کا صدقہ تھا
فقیری کی طرف جھکنے لگا میلانِ سلطانی

فراقِ غوثِ اعظمؒ میں بہت رونا ہے تو مرزا!
کسی دن رنگ لائے گا تری آنکھوں کا یہ پانی

مولانا سید طاہر رضوی شیخ الجامعہ
(جامعہ نظامیہ)

مراتب حق و خلق

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین
وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین والعاقبۃ للمتقین۔

امابعد!

شان الوہیت اللہ تعالیٰ ہی صفت الوہیت سے متصف ہے اللہ کے سوا کوئی اور (غیر اللہ) مجازاً بھی صفتِ الوہیت سے متصف ہو نہیں سکتا اسی طرح صفت صمدیت سے بھی کوئی مخلوق مجازاً متصف نہیں ہو سکتی۔

حق تعالیٰ ۔ دیگر صفات کا پرتو مجازاً مخلوق میں اسکی قابلیت اور استعداد کے مطابق جلوہ گر ہوگا ۔ ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ صفات حق کا پرتو انسانِ کامل میں ہے اسی کی طرف حدیث قدسی میں وضاحت ہے۔ ما وسعنی ارضی ولا سمائی ولکن وسعنی قلب عبدی المومن ۔ ترجمہ ارشاد حق ہے کہ "مجھے نہ میری زمین سمائی نہ میرا آسمان سمایا لیکن مرے مومن بندے کا دل مجھے سمایا ۔ یعنی جس قدر حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کا پرتو قلب مومن پر جلوہ گر ہو تو اسکو اخذ کرنے کی صلاحیت ہے اسی لئے انسان کامل حق تعالیٰ کا خلیفہ قرار پایا ۔

رب ، رب ہے ۔ عبد ، عبد ہے ۔ رب عبد نہیں اور عبد رب نہیں جیسا کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا ع

الرب رب وان تنزل والعبد عبد وان ترقیٰ

فرق مابین عبادت و تعظیم

جو ذات صفت الوہیت سے متصف ہوگی وہی مستحق عبادت، متصرف بالذات، فاعل حقیقی واجب الوجود ہوگی اسکا ذکر اس کی حمد، اس کی ثنا اس کی تعظیم عبادت ہے۔ اور مخلوق خدا کو مظہر خدا، اس کے محبوب بندے جان کر ان کی حمد و ثنا ان کا ذکر و توصیف اور ان کی تعظیم، تعظیم ہوگی نہ کہ عبادت۔ عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہے بہ خلاف اطاعت کے کہ وہ عام ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ ترجمہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبانِ امر کی۔ اطاعت کا اطلاق اللہ اور غیر اللہ پر ہوتا ہے۔ مگر عبادت کا اطلاق صرف اللہ پر۔

شانِ نبوت

حق تعالیٰ نے جس کو صفتِ نبوت سے متصف فرمایا وہ نبی ہے یہہ صفتِ وہبی ہے کسبی نہیں۔ اور یہہ سب سے اونچا مرتبہ ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین۔ ترجمہ: میں نبی تھا جبکہ آدم آب و گل میں تھے یعنی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور لفظ کنت حضور کی صفت نبوت کے بالفعل ہونے کو بتا رہا ہے۔ یعنی نبوت اس مرتبہ میں جاری تھی۔ اب سوال یہہ ہوتا ہے کہ کس پر جاری تھی تو اس کا جواب یہہ ہوگا کہ حق تعالیٰ نے جن و انس کو عبادت کیلئے پیدا کیا جیسا کہ ارشاد حق تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون سے ثابت ہے۔ حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے پہلے "جن" کا وجود ہے۔ اور وہ شریعت پر مکلف ہیں ان کیلئے پیغمبر کا ہونا ضروری ہے، جنات میں جو بھی پیغمبر ہوا وہ حضور اکرمؐ کی تجلی نبوت و رسالت سے فیض یاب ہو کر پیغمبری کا کام انجام دیتا رہا اس طرح حضور اکرمؐ کی نبوت و رسالت کا اُس مرتبہ میں جاری رہنا ثابت ہوا۔ عموماً آدمؑ سے پیغمبروں کا سلسلہ جانا جاتا ہے مگر قرآن سے جناتوں میں رسولوںؑ کا آنا ثابت ہے جیسا کہ ارشاد باری

ہے یامعشر الجن والانس الم یأتکم رسل منکم الخ ترجمہ۔ اے جن وانس کیا تمہارے پاس تم میں سے پیغمبر نہیں آئے (یعنی ضرور آئے) بحوالہ قرطبی حضرت ضحاک حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان الرسل جاءت من بنی الجان ترجمہ۔ بے شک جناتوں میں سے پیغمبر آئے۔

مابین فرق نبی و رسول جہاں عذاب کا ذکر ہو یا جلالی شان کا اظہار ہو تو وہاں لفظ رسول استعمال کیا جاتا ہے جیسے قرآن ناطق ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ ترجمہ۔ ہم عذاب نہیں دیتے یہاں تک کہ رسول بھیجتے ہیں۔

رحمت اور جمالی شان کے اظہار پر لفظ نبی استعمال کیا جاتا ہے جیسے قرآن میں ہے ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی الخ ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریمؐ پر صلوٰۃ (درود) بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم ان پر درود و سلام بھیجو۔

رسول لفظ رسول عام ہے اسکا اطلاق ان بندوں پر ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبر بنائے جا کر بھیجے گئے ہوں اور فرشتوں پر اور کسی کے فرستادہ پر اور رات دن کی گھڑیوں پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابوالعتاھیہ کے شعر میں مذکور ہے ع ساعات لیلک والنھار کلیھما ٭ رسل الیک وھن منک عن الخطیٰ
ترجمہ:- تیری رات اور دن کی تیز رفتار گھڑیاں تیری جانب رسول یعنی قاصد ہیں۔ اور غیر مسلم نمائندوں پر لفظ رسول مستعمل ہوتا ہے جیسے کہ پنڈت جواہر لال نہرو کیلئے عربوں نے "رسول الامن" کہا۔

نبی لفظ نبی خاص ہے جو بنی آدم میں خدا کی طرف سے پیغمبر ہیں انہی پر بولا جاتا ہے کسی مخلوق کے بھیجے ہوئے پر لفظ نبی بولا نہیں جاتا ہاں رسول کہا جاتا ہے نتیجۃً یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر نبی رسول ہے لیکن ہر رسول کا نبی ہونا

ضروری نہیں۔ مگر خدا کی طرف سے مبعوث ہونے میں ہر دو برابر بلکہ نبی افضل ہے رسول سے۔ اسکی محققانہ تفصیل دیکھنا ہو تو میرے والد ماجد پیر و مرشد حضرۃ العلاّمہ سید ابراھیم ادیبؒ کا رسالہ موسومہ "رسالت و نبوت" ملاحظہ فرمایئے۔ الحاصل ہر پیغمبر ظاہر کے اعتبار سے رسول اور باطن کے اعتبار سے نبی کہلاتا ہے۔

تجلیات خدا کے جلوے اور کمالات کا پرتو نبی و رسول میں ہوتا ہے۔ اور نبی کے جلوے اور کمالات کا پرتو نبی کے متعین (اولیاء) میں ہوتا ہے اس لئے نبی اور رسول سے منہ پھیرنے والا ایمان سے محروم اور اولیاء سے منہ پھیرنے والا فیضان سے محروم ہوتا ہے کیونکہ خدا اور امتیوں کے درمیان پیغمبر وسیلہ ہے۔

شانِ ولایت ظاہری و باطنی اتباع کے سبب نبی کا فیضان اولیاء میں ہوتا ہے اس لئے انہیں ولایت یعنی مرتبہ قرب حق تعالیٰ نصیب ہوتا ہے۔ نبیوں اور رسولوں سے جو خرق عادات صادر ہوں انہیں معجزہ کہا جاتا ہے۔ اور اولیاء سے جو خرق عادات صادر ہوں انہیں کرامات کہا جاتا ہے اور غیر مومنوں سے جو خرق عادات صادر ہوں انہیں استدراج کہا جاتا ہے۔ (خرق عادات کا مفہوم یہہ ھیکہ ہر وہ کام جو دوسرے عادۃً نہ کر سکتے ہیں مثلاً زمین پر چلنا عادۃً ہے اور ہوا پر چلنا خرق عادت ہے) اس تمہید کا خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ کے جلوے نبی میں، نبی کے جلوے اولیاء میں۔ اولیاء سے منہ پھیرنا نبی سے منہ پھیرنا ہے اور نبی سے منہ پھیرنا حق تعالیٰ سے منہ پھیرنا ہے۔

حدیثِ قدسی من عادلی ولیاً فقد آذنتہٗ بالحرب جو کوئی میرے کسی ولی سے دشمنی کرے تو (اس کے بارے میں خدا فرمارہا ہے) میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اس لئے

شیطانی طاقتیں اولیاء سے ہٹانا چاہتی ہیں کہ ان سے ہٹنا نبی سے ہٹنے کا سبب اور نبی سے ہٹنا خدا سے ہٹنے کا باعث ہوتا ہے۔ اوپر ذکر کیا گیا کہ خالق اور مخلوق کے درمیان نبی واسطہ ہیں۔ نیز نبی اور امت کے درمیان اولیاء واسطہ ہیں مثلاً اعضاء کا تعلق بدن سے رگوں کے ذریعہ ہے اگر یہہ درمیان سے ہٹ جائیں تو اعضاء بدن سے بے تعلق ہوجائیں اسی طرح اولیاء واسطہ ہیں نبی اور امت کے درمیان اگر اولیاء درمیان سے ہٹ جائیں تو امت نبی سے بے تعلق ہوجائے گی اسی لئے طاغوتی طاقتیں نبی سے بے تعلق ہونے کیلئے اولیاء سے ہٹاتی ہیں۔

اولیاء | اولیآء میں جو کچھ تصرفات ہیں وہ خدا کی قدرت کا پرتو بواسطہ فیضان نبی ہے۔ جیسا کہ مولانا رومؒ کے اس شعر سے ظاہر ہے ع

اولیآء راہست قدرت از الٰہ ؎ تیر جستہ بازگرد انند ز راہ

خدا کی طرف سے اولیاء کو یہہ قدرت حاصل ہے کہ کمان سے نکلا ہوا تیر راستہ سے پلٹا سکتے ہیں۔

غوثِ اعظمؓ | اللہ کے اولیاء میں سے حضرت غوث اعظمؓ بھی ہیں چنانچہ آپ کا شعر جس میں اپنے مقام و مرتبہ کا اظہار فرمارہے ہیں

بکل ولی لہ قدمٌ وانی ؎ علیٰ قدم النبی بدر الکمال

جسکا مفہوم یہہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے نقش قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے حدِ کمال کے چاند محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہوں

چاند | چاند بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے مگر حضور وہ چاند ہیں جس میں گھٹنا نہیں ہے میرے چچا حضرت سید یوسف رضویؒ کا شعر ہے کہ ع

مثال ان کی نہ دو مہ نے مہ کو قدرت نے ؎ کبھی تو بدر کیا اور کبھی ہلال کیا

ہر کمال اور عروج کو زوال لگا ہوا ہے۔ جیسا کہ مقولہ مشہور ہے کہ "ہر عروج را زوال" مگر حضور کے عروج و کمال اور رفعت کو زوال سے تعلق نہیں جیسا کہ قرآن "ورفعنا لک ذکرک" سے واضح ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ع

ہر اک کمال کا دامن زوال سے ہے بندھا ؏ مگر کمال نبی کو کبھی زوال نہیں

جب حضور کا کمال لازوال ثابت ہوا تو انکے نقش قدم پر چلنے والا بھی کمال کے دامن سے وابستہ ہوگا۔ حضور غوث الثقلینؓ اپنے مرتبہ کمال کی طرف شعر میں اظہار فرما رہے ہیں اور اشارہ دے رہے ہیں کہ حصولِ کمال اتباعِ شریعت واتباعِ نقشِ قدم کا ثمرہ ہے۔

یاد داشت ہر وہ تسبیح و حمد و ثنا حق تعالیٰ کے بارے میں قابلِ قبول اور لائق تصدیق ہوگی جس سے شان الوھیت میں نقص۔

آئے۔ اسی طرح انبیاء کے بارے میں ہر مدح و عظمت پسندیدہ ہوگی جس میں خصائصِ الوھیت اور خصائصِ نبوت نہ ہوں یعنی خصائصِ الوھیت اور خصائصِ نبوت سے اولیاء کو متصف نہ کر کے جس قدر جتنی چاہیے توصیف و تعظیم کیجائے قابلِ قبول، لائق تصدیق ہوگی۔ چنانچہ شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت شاہ محمد انوار اللہ فضیلت جنگ بانی جامعہ نظامیہ نے اپنی تصنیف انوار احمدی میں یہ حدیث قلمبند فرمائی ہے۔ ذِکْرُ الاَولِیاءِ کَفّارَۃٌ وذکر الانبیاء من العِبَادَۃ۔ ترجمہ:۔ اولیاء اللہ کا ذکر گناہوں کے کفارہ کا سبب اور انبیاء کا ذکر از قسم عبادت ہے۔ پھر حضرت علیہ الرحمہ نے اس حدیث شریف کا ترجمہ اشعار میں یوں قلمبند فرمایا ع ٹھہرا کفارہ گناہوں کا جو ذکر اولیاء ؏ اور از قسم عبادت ہے جو ذکرِ انبیاء

پھر ہو ذکر سرورِ عالم کا کیسا مرتبہ ؏ ان کا ذکرِ پاک ہے گویا کہ ذکرِ کبریا

شیطان شیطان نہیں چاہتا کہ اولیاء اللہ کا غوث اعظم کا ذکر و مجالس منعقد کیے جائیں۔

لہ - کیونکہ اسے پسند نہیں کہ انکے ذکر سے گناہوں کا کفارہ ہو۔
ٔلہ اور ان کا ذکر مستلزم ہے ذکر نبی کو جواز قسم عبادت ہے۔

فرقِ مابین عالم و ولی

عالم بننا اسلام کے حقانیت کی دلیل نہیں۔ شیطان بڑا عالم ہے مگر اسلام کے حقانیت کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ شیطان عالم ضرور ہے مگر مومن نہیں۔ شیطان یقیناً عالم ہے مگر اللہ کا ولی نہیں اللہ کا ولی بننا اسلام کے حقانیت کی دلیل ہے اور جو عالم بھی ہو اور اللہ کا ولی بھی ہو یقیناً وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔

(باقی دارد)

ماہنامہ "ذوقِ نظر" کے اجراء پر
دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں

کنگ اڈورٹائزنگ اینڈ مارکیٹنگ
(آوٹ ڈور اڈورٹائزنگ کنسلٹنٹ

3/347-1-23 جعفری گلی کوٹلہ عالیجاہ
حیدرآباد - 500002
فون نمبر (525743

شہر کی معروف اور مقبولِ عام ہوٹل

جسکی عمدہ، خوش ذائقہ اور مخصوص ڈشس اہلِ ذوق حضرات
سے اپنا خراج لے رہی ہیں

ہوٹل میزان

جسکا طرزِ جدید پر آراستہ پُرتکلف، آرام دہ ڈائننگ ہال اپنی پُرنفاست
بہترین کوکنگ سروس میں آپ اپنی مثال ہے۔
اپنے ذوق کی تسکین کے لئے آپ بھی آیئے لطف اندوز ہوئیے اور
من پسند غذاؤں کا صحیح مزہ اٹھایئے۔

عنقریب ایک اور شاندار ائرکنڈیشن
ڈائننگ ہال کا افتتاح عمل میں آرہا ہے

ہر ہفتہ کی شام، اتوار کی صبح
مرغ کی تہاری

ہوٹل میزان

چھتہ بازار۔ روبرو پولیس کمشنر آفس۔ پرانی حویلی حیدرآباد

خورشید جنیدی

شاہِ جیلانیؓ

نظر سے دور ہے ذاتِ قِدم یا شاہِ جیلانیؓ — کہاں تک بے حضوری کے یہ غم یا شاہِ جیلانیؓ

کرم اتنا تو ہو ہم پہ کرم یا شاہِ جیلانیؓ — کہ جلوے آپ کے ہوں اور ہم یا شاہِ جیلانیؓ

ہو جس پر آپ کی چشمِ کرم یا شاہِ جیلانیؓ — اُسے پھر کیا ہو محتاجی کا غم یا شاہِ جیلانیؓ

مدد کیجے نہ کھل جائے کہیں دنیا کی نظروں میں — اسیرانِ تعلق کا بھرم یا شاہِ جیلانیؓ

پہونچ جائے تو دیکھے اولیاء کے دوش تک ہم کو — ملیں گے اپنی آنکھوں سے قدم یا شاہِ جیلانیؓ

نہ پروالا سے دوری زندگی بیزار دوری ہے — بڑا غم اہمیت دہ ہے غم یا شاہِ جیلانیؓ

شریعت سازِ ایماں ہو طریقت سازِ ہستی ہو — کہیں کیا آپ کی مدحت میں ہم یا شاہِ جیلانیؓ

بھروسہ لاتخف پر اتنا ہو جائے کہ سر میرا — نہ ہو آگے کبھی غیروں کے خم یا شاہِ جیلانیؓ

کہیں خورشید جا سکتا نہیں ٹھکرا کے اِس در سے

ذرا نسبت کا رہ جائے بھرم یا شاہِ جیلانیؓ!

ماہنامہ "ذوقِ نظر" اپنی شروعات ہی بحمداللہ
ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اللہ اس کے اس
امیج کو برقرار رکھنے میں آپ کی مدد فرمائیے۔
ہم "ذوقِ نظر" کے "غوث اعظم" نمبر کی
اشاعت کا اشتیاق کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔

اعلیٰ درجہ کی اگربتی کے تیار کنندگان

مسرس میسور جی ین اگربتی ورکس

فون 524922 / 522993

حسینی محلہ نور خاں بازار۔ حیدرآباد اے پی

الفتح الربانی میں تعلیمات حضرت عبدالقادر جیلانیؒ

ایمان باعمل اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہہ لینا کافی نہیں ہے جب تک اس کے ساتھ عمل کا اشتراک نہ ہوگا بے فیض ہے۔ ایمان قول وعمل کے مجموعے کا نام ہے۔ جب تک لغزشیں اور خطائیں جاری رہیں گی جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا سلسلہ ختم نہ ہوگا ایمان میں صفت قبولیت پیدا نہ ہوگی۔ جس انسان کی جھولی نماز، روزہ، صدقہ وخیرات اور پرہیزگاری سے خالی ہوگی اسے توحید و رسالت کی زبانی گواہی سے کوئی فیض نہ پہونچے گا۔

حفظ شریعت تمہارے دل کس درجہ سخت ہوگئے ہیں۔ امانت اور دیانت داری تم نے ترک کردی تمہارے درمیان سے رحمت وشفقت جاتی رہی۔ شریعت کے وہ اصول جو تمہارے پاس امانت تھے تم نے نہ صرف ترک کردیئے بلکہ ان میں نئی نئی باتیں ایجاد کرکے) خیانت کی۔ افسوس ہے اگر یہ خیانت اسی طرح جاری رہے تو وہ دن دور نہیں جب حق تعالیٰ اپنی رحمتوں کا دروازہ بند کردے۔ ظالموں کو مسلط کردے دیکھو تمہارا سر بجز حق تعالیٰ کے کسی اور کے سامنے نہ جھکے اس سے ڈرتے رہو اس کی پکڑ نہایت دردناک ہے۔ وہ آسمان و زمین کا معبود ہے۔ اس کی نعمتوں کا شکر واجب ہے اس کا حکم تعمیل وفرمانبرداری کے لیئے ہے۔ اس نے جو حدود قائم کی ہیں ان سے نہ نکلو اپنی موت کو اور اس کے بعد ہونے والے معاملات کو یاد کرو۔ کب تک غفلت کی نیند سوتے رہوگے۔ جہالت اور باطل باتوں میں ڈوبے رہوگے اور نفس وخواہشات کی پیروی تابکے

ہر چیز میں چوں و چرا ایک تک کرتے رہو گے۔ حق تعالیٰ کی عبادت اور اسکی شریعت پر عمل تمھارے لئے لازم ہے۔

مخلوق تین طرح کی ہے۔ عام، خاص، اور خاص الخاص! عام وہ پرہیزگار مسلمان ہیں جو شریعت پر عمل کرتے ہیں اور اس کی پابندی کرتے ہیں وہ دراصل حق تعالیٰ کے اس حکم پر عمل پیرا ہوتے ہیں کہ رسول جو کچھ تمکو عطا کر دیں اسے قبول کر لو اور جس سے روک دیں اس سے باز آجاؤ۔ جب شریعت کی پابندی مکمل ہو جاتی ہے اور مسلمان ظاہر و باطن دونوں میں اس پر عمل کرتا رہتا ہے تو اس کا قلب منور ہو جاتا ہے اور اس کے نور سے وہ دیکھنے لگتا ہے۔ پھر ایک منزل آتی ہے جہاں آکر وہ الہام الٰہی کا طالب ہو جاتا ہے۔ اور الہام الٰہی، ہر چیز کے متعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "ہر نفس کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور بدکاری دونوں کا الہام عطا کیا ہے چنانچہ جو شریعت پر کامل طور پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ وہ حق تعالیٰ کے الہام تقویٰ اور پرہیز گاری کا منتظر رہتا ہے۔ چنانچہ پرہیزگاری کے تقاضے پورے کرتے ہوئے وہ ان چیزوں سے بھی بچنے لگتا ہے۔ جو مشتبہ ہوتی ہیں اور شرع کے اصولوں سے جن کے جواز کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ جب ایک عام شخص میں یہ بصیرت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ درجۂ خاص یعنی صدیقیت تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ مرتبہ صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ وہ شرع پر کامل طور سے عمل پیرا ہو جائے، ایمان و توحید کے دل میں قوی ہو جانے دنیا و مخلوق سے بیجا تعلق ختم کرنے جنگلوں اور سمندروں کو عبور کرتے ہوئے اس کی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کرنے سے وہ اس چیز کو پالیتا ہے جسے نور ایمان، نور قرب الٰہی، نور صبر اور نور اطمینان کہتے ہیں یہ سارا ثمرہ

شریعت کے حقوق ادا کرنے کے بعد اور اس کی اتباع کی برکات سے حاصل ہوتا ہے۔

جو خاص الخاص ہوتے ہیں پہلے فتویٰ لیتے ہیں شریعت سے اس کے بعد منتظر رہتے ہیں حکم خداوندی کے کہ دیکھیں وہ کیا انجام کرتا ہے الغرض یہ تینوں درجے ہی کامیابی کی طرف لے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ جو کچھ ہے سوائے تباہی و بیماری کے کچھ نہیں۔ جو ان راستوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ افعال حرام کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کا دین بیماری کا شکار ہو جاتا ہے اور بیماری بھی ایسی جو ہلاک کئے بغیر نہیں چھوڑتی۔

قول و عمل

اے بغداد کے رہنے والو۔ تمہارا نفاق بڑھتا جا رہا ہے۔ اخلاص گھٹ گیا۔ عمل کا دور دور تک پتہ نہیں اور تمہارے اقوال ہیں کہ بڑھتے جا رہے ہیں۔ یاد رکھو عمل کے بغیر قول کسی کام کا نہیں قول عمل کے بغیر ایسا ہے جیسے دروازے کے بغیر مکان۔ گویا ایک خزانہ ہے جو خرچ نہیں کیا جاتا ہے۔ ایک دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ قالب ہے مگر جان نہیں۔ تمہارے اعمال کا بڑا حصہ بدن کی طرح ہے جس میں روح نہیں کیونکہ روح تو در اصل اخلاص و توحید کتاب اللہ اور سنت رسول پر قائم رہنے کا نام ہے جو تمہارے اکثر اعمال سے نکل چکی ہے۔

گو یہ صحیح ہے کہ حق تعالیٰ نے مومنین کے قلوب میں ان کی پیدائش سے پہلے ہی دولت ایمان لکھ دی ہے۔ مگر اس پر بھروسہ کر لینا کہ اب ایمان و عمل کی فکر و تحصیل کی کیا ضرورت ہے جائز نہیں بلکہ انسان پر لازم ہے کہ وہ ان چیزوں کے حصول میں جتنی کوشش کر سکتا ہے اس میں کوتاہی نہ کرے ایمان و ایقان کے حصول میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دے۔ ہمارے

قلوب کے لئے ضروری ہے کہ حصول ایمان میں جٹ جائیں پھر کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ہمیں بغیر کسی کوشش اور مشقت کے ایمان بخش دے۔ لہذا رزق اور توفیق بھی اسی سے طلب کرنی چاہئے اور دعا مانگنی چاہیئے کہ اللہ ہمیں بدعتوں کی ایجاد سے بچائے دنیا و آخرت میں بھلائی عطا کرے دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے۔

مانا کہ انسان سے کچھ نہیں ہو سکتا مگر کچھ کئے بغیر چارہ بھی نہیں لہذا کوشش کسی حالت میں بھی ترک نہیں کرنی چاہیئے۔ کوشش کئے جاؤ مدد کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے۔ جس سمندر میں تم ہو اس میں تمھارے لئے ہاتھ پاؤں ہلانا ضروری ہے۔ موجیں تمھیں آہستہ آہستہ کنارے پر لے ہی آئیں گی تمھارا کام دعا مانگنا ہے اور اس کا کام دعا قبول کرنا ہے۔ تمھارا کام کوشش کرنا اور توفیق دینا اس کا کام ہے۔ جب تمھارے دل میں اس کی سچی طلب پیدا ہو جائے گی تو وہ تم پر اپنے قرب کا دروازہ کھول دیگا۔

علم تو عمل کرنے کے لئے بتایا گیا ہے نہ کہ حفظ کرنے اور اسے مخلوق پر ظاہر کرنے کے لئے۔ علم سیکھو اور عمل کرو اس کے بعد دوسروں کو پڑھاؤ۔ جب تم عالم بننے کے بعد اپنے علم پر عمل کرو گے تو تمھارا علم خود کلام کرے گا۔ اور عمل کی زبان سے کلام کریگا۔ کیونکہ تم اکثر علم کی زبان سے گفتگو کرتے ہو جس میں عمل کی تاثیر نہیں ہوتی۔ نصیحت تو وہی بھلی ہوتی ہے جو عمل کی زبان سے ہو اسی لئے ایک بزرگ کا قول ہے کہ جس کی نگاہ سے تجھے کچھ فیض نہیں پہونچ سکتا اس کا وعظ بھی تیرے لئے بیکار ہے۔ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے وہ اپنے علم سے خود بھی فیضیاب ہوتا ہے اور دوسرے بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کوئی خوشبو انھیں آتی تو اپنی ناک

بند کر لیا کرتے اور فرماتے تھے کہ یہ بھی دنیا ہی ہے۔ اس عبرت انگیز روایت سے ان نام نہاد زاہدوں کو سبق سیکھنا چاہیئے جنھوں نے کپڑے تو زاہدوں کے سے پہن رکھے ہیں۔ لیکن ان کے دلوں میں دنیا کی محبت بھری ہوئی ہے۔ غرض جو شخص زہد میں سچا ہوتا ہے وہ دنیا کے پیچھے نہیں پھرتا مگر جو کچھ اس کے مقدر میں ہوتا ہے اس سے بھی منہ نہیں موڑتا بلکہ جذبۂ شکرگزاری کے ساتھ قبول کر لیتا ہے۔

جو لوگ رزق حلال کھاتے ہیں اور اپنے قلب میں پاکیزگی پیدا کر لیتے ہیں حق تعالیٰ کی معرفت انھیں حاصل ہو جاتی ہے۔ اپنے نوالے' اپنے لباس اور اپنے دل میں جو پاکیزگی و طہارت کا اہتمام کرتے ہیں وہ یقیناً صوفی صافی بن جاتے ہیں تصوف لفظ صفا سے مشتق ہے' صوف سے نہیں لہذا جو شخص صوفی بننے کے لئے صوف پہن لیتا ہے اور جو اپنے تصوف میں سچا صوفی ہے اس کا قلب مولا کے سوا تمام چیزوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ یہ چیز کپڑوں (کی ہیئت اور رنگ) کے بدلنے' چہروں پہ زردی طاری کر لینے اور بزرگوں کی حکایات لوگوں کو سنانے اور کثرت درود وظائف اختیار کر کے تسبیح وتہلیل میں انگلیاں ہلانے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ حق تعالیٰ کی سچی لگن' دنیا کی لذتیں ترک کرنے مخلوق کو دل سے دور کرنے اور اسے اپنے مولا کے سوا سب سے خالی کر دینے سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ ایک بزرگ سے روایت ہے کہ ایک رات انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ " اے پروردگار وہ نعمتیں مجھ سے نہ روک' جن کے ملنے سے میرا تو فائدہ ہے مگر تیرا کوئی نقصان نہیں۔ جب سو گئے تو خواب میں یہ آواز سنی کہ " تو بھی میری اطاعت میں ایسے اعمال ترک نہ کر جن کے کرنے سے تیرا فائدہ ہے اور ایسے ناجائز کاموں سے باز آجا' جن سے تیرا

نقصان ہے۔ (مطلب یہ ہوا کہ نعمتوں کے مستحق تو عمل صالح کرنے والے ہیں اور جسے اپنے نفع نقصان کی کوئی فکر نہ ہو وہ ہم سے سوال کس منہ سے کرتا ہے)

لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی نسبت درست کر لو۔ جو آپ کی اتباع ٹھیک ڈھنگ سے کرتا ہے اس کی نسبت بھی درست ہو جاتی ہے۔ حضورؐ کی اتباع کے بغیر یوں کہنا کہ میں آپ کا اُمتی ہوں تمھارے لئے مفید نہیں جب تم ہر قول و فعل میں حضورؐ کے صحیح معنوں میں پیرو بن جاؤ گے تو آخرت میں ان کی مصاحبت نصیب ہو گی۔ کیا تم نے اللہ کا ارشاد نہیں سنا کہ جو کچھ پیغمبر تمھیں دیں اسے لے لو اور جس سے باز رکھیں اس سے باز آجاؤ۔" پھر یقیناً حق تعالیٰ کے قریب آجاؤ گے۔

اے زاہدو تمھارے زہد میں کوئی خوبی نہیں ہے۔ اپنے نفس اور اپنی خواہشات کے موافق تم زاہد بنتے ہو اور اپنی رائے کو مستقل سمجھتے ہو! صحیح معنوں میں اللہ کے مطیع فرماں بردار بن جاؤ اور ان مشائخین کی صحبت اختیار کرو جو عالم با عمل ہیں۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو تمناؤں سے بچاؤ کیونکہ تمنائیں حماقتوں کا جنگل ہیں (جس کے اندر خزانہ ڈھونڈنے کی ہوس میں احمق ہی مارے مارے پھرتے ہیں) تم کام تو اہلِ شر کے کرتے ہو اور تمنا کرتے ہو کہ تمھیں وہ درجات مل جائیں جو اہل خیر کے ہیں (یہ حماقت نہیں تو کیا ہے) جو شخص اتنا پُرامید ہو جائے کہ اس کی امیدیں خوفِ خدا پر غالب آجائیں (یعنی خدا سے سب کچھ ملنے کی امید میں اس کے عذاب سے نڈر ہو جائے) تو وہ زندیق ہو جاتا ہے۔ اور جس کی امیدوں پر خوف غالب آجائے۔

(یہاں تک کہ مغفرت کی آس بھی جاتی رہے) وہ مایوس ہوگیا سلامتی
در اصل ان دونوں حالتوں کے اعتدال میں ہے۔

ایک بزرگ سے روایت ہے کہ انھوں نے سفیان ثوریؒ
کو بعد وفات خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے ان سے
کیا معاملہ کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے ایک پاؤں پل صراط پہ
رکھا اور دوسرا جنت میں (اور گویا یہ پھل تھا خوف و رجا میں
اعتدال رکھنے کا) واقعی وہ بہت بڑے زاہد و متقی تھے۔ علم
بھی سیکھا اور عمل بھی کیا۔ علم کا حق علم کو دیا۔ اور اس پہ عمل
کرکے عمل کا حق عمل کو دیا۔ اس میں اخلاص برت کر۔ پس حق تعالیٰ نے
انہیں اس لئے اپنی خوشنودی عطا فرمائی کہ انھوں نے آپ کی پیروی کی۔

جو شخص حضورؐ کی پیروی نہ کرے اور اپنے ایک ہاتھ سے
آپ پر نازل شدہ شریعت اور دوسرے ہاتھ میں کتاب (یعنی قرآن)
کو نہ تھامے اور آپ کی پیروی نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے
احکامات سے روگردانی کرے وہ ہلاک ہوگا۔ وہ ہلاک ہوگا
گمراہ ہوگا۔ اور یقیناً گمراہ ہوگا۔ یہی دونوں (قرآن و شریعت)
راہ الٰہی میں راہ بر ہیں۔ قرآن تمہارا راہنما ہے جو تمھیں حق تعالیٰ
تک پہونچاتا ہے۔ سنت تمھاری راہنما ہے جو تمھیں حضورؐ تک پہونچاتی ہے

(ماخوذ از فتح الربانی)

حضور غوثِ آعظمؒ کے فیوض اور ان کی

تعلیمات عالم آشکارا ہیں - پیرانِ پیرؒ

کے فرمودات ساری انسانیت کیلئے

مینارۂ نور ہیں۔

ماہنامہ "ذوق نظر" کی خصوصی اشاعت

غوثِ آعظمؒ نمبر یقیناً" آسودگیٔ فکر و نظر کا

باعث بنے گی۔

مسرس ورائٹی اسٹیل سیلس کارپوریشن

فون نمبر ۔ 75930

پان بازار ۔ سکندرآباد ۔ اے ۔ پی

خواجہ شوق

نذرانۂ غوثیت رضؓ

دل کی دنیا ضیا بار جب تک نہ ہو ہر نفس موت ہے آدمی کے لئے
زندگی میں اگر روشنی چاہیے اُن کا غم مانگ لے روشنی کے لئے

"نسبتِ آستاں" بخششِ عام ہے۔ نسبتِ غم نہیں ہر کسی کے لئے
آنکھ ہو تو متاعِ دو عالم ہے یہ، ایک باہوش دیوانگی کے لئے

کیوں لُٹائیں نہ اربابِ فکر و نظر سجدہ بے جبیں بندگی کے لئے
غوثؓ اعظم کا فیضان ہر دور میں ہے بقدر مراتب سبھی کے لئے

صبح ہو جاتی ہے ہر شبِ زندگی پھر بھی بجھتی نہیں روح کی تشنگی
کتنی تہہ دار ہے شان سرکار کی، عمر کافی نہیں آگہی کے لئے

نبضِ آفاق ہے جنبشِ ہر نظر، ہر ادا ہے نفاذِ قضا و قدر
ان کے قدموں سے ممکن کسی کو مفر اعتبارات منزل رسی کے لئے

اے مجسّم تجلّی نورِ قدم، لڑکھڑانے لگے حوصلوں کے قدم
زندگی کا بھرم ہے تمہارا کرم مانگتے ہیں کرم زندگی کے لئے

ہر کمی شوق ہوتی چلی مستقل، اپنے ہونے پہ ہے زندگی منفعل
رہ گیا خونِ صد آرزو ہو کے دل چشم بے مائیگی کی نمی کے لئے

محمد محمود حسین ادیبؔ دوم

منقبت

کروں مدحت نہیں قدرت مرے محبوبِ سبحانیؒ
نبیؐ کی آپ ہیں عترت مرے محبوبِ سبحانیؒ

یہ سر ہے اور وہ زینت مرے محبوبِ سبحانیؒ
مقدّر سے لڑی قسمت مرے محبوبِ سبحانیؒ

یہی ہیں کیا مری تخلیق کے اجزائے ترکیبی
مصیبت، غم، الم، حسرت مرے محبوبِ سبحانیؒ

فقط بغداد کی گلیاں ہیں بس اک نام بدلا ہے
ارم، خلدِ بریں، جنّت مرے محبوبِ سبحانیؒ

وسیلہ ہیں، سہارا ہیں، سہارا ہیں وسیلہ ہیں
بہر صورت، بہر قیمت مرے محبوبِ سبحانیؒ

تصوّر کی نظر بھی کیا سُبک رفتار ہے دیکھو
کھڑے ہیں سامنے حضرت مرے محبوبِ سبحانیؒ

ادیبِ خستہ دل، خستہ جگر، "وہ آگئے آقاؒ"
یہ کہہ کر ہو گیا رخصت مرے محبوبِ سبحانیؒ

سید غوث الدین علی خاں زاہد قادری

منقبت

ہمارا بھی ہے کیا ذوقِ نظر یا غوثِ صمدانیؒ!
نظر میں تم ہی تم ہو جلوہ گر یا غوثِ صمدانیؒ!

نکلتے ہیں وہیں سے راستے عرفانِ خالق کے
جہاں بھی ہے تمہاری رہگذر یا غوثِ صمدانیؒ!

کلی کھل جائے دل کی پھول مہکیں صبح ہو جائے
نظر بھر کر جو دیکھو تم اِدھر یا غوثِ صمدانیؒ!

تمہاری مہربانی ہو تو بڑھتا جائے گا ہر دم
سُرورِ دیدۂ اہلِ نظر یا غوثِ صمدانیؒ!

تصوّر میں تمہارے دیکھتا ہوں جلوۂ قدرت
تمہیں ہو مرکزِ فکر و نظر یا غوثِ صمدانیؒ!

بلائیں آئیں گی ہم تک تو ہم بھی ہنس کے ٹالیں گے
جو تم ہو ساتھ تو پھر کس کا ڈر یا غوثِ صمدانیؒ!

تمہارے دامنِ دولت سے وابستہ ہے زاہد بھی
کرم کی اِس پہ ہو جائے نظر یا غوثِ صمدانیؒ!

بغداد شریف میں
گیارہویں کی ایک محفل

الحمدللہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ کی شب بارگاہِ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ باوجود سخت سردی کے تمام احاطۂ درگاہ میں تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ تمام اقطاع عالم کے لوگ نظر آرہے تھے۔ روشنی کا انتظام کچھ ایسا تھا تمام عمارت بقعۂ نور معلوم ہورہی تھی۔ مسجد کے اندرونی حصے میں قصائد اور نعت کی پاک محفل تھی جس میں نقیب الاشراف حضرت مولانا پیر سید یوسف گیلانی مدظلہ العالی بھی تشریف فرما تھے اور ساتھ ہی کئی مشائخین کرام جمع تھے۔ ان میں رفاعی سلسلے کے کردی مشائخین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ رفاعی فقرا دف کے ساتھ قصائد پڑھ رہے تھے۔ جب کسی پر کیفیت طاری ہوتی تو لوگ کھڑے ہو جاتے اور وجد کرتے۔ لوگ اطراف حلقہ بناتے ایک بار تو ایک نعتیہ شعر پر کئی لوگ وجد کرنے لگے۔ جب کوئی بہت زیادہ بے خود ہو جاتا تو مشائخین میں سے ایک صاحب آگے بڑھتے اور کچھ پڑھ کر کان میں دم کرتے اور سینہ سہلاتے جاتے یہاں تک کہ وہ کیفیت دور ہو جاتی اور سکون حاصل ہوتا۔ یہ سلسلہ بہت دیر تک چلتا رہا۔ دوسری طرف درگاہ شریف پر لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ عرب عشاق اپنے

چھوٹے چھوٹے بچوں کو گرم لباس پہنا کر گودوں میں لئے آرہی تھیں ' اس دن مجلس برخواست ہوئی تو تمام لوگ مشائخین کرام سے اور نقیب الاشراف مدظلہ العالی سے مصافحہ کرنے لگے اور یہ سلسلہ دیر تک چلتا رہا۔ اس کے بعد حضرت نقیب الاشراف مدظلہ اپنی جگہ بیٹھ گئے اور کسی سے گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ اس اثنا میں مشائخین میں سے تین چار حضرات اپنے متعلقین کے ساتھ آئے اور ادب سے کھڑے ہو گئے یہ لوگ حضرت نقیب الاشراف کی پشت کی طرف . . . بہت دیر تک یونہی کھڑے رہے یہاں تک حضرت کی نظر ان پر پڑی . . . وہ تیزی اور بے قراری کے ساتھ یکدم کھڑے ہو گئے اور مشائخین کرام میں سے ایک صاحب بڑھ کر ادب کے ساتھ حضرت سے بیٹھے ہوئے ہی مصافحہ کر لینے کی کوشش کرنے لگے مگر وہ ایسا نہ کرسکے

حضرت نقیب الاشراف مدظلہ العالی کا ادب جو ان کردی مشائخین نے کیا حضرت کا وہ احترام جو ان لوگوں نے ملحوظ رکھا اور پھر حضرت نے جواباً ان لوگوں کا جو لحاظ فرمایا اس کی یاد اب تک بھی بیچین کرتی ہے اور اپنی محرومیوں کا راز بتاتی ہے۔

درگاہ شریف کی موجودہ جالی اسی سال تبدیل کی گئی ہے جالی اقدس پر پنجتن پاک علیہم السلام کے اسماء گرامی سورہ دہر (بسم اللہ کے ساتھ) آیت الکرسی اور حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کی تحریر فرمودہ نعت شریف کے دس اشعار درج ہیں۔

آدابِ زیارتِ بارگاہِ مبارک

زائر حجرۂ شریفہ میں جہاں آپ تشریف فرما ہیں جنوبی دروازہ سے داخل ہوتے ہیں۔ اور پائیں مبارک سے گزر کر شمالی حصہ میں آجاتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ اس طرح حجرہ شریفہ میں داخل ہوتے وقت زائر قبلہ رُخ ہوتا ہے۔ سامنے جالی پر نظر پڑتی ہے تو پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ سورہ دہر کی ابتدائی آیاتِ کریمہ (لا یرید منکم) تک نظر نواز ہوتی ہیں۔ اس طرف نعتِ شریف کے تین اشعار جالی میں نقش ہیں۔

غلامِ حلقہ بگوشِ رسولِ سادا تم
(۱) زہے نجات نمودن حبیبِ آیاتم (صلی اللہ علیہ وسلم)

کفایت ست بہ مدحِ رسول و اولادش
(۲) ہمیشہ در دو جہاں جملہ مہماتم (صلی اللہ علیہ وسلم)

ز غیرِ آلِ نبی گر کہ حاجتی طلبم
روا مدار یکے از ہزار حاجاتم (صلی اللہ علیہ وسلم)

اشعار کے ساتھ ہی اللہ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) علی (رضی اللہ عنہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نقش ہے۔

پائیں کے حصہ میں سورہ دہر کی آیتیں "جزاءً ولا شکوراً" سے "تقدیراً" تک نقش ہیں۔ نعت شریف کے دو اشعار کے درمیان "حسن" (رضی اللہ عنہ) نقش ہے۔

دلم ز حبِّ محمد پُراست و آلِ مجید — گواہ حالِ من است ایں ہمہ حکایاتم
چو ذرہ ذرہ شود ایں تنم بخاکِ لحد — تو بشنوی صلوات از جمیعِ ذراتم

مواجہ شریف کے طرف کے حصہ پر سورہ دہر "نحن خلقناکم" تک درج ہے۔ اشعار سے پہلے اور درمیان میں "یا حسین" رضی اللہ عنہ اللہ جل شانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ نقش ہے۔ اس طرف یہ تین اشعار ہیں۔

کمینہ خادم خدام خاندان تو ام ؛ نہ خادمی تو دائم بود مناجاتم
سلام گویم و صلوات با تو ہر نفسی ؛ قبول کن بہ کرم این سلام و صلواتم
گناہ بیحد من بین تو یا رسول اللہ ؛ شفاعتی بکن و محو کن خیالاتم صلی اللہ علیہ وسلم

یہاں بجے یہ عرض کرتا ہے کہ جالی مبارک پر "نہ خادمی تو دائم بود" کے بعد کا لفظ مجھے برابر سمجھ میں نہیں آیا یہاں آکر میں نے نعتِ شریف کے مجموعہ میں سے لفظ "مناجاتم" نقل کر لیا ہے ہو سکتا ہے وہ کوئی اور لفظ ہو۔ حق تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں۔

سرہانے کے طرف سورہ دہر کی باقی آیتیں ہیں اور اس کے ساتھ آیت الکرسی نقش ہے۔ نعتِ شریف کے مندرجہ ذیل اشعار کے درمیان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی نقش ہے۔

زنیک و بد ہمہ دانند کہ من محمدیم
خلائقی کہ کنند گوش بر مقالاتم } (صلی اللہ علیہ وسلم)

ملوی تحی زبہر نجات میگویید
درود سید کونین در مناجاتم } (صلی اللہ علیہ وسلم)

جالی کے جنوبی حصہ میں دروازہ ہے جس پر یہ عبارت تحریر ہے۔

بسمہ تعالیٰ

: در درگاہ عبدالقادر گیلانی شیخ محمد شیخ عبدالکریم گستر انی۔ عمل حاج مصطفیٰ
راد زرگاریان و قلم زنی حسین عباسی پور و نجاری حاج قاسم سنہ ١٢٩٧ھ

یہاں یہ بات یاد رکھنی ہے کہ تنی جالی ۱۴۰۲ھ میں تبدیل کی گئی ہے۔
جالی مبارک پہ تاریخ قلزنی درج ہے۔ جالی مبارک کے اندر اونچی مزار
شریف پہ ہمیشہ غلاف رہتا ہے۔ جو زائر کی چشم ظاہر کی حد ہے۔ یہاں
حاضر ہونے سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی جاتی ہے پھر
لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ زائرین اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ
ضرور لاتے ہیں۔ چاکلیٹ عموماً بکثرت لائے جاتے ہیں جو کبھی تو اچھال
دیئے جاتے ہیں اور کبھی تقسیم کئے جاتے ہیں۔ فاتحہ خوانی اور سلام گزران
کر نکلنے تک عموماً جیب چاکلیٹوں سے بھر جایا کرتے تھے جو ایک ہفتہ
تک ہمارا ساتھ دیتے تھے۔

بعض لوگ پتہ نہیں کہاں کے لوگوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ جالی سے قفل
لگا دیا کرتے ہیں جس پہ نظر پڑتے ہی منتظم درگاہِ شریفہ میں سے کوئی نہ کوئی
اسے فوری کاٹ کر پھینک دیتا ہے اس مقصد کے لئے یہاں ایک قینچی
منتظمین کے پاس ہے جو بڑے بڑے قفل بھی کاٹ دیتی ہے۔ اس سے ہٹ
کر بعض لوگ جن میں عرب بھی شامل ہیں دروازہ سے حاضر ہوتے ہوئے زنجیر
پہ ہلکا سے ہاتھ رکھ لیتے ہیں۔ جمعرات کے دن مغرب کے بعد محفلِ وعظ
منعقد ہوتی ہے خطیب صاحب کے وعظ کا سلسلہ عشاء کی نماز تک رہتا
ہے اور عشا کی سنتوں کے بعد دعا ہوتی ہے۔

یوں تو یہاں ہر نماز کے بعد دعا، ثانی فاتحہ پہ ختم ہوتی ہے مگر اس
دن خاص اہتمام ہوتا ہے۔

جمعہ کے دن نماز کے بعد مسجد میں حلقۂ ذکر ہوتا ہے۔ ذکر جہری
کھڑے ہو کر بھی کرتے ہیں اور اس کا سلسلہ بعض وقت گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ

تک رہتا ہے۔ ضعیف لوگ بیٹھ جاتے ہیں۔ ذکر کرتے ہوئے بیخودی کا
عالم عجیب ہوتا ہے۔ مسجد کے مشرقی حصہ میں قصائد اور نعت کے بعد
سلام بھی ہوتا ہے۔ زیادہ تر حسب ذیل سلام سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

یا نبی سلام علیک   یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک   صلوات اللہ علیک

عربی سلام اور عربوں کی زبانی۔ حق تعالیٰ پھر یہ موقع سرفراز فرمائیں آمین
محفل برخواست ہونے کے بعد بعض ہندوستانی اور پاکستانی حضرات
حضرت احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا سلام بھی پڑھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

"مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام"

حضرت عبدالجبار قدس سرہ العزیز کا روضہ مبارکہ بھی حضرت پیران
پیر رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کے روضہ شریف کے احاطہ میں باب الداخلہ
کے سیدھے ہاتھ کی جانب ہے درگاہ شریف سے واپس ہوتے ہوئے وہاں
حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ یہاں مزار شریف کے اطراف جالی لگی
ہے۔ مزار شریف کے اوپر لکڑی کا تریم اور اس پر غلاف شریف ہے
جیسا کہ یہاں بغداد شریف میں عام طریقہ ہے۔ زائرین کھڑے ہو کر ہی
مزار شریف کو بوسہ دیتے ہیں۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے روضہ
کی جالی کو لوگ نہ صرف بوسہ دیتے ہیں بلکہ عقیدت سے اس پر چہرہ
اور جسم ملتے ہیں۔ جالی مبارکہ کو ہاتھ لگا کر چہرہ پر ملتے ہوئے دیکھ کر
بلیاختہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
پہ ہاتھ لگا کر چہرہ پہ ملنا یاد آگیا۔
جمعہ کی نماز کے بعد لوگ کھانے کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور حصول برکات

کے لئے ذی حیثیت عرب بھی بے چینی سے آگے بڑھتے ہیں۔

مسجد کا وہ حصہ جن میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ آرام فرما رہے ہیں مدرسہ کا حصہ ہے جو وسعت مسجد کے بعد مسجد کے حصہ میں آگیا ہے۔ مسجد کا قدیم حصہ جس پر گنبد ہے درمیان میں ہے درگاہ شریف کا کمرہ بائیں طرف (یعنی مشرقی حصہ میں) ہے اس کے بعد مسجد کا باقی حصہ ہے۔ جمعہ کے دن دروازہ معمور کر دیا جاتا ہے اور حجرہ مبارکہ کے تینوں طرف نماز ہوتی ہے درگاہ شریف کا دروازہ نماز سے پندرہ بیس منٹ قبل بند کر دیا جاتا ہے اور پھر نماز کے ساتھ ہی کھول دیا جاتا ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد دو تین گھنٹے کھلا رہتا ہے۔ احاطہ درگاہ اور حجرۂ شریفہ میں عورتوں کے داخلہ پر پابندی نہیں ہے۔ بلکہ وہ بھی برقعہ پہن کر حجرۂ شریفہ میں داخل ہوتی ہیں اور زیارت سے مشرف ہوتی ہیں ایک خاص بات جو یہاں بغداد شریف میں دیکھنے میں آئی وہ یہ ہے کہ یہاں عورتیں بغیر برقعہ پہنے درگاہوں پر حاضر نہیں ہوتیں بے پردہ پھرنے والی عورتیں ساتھ برقعہ رکھتی ہیں اور احاطہ میں داخل ہوتے وقت پہن لیتی ہیں اور جاتے ہوئے برقعہ اتار لیتی ہیں۔ یہ ان کے پوشیدہ جذبۂ ایمانی کی علامت ہے

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سعادت حاضری سے پھر ایک بار سرفراز فرمائیں اور ایک بار پھر فیوضات غوثیت مآب رضی اللہ عنہ سے مالا مال فرمائیں اور بعد ظاہر و باطن کو منور کیا۔

سید غوث محی الدین نصر الحق

حضور غوث الاعظمؒ کے خطبات، ان کے ارشادات رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ آنحضورؒ سے ہماری وابستگی ایمان کی پختگی اور نجات اُخروی کی صورتگری کو کافی ہے۔

مشہور و معروف اعلیٰ درجہ کے بیکری گڈس سپلائر

فون نمبر 52193

دی سن رائز بیکری گڈس سپلائیر اینڈ جنرل اسٹور

سلطان پورہ ۔ حیدرآباد

نوٹ:۔ مجلس اور تقاریب کے لئے بیکری گڈس کیلئے آرڈر لیک کئے جاتے ہیں۔

نظیر علی عدیلؔ

منقبت

○

آفتابِ حشر سے کیا ہو پریشانی مجھے
مل گیا ہے دامنِ محبوبِ سبحانیؒ مجھے

گر نہیں ملتا درِ محبوبِ سبحانیؒ مجھے
کوستی رہتی قیامت تک یہ پیشانی مجھے

جا رہا ہوں ان کے پیچھے میں خدا کے سامنے
کتنی مشکل راہ میں ہے کتنی آسانی مجھے

تم نے مُردوں کو عطا کی ہے دوبارہ زندگی
زندگی میں زندگی دو غوثِ صمدانیؒ مجھے

تھا کچھ ایسا آنسوؤں کا زور ان کی یاد میں
حوضِ کوثر تک بہا لایا ہے یہ پانی مجھے

اے جہنم چلتے چلتے ٹھنڈے دل سے غور کر
کیا بچا سکتے نہیں محبوبِ سبحانیؒ مجھے

اک ہرا جھنڈا ابھی اپنے ساتھ لاؤں گا عدیلؔ!
وہ دوبارہ دے اگر حکمِ جہاں بانی مجھے

○

ماہنامہ "ذوقِ نظر"

ادب دوست حضرات کی نگاہوں میں

بہت جلد اپنا مقام پیدا کرلے گا۔ اس تعلق سے

ہم اپنی نیک اور پرخلوص تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں۔

میسرس حکیم اینڈ کمپنی

فون 522909

تاجر عطریات پتھرگٹی

حیدرآباد

ڈاکٹر یعقوب عمر

سلسلۂ قادریہ ہندوستان میں

ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ نے سب سے آخر میں قدم رکھا۔ اس سے قبل سہروردی، چشتی اور نقشبندی سلسلے کے بزرگوں نے ہندوستان کے طول وعرض میں عرفانیات کی شمع روشن کر رکھی تھی۔

دکن کی سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلے اس سلسلے کے ایک بزرگ شاہ نعمت اللہ قادری (متوفی ۸۳۴ھ/۱۴۳۰ء) نے یہاں قدم رکھا لیکن اس سلسلے کی وسیع پیمانے پر اشاعت کے ذمے دار حضرت مخدوم محمد گیلانی قدس سرہ تھے۔

حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے حالات میں سب سے پہلی کتاب بہجتہ الاسرار ملتی ہے جس کے مولف علی ابن یوسف التشتوفی ہیں اس کا فارسی میں خلاصہ شہزادہ داراشکوہ کی خواہش پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کیا تھا جو "زُبدۃ الآثار" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا اردو ترجمہ "کحل الابصار" کے نام سے ملتا ہے۔ التشتوفی نے ۷۱۳ھ/۱۳۱۴ء میں وفات پائی اس لحاظ سے یہ حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے وصال کے سو سال بعد تالیف ہونے والی سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس میں شرح وبسط کے ساتھ آپ کے حالات وکمالات بیان کئے گئے ہیں اس کے بعد آپ کے حالات میں ذہبی کی تحریرات ملتی ہیں جس نے ۷۴۸ھ/۱۳۴۸ء میں وفات پائی۔ علاوہ ازیں اس سلسلے پہ جناب اسماعیل ابن محمد سعید کی کتاب الفیوضات الربانیہ میں بھی کافی تفصیلات پائی جاتی ہیں۔

تقی الدین عبدالرحمن الواسطی اپنی کتاب (تریاق صفحہ ۵) میں رقم طراز ہے کہ آپ کی برکت سے وفات کے کئی سالوں بعد آپ کے سلسلے نے فروغ حاصل کرنا شروع کیا چنانچہ آپ کے دو صاحبزادوں حضرت عبدالرزاق اور حضرت عبدالعزیز نے آپ کی تعلیمات کی اشاعت کی جس میں آپ کے دوستوں اور بہی خواہوں نے بڑی مدد کی الشتنوفی کے مطابق آپ کے مرید اور خلفاء نے آپ کی تعلیمات کے فروغ میں بڑا کام کیا ہے چنانچہ یمن میں حضرت علی الحداد، شام میں حضرت محمد البطائحی اور مصر میں حضرت محمد ابن عبدالصمد قابل ذکر ہیں۔

سلسلہ قادری کی وسعت

اگرچہ ۱۳۰۰ء میں عراق و شام میں قادری خانقاہیں موجود تھیں لیکن ۱۵۰۰ء سے اس سلسلے کو زبردست شہرت ملنا شروع ہوگئی اور اسی دوران سلسلۂ قادریہ کی تعلیمات کی صورت گری بھی ہوئی۔

سب سے پہلی قادری خانقاہ ابوبکر بن داؤد حنبلی نے ۸۰۰ھ میں دمشق میں قائم کی جسے ان کے صاحبزادے عبدالرحمن نے اور ترقی دی اسے تذکروں میں زاویہ داؤدیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۱۵۰۰ء میں حجاز سے یہ سلسلہ سوڈان میں تاج الدین بغدادی کی کوششوں سے پہنچا اسماعیل رومی (متوفی ۱۰۴۱ھ) کی کوششوں سے یہ سلسلہ استنبول میں قائم ہوا یہاں انھوں نے ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی جو توپ خانے کے نام سے مشہور تھی۔ حضرت اسماعیل رومی کا نام اس سلسلے کے بانیوں میں بڑی ممتاز حیثیت رکھتا ہے چنانچہ انھیں وہاں عموماً "پیر ثانی" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے انھوں نے ترکی کے طول و عرض میں قادری سلسلے کے تقریباً ۸۰ تکئے قائم کئے۔

بغداد کی تباہی

بغداد چونکہ اسلامی دنیا کے مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا تھا اس لئے کئی بار اس شہر کو تباہی و بربادی کا نشانہ

بننا پڑا۔ سب سے پہلی تباہی جو قیامت صغریٰ سے کم نہ تھی ہلاکو خاں کا حملہ تھا جس نے خلیفہ بغداد کو ہلاک کر کے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور جو کشت و خون ہوا اس نے شیراز کے اہل دل بزرگ اور شاعر شیخ سعدیؒ سے ایک نہایت دردناک قصیدہ کہلوادیا ؎

آسماں راحق بود گر خوں ببارد بر زمیں
بر زوال ملک معتصم امیر المومنیں

چنانچہ اس تباہی کے دوران ۱۲۵۸ء میں حضرت غوث پاکؒ مزار کا گنبد بھی شہید کر دیا گیا تھا جسے کئی سال بعد از سر نو تعمیر کر دیا گیا ایران میں صفوی سلطنت برسر اقتدار آئی جس نے شیعہ مذہب کو اپنا سرکاری مذہب قرار دیا اور اس سلسلے میں کافی جبر و تشدد سے کام لیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطنت عثمانیہ سے صفویوں کی ٹھن گئی چنانچہ شاہ اسمٰعیل صفوی نے ۱۵۰۸ء میں بغداد کو تہس نہس کر دیا اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ صفویوں کو خاص طور پر سلسلہ قادریہ سے کد تھی لہذا نہ صرف گنبد دوبارہ شہید کر دیا گیا بلکہ قادری خاندان کی ممتاز ہستیوں کو شہر بدر بھی کیا گیا چنانچہ اسی زمانے میں اس خاندان کی کئی مایہ ناز ہستیوں نے ہندوستان میں پناہ لی اور اس طرح اس بابرکت سلسلے کا ہندوستان میں فروغ ہوا۔

۲۶ سال بعد ترکی کے شہنشاہ سلیمان اعظم نے ۱۵۳۴ء / ۹۴۱ھ از سر نو بغداد فتح کر لیا اور حضرت کے مزار کی گنبد کی دوبارہ تعمیر میں نہ صرف سرگرم حصہ لیا بلکہ عطیہ بھی دیا۔ ۱۶۲۳ء میں شاہ عباس صفوی نے پھر بغداد پر حملہ کر دیا اور حضرت کے مزار کا گنبد ایک مرتبہ پھر شہید کر دیا گیا جسے ترکی کے شہنشاہ مراد چہارم نے ۱۶۳۸ء / ۱۰۴۸ھ میں دوبارہ تعمیر کروایا۔

سلسلہ قادریہ ہندوستان میں

ہندوستان میں جہاں تک غیر مستند روایات کا تعلق ہے حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے ایک صاحب سید یوسف الدین سنہ ۱۴۲۱ء میں عراق عرب سے سندھ میں وارد ہوئے اور ٹھٹھ میں قیام پذیر ہو کر رشد و ہدایت کرنے لگے۔ ان کی کوششوں سے وہاں کے مشہور لوہانہ خاندانوں کے سربرآوردہ افراد نے مذہب اسلام قبول کر لیا۔ میمن قوم اسی لوہانہ نسل سے ہے۔ سید یوسف الدین وفات سے پہلے عراق واپس چلے گئے۔ اور جن کو وہ اپنا جانشین مقرر کر گئے تھے وہ کاٹھیاواڑ کے علاقے مندرہ میں جا کر بس گئے۔ چنانچہ پوری میمن قوم اپنے اسلام کے لئے ان قادری بزرگوں کی مرہون منت ہے۔

جہاں تک مستند روایات ملتی ہیں اس کی رو سے حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے سب سے پہلے جس نے اس سرزمین پر قدم رکھا وہ حضرت مخدوم محمد گیلانیؒ تھے۔

مخدوم محمد گیلانی حلبیؒ | ہلاکو خاں نے جب بغداد کی سرزمین پر تباہی مچادی تو حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا خاندان گرامی بھی مشکلات سے دوچار ہو گیا چنانچہ اکابرین وہاں سے ہجرت کر کے حلب چلے گئے۔ مخدوم محمد گیلانی حلب میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلۂ نسب دسویں پشت میں جا کر غوث پاک سے مل جاتا ہے۔ آپ اپنے والدین کے انتقال کے بعد ایران وخراسان ہوتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے اور اوچ میں قیام کیا۔ یہ علاقہ متحدہ پنجاب کے مغربی حصے میں واقع ہے اور آج کل پاکستان میں ہے۔ ہندوستان میں یہ ۱۴۸۲ء کے لگ بھگ آئے۔ سکندر لودھی کو ان سے بڑی عقیدت تھی انہوں نے ۱۵۱۷ء میں انتقال فرمایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مطابق آپ شاعر بھی تھے اور قادری تخلص فرماتے تھے۔ انھوں نے کلام کا نمونہ اخبار الاخیار میں درج کیا ہے۔

مخدوم عبدالقادر ثانیؒ

مخدوم محمد گیلانی حلبی کا نام ٹری منگھم[1] نے محمد غوث بتلایا ہے جب کہ شیخ محمد اکرام، شیخ عبدالقادر محدث دہلوی کے حوالے سے مخدوم محمد گیلانی تحریر کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ دونوں نام آپ کے اسم گرامی میں شامل رہے ہوں گے بہرحال آپ کے چار صاحبزادے تھے جن میں سے عبدالقادر ثانی کو عرفانیات میں بڑا درک حاصل تھا۔ جب آپ کے پدر بزرگوار کا انتقال ہوا تو حاکم وقت سے ساز باز کر کے ان کے دوسرے بھائیوں نے مسند ارشاد پر قبضہ کرنا چاہا جب آپ کو معلوم ہوا تو ساری املاک و جائداد سے دست بردار ہوگئے اور ان کی ساری دستاویزات حاکم وقت کے پاس بھیج دیں کہ جو اس کے طالب ہیں انھیں سپرد کر دی جائے۔ یہ دیکھ کر حاکم وقت کو سخت ندامت ہوئی اور اس نے اس سلسلے میں کئے گئے اقدامات پر سخت پشیمانی کا اظہار کیا اور آپ کو اعزاز و اکرام کے ساتھ دربار میں آنے کی دعوت دی مگر اس بادشاہ محراب قناعت نے یہ شعر لکھ بھیجا کہ میں آپ کے الطاف و عنایات کا سزاوار نہیں اس کے مستحق تو طالب دنیا ہیں ۔

کسی کہ خلعت سلطان عشق پوشیدہ است ٭ بحلہ ہائے بہشتی کجا شود دل شاد

بیان کیا جاتا ہے کہ دورِ شباب میں آپ نہایت رنگین مزاج واقع ہوئے تھے۔ مطرب، مغنی اور چنگ و رباب کا بڑا شوق تھا۔ اسی دوران ایک مرتبہ آپ تمام آلات غنائی کے ساتھ ناقہ پہ سفر کر رہے تھے۔ اثنائے راہ شکار کھیلنے لگے۔ دوران شکار ایک دُرّاج نے انتہائی دل کو چھو لینے والی آواز میں زمزمہ کیا۔ اس آواز کو سن کر ایک اہلِ دل جو اس دشت میں موجود تھا،

---

[1] SUFI ORDERS IN ISLAM - BY: J.S TRIMINGHAM

کہنے لگا۔ ایک دن یہ ست شباب بھی اسی طرح عشق الٰہی میں آہ وزاری کریگا۔ ان فقروں کا سننا تھا کہ آپ پر ایک کیفیت سوز و گداز طاری ہوگئی۔ آہستہ آہستہ عشق حقیقی نے اپنا رنگ جمانا شروع کیا اور آپ نے موئی سے لو لگالی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سماع سے سخت متنفر ہوگئے اور اپنے مریدوں کو بھی سختی سے روکا۔

آپ کو عبد القادر ثانی کے نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی روحانی فتوحات براہ راست حضرت غوث اعظم کی مرہون منت تھیں اور آپ روحانیت میں ان کے حقیقی جانشین تھے۔ تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ آپ کی چشم حقیقت بیں جس پر ایک نگاہ غلط انداز بھی ڈال دیتی اس کی تالیف قلبی ہوجاتی تھی۔ آپ نے ۱۵۳۲ء میں وفات پائی۔ آپ کے پوتے سید حامد گنج بخش اپنے زمانے کے شیخ وقت تھے۔ ان کے فرزند شیخ موسیٰ پاک شہید کا شمار بھی سلسلۂ قادریہ کے اکابرین میں ہوتا ہے مزار ملتان میں ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے سلسلۂ قادریہ میں انہی کے ہاتھ پہ بیعت کی تھی۔

مورخ عبد القادر بدایونی کا بیان ہے کہ شیخ موسیٰ کو شریعت کی پیروی کا خیال نہایت شدت سے تھا۔ اگرچہ کہ بادشاہ اکبر اعظم کے ساتھ رہنے کا اکثر و بیشتر اتفاق ہوتا تھا مگر وہ کسی قسم کی رو رعایت نہ کرتے تھے۔ بادشاہ کی موجودگی میں بھی اگر نماز کا وقت ہوجاتا تو دیوان خانے کے یا دربار کے کسی کونے میں اذان دیکر نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کردیتے اور کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ انھیں اس عمل سے باز رکھ سکتا۔

شیخ داؤد کرمانی رح

آپ شیخ داؤد شیخ بخش کے نانا تھے۔ نہایت ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف عبد القادر بدایونی بلکہ دیگر تذکرہ نگار اور مورخ بھی آپ کا ذکر نہایت عقیدت سے کرتے ہیں آپ کا مزار ضلع منٹگمری (ساہیوال) کے ایک قصبہ شیر گڑھ میں ہے۔ آپ نے

۱۵۷۲ء میں وفات پائی۔

آپ کے آباؤ اجداد سرزمین عرب سے وارد ہندوستان ہوئے تھے۔ یہاں انھوں نے ملتان کے قریب بود و باش اختیار کی۔ آپ کی علمی تربیت لاہور میں مولانا اسمٰعیل کے زیر نگرانی ہوئی جو فارسی کے مشہور صوفی شاعر ملا نورالدین عبدالرحمٰن جامی کے شاگرد تھے۔

جلد ہی آپ پر رنگ حقیقت غالب آگیا اور آپ نے نسبت اویسی کے ذریعہ حضرت غوث اعظمؒ کی روح سے اکتساب فیض کیا۔ دنیائے ظاہری میں انھوں نے اس سلسلے سے نسبت استوار کرنے کے لئے شیخ حامد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ریاضت شاقہ نے بہت جلد آپ کو سارے ہندوستان کا مرکز نظر بنا دیا۔ سلیم شاہ سوری کا زمانہ تھا اور مخدوم الملک کے ہاتھ میں مذہب و دینیات کا قلمدان تھا وہ شریعت کی پیروی میں حد غلو تک پہنچے ہوئے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ان کی شہرت سنی تو فرمان جاری کروا دیا کہ وہ ان سے آکر دربار سلیم شاہی میں ملاقات کریں۔ اتفاق سے فصیل شہر کے باہر ملاقات ہوگئی چنانچہ شیخ داؤد نے پوچھ لیا کہ فقیر کو کس لئے طلب کیا گیا ہے۔ مخدوم نے پوچھا کہ تمھارے مرید "یاداؤد" "یا داؤد" کا ورد کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ شاید کچھ غلط فہمی ہوگئی ہے وہ "یا ودود" کا ذکر کرتے ہوں گے۔ آپ کی اس بے کانہ گفتگو اور چہرے سے مترشح زہد و اتقا کے جلوے دیکھ کر مخدوم الملک کو خاموش ہونا پڑا چنانچہ شیخ داؤد نے انھیں نصیحتیں کیں اور واپس ہوگئے۔

بدایونی کا بیان ہے کہ حضرت غوث اعظمؒ کی ولادت کے دن آپ کی خانقاہ میں ایک لاکھ آدمی تناول کرتے تھے۔ شیخ کی سب سے بڑی خصوصیت جس کا اس دور کے تمام تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے وہ ہے آپ کی پرہیزگاری اور پابندی شریعت۔ اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔

اکبر اعظم جیسے مطلق العنان بادشاہ تک کو آپ کی کسر نفسی خاطر میں لاتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اکبر نے ان سے ملاقات کرنی چاہی تو آپ نے صاف کہلا بھیجا کہ میں یہاں بیٹھ کر آپ کے حق میں دعائے خیر کرتا رہتا ہوں اس سے زیادہ کی مجھ سے توقع نہ رکھیں۔ آپ کے جانشین شیخ ابو المعالی قادری اپنے وقت کے مشہور قادری بزرگ گزرے ہیں اس کے علاوہ شیخ عبدالحق کو بھی آپ سے بڑی ارادت تھی۔

شاہ ابو المعالی قادریؒ لاہوری

شاہ ابو المعالی مخدوم موسیٰ گیلانی کے مشہور پیر بھائی شیخ داؤد کرمانی کے سجادہ نشین تھے۔ ان کا اصلی نام خیرالدین تھا۔ ضلع سرگودھا کے موضع بھیرہ کے رہنے والے تھے۔ قادری سلسلہ کے اکابرین میں آپ کا شمار ہوتا ہے اور آپ نے نہ صرف پنجاب بلکہ دارالخلافہ تک اس سلسلے کو رونق بخشی چنانچہ شیخ محدث دہلوی کو تصنیفات کی ترغیب دینے میں ان کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ شیخ عبدالحق حضرت خواجہ باقی باللہ کے بعد تمام روحانی مسائل ان سے رجوع کرتے اور جواب شافی پاتے تھے۔ شاہ ابو المعالیؒ نے ۱۰۲۵ھ میں وفات پائی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی عمر کے آخری دور میں قادری رنگ میں رنگ گئے تھے اور یہ دراصل ان قادری بزرگوں کی صحبت کا اثر تھا جن سے انھوں نے نہ صرف اوائل جوانی میں بیعت کی بلکہ عمر کے آخری دور میں بھی ان کی رہنمائی سے وہ فیضیاب ہوتے رہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے بے حد انس ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضرت کی تصنیفات کو عام کرنے میں شیخ عبدالحقؒ نے بڑی کوشش کیں۔ غنیۃ الطالبین کا ترجمہ' فتوح الغیب کی تشریح

کرنے کے علاوہ شیخ نے اپنی معرکتہ الآراء کتاب "اخبار الاخیار" میں غوث پاکؒ کے حالات سب سے پہلے تحریر کئے۔ آخر میں دارا شکوہ کی فرمائش پر "بہجتہ الاسرار" کا ترجمہ کیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ درحقیقت سلسلۂ نقشبندیہ کے پیرو تھے۔ مگر طبقات شاہجہانی کے مولف نے لکھا ہے کہ شیخ نے خواب میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت کی اور ان کے حکم پر سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے بیعت کی۔ یہ رمز اس وقت سمجھ میں آتا ہے جب کہ سو سال بعد حضرت شاہ ولی اللہ نے الہامی اشارہ پر چاروں سلاسل کو جمع کر دیا۔

حضرت میاں میر قادریؒ

حضرت میاں میر قادریؒ کا حقیقی نام میر محمد تھا۔ سندھ میں پیدا ہوئے۔ قاضیوں کے مشہور خاندان سے آپ کا تعلق تھا۔ اپنی والدہ ماجدہ سے طریقہ قادریہ کی تعلیم حاصل کی۔ علوم ضروریہ کی تکمیل کے بعد آپ نے شیخ سیوستانیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ۲۵ سال کی عمر میں لاہور تشریف لائے اور عوام کی ہدایت کے لئے مسند ارشاد پر جلوس کیا۔ چالیس سال تک آپ لاہور میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے اور اس کے لئے ساری عمر تجرد میں گزاردی محی الدین ابن عربیؒ کے فلسفہ وحدت الوجود سے آپ کو فطری مناسبت تھی۔ فتوحات مکیہ اور نصوص الحکم کے مطالب آپ کو ازبر تھے۔

حضرت میاںؒ میر کو جہانگیر اور شاہجہاں کے دور میں بڑا عروج نصیب ہوا۔ چنانچہ یہ دونوں مغلیہ بادشاہ اپنے شہزادوں اور دیگر ارکان خاندان سمیت آپ کے معتقد تھے۔ جہانگیر نے اپنی "تزک جہانگیری" میں ان کا ذکر بڑی عقیدت سے کیا ہے یہاں تک کہ میاں میرؒ اس سے خط و کتابت

نہیں جہونکا تی۔ دیگر تذکرہ نگار بھی آپ کی ریاضتوں اور مجاہدات نفس کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کڑی ریاضتوں سے عوام و خواص میں آپ نہایت مقبول ہو گئے تھے اور آپ کی گفتگو میں اتنی زبردست تاثیر پیدا ہو گئی تھی کہ لوگ آپ کی مرضی سے سرمُو انحراف نہ کرتے کشمیر میں شیعہ سنی اختلافات بہت شدید تھے مگر آپ کی مساعی سے یہ اختلافات بہت جلد ختم ہو گئے اور آپ نہایت اطمینان سے چاروں خلفائے راشدہ کی برسر مجلس مدح سرائی کرتے تھے۔

ملا شاہ قادریؒ پر وحدت الوجودی رنگ غالب تھا چنانچہ ایک دن حالت سکر و مستی میں ان کی زبان سے ایک ایسا شعر نکل گیا جس کی بنا پر بڑی کھلبلی مچ گئی ؎

پنجہ در پنجۂ خدا دارم ۔ من چہ پروائے مصطفےٰ دارم

کشمیر کے علمائے کرام نے فتویٰ دیا کہ ملا شاہؒ واجب القتل ہیں کیونکہ انھوں نے ایک ایسا شعر کہا ہے جس سے کفر لازم آتا ہے۔ شاہجہاں پر زبردست دباؤ ڈالا گیا کہ حد شرعی جاری کی جائے قریب تھا کہ شاہجہاں حکم جاری کر دیتا مگر عین موقعہ پر دارا شکوہ کی سفارش پر ان کے مرشد میاں میر نے فرمایا کہ بعض کیفیات سلوک کے زیر اثر ملا شاہ سے یہ بات سرزد ہو گئی ہے ایسی باتوں سے انھیں پرہیز کرنا چاہیئے اور اس کے لئے سزائے قتل دینا مناسب نہیں۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد شاہجہاں کی ملا شاہ بدخشی سے ملاقات ہوئی جب کہ وہ کشمیر آیا تھا۔ دارا شکوہ نے سکینہ میں اس ملاقات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے اس ملاقات میں شاہجہاں موصوف کی ذہانت سے بیحد متاثر ہوا چنانچہ اسی سال یعنی ۱۰۴۹ھ میں شہزادی جہاں آرا اور شہزادہ دارا شکوہ نے حضرت ملا شاہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۱۰۵۵ھ میں ا[illegible] کے ساتھ ملا شاہ کے [illegible]

پھر نکالا اٹھ کھڑا ہوا اور کشمیر کے گورنر کے نام فرمان جاری ہوا کہ انھیں بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دے مگر ناسازی صحت کی بنا پر وہ نہ آسکے کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد ملا شاہ نے اورنگ زیب کی تخت نشینی پر لکھے ہوئے اشعار بادشاہ کے پاس بھیجے جس کی بنا پر اورنگ زیب نے اپنا پہلا حکم واپس لے لیا اور حکم دیا کہ ملا شاہ کشمیر کو چھوڑ کر لاہور میں قیام کریں چنانچہ ۱۶۶۰ء میں وہ لاہور آگئے۔ لاہور آنے کے بعد انھوں نے مکمل گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ۱۶۶۱ء میں آپ کا وصال ہوا۔

داراشکوہ قادری

داراشکوہ ۱۶۱۵ء میں پیدا ہوا اور چونکہ بڑی منتوں اور مرادوں سے پیدا ہوا تھا لہٰذا شاہ جہاں کے لاڈ پیار نے اس پر کچھ منفی اثرات بھی یقیناً مرتب کئے تھے ۱۹ سال کی عمر میں وہ بہت بیمار ہو گیا اور طبیبوں نے امید چھوڑ دی تو شاہجہاں اُسے حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں لے گیا اور ان کی دعاؤں سے وہ صحتیاب ہو گیا۔ یہیں سے اُسے سلوک اور اہل سلوک سے دلچسپی ہو گئی۔

داراشکوہ کا بیان ہے کہ حضرت میاں میرؒ نے وفات کے بعد اسے عالم رؤیا میں مشاہدے اور مراقبے کی تعلیم دی۔ سفینۃ الاولیا نامی کتاب میں دارشکوہ نے اپنے آپ کو حنفی و قادری لکھا ہے اور سلاسل صوفیا میں سلسلہ قادریہ کو اولیت دی ہے۔ داراشکوہ شعر بھی کہتا تھا اور قادری تخلص کرتا تھا ۱۶۴۶ء میں اس نے ایک صوفیانہ رسالہ "حق نما" تحریر کیا۔ صوفیا کے کیف و سرور میں کہے گئے کلمات کا مجموعہ "حسنات العارفین" کے نام سے مرتب کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ داراشکوہ وحدت الوجود کے فلسفے میں اتنا بہہ گیا تھا کہ اس نے ہندو ویدانت کو قرآنی عرفانیات سے تطبیق دینی شروع کر دی تھی اور چونکہ یہ بیحد نازک مسئلہ تھا اور شہزادہ ہونے کے ناطے شاید کسی کو جرأت

نہ ہوئی کہ وہ اسے اس سلسلے میں صحیح مشورہ دیتا اور شاید یہی وجہ تھی کہ غلط فہمیوں اور کچھ غلط خیالیوں کی بنا پر دارا شکوہ کا انجام نہایت دردناک ہوا۔

شاہ ولی اللہؒ قادری سلسلے کے اکابرین میں شاہ ولی اللہؒ کا نام نامی لینا اگرچہ اصولاً صحیح نہیں ہے لیکن موصوف نے تصوف کی تاریخ میں ایک ایسا انقلابی اقدام کیا کہ ان کا تذکرہ کئے بغیر چارہ بھی نہیں، تھا موصوف نے ہندوستان کے چاروں اہم سلاسل تصوف سہروردیہ، چشتیہ نقشبندیہ اور قادریہ سبھی کو متحد کر دیا تاکہ چاروں خانوادوں سے فیض حاصل کیا جاسکے چنانچہ اس انقلابی اقدام کا نتیجہ یہ ہوا کہ اختلافات کی خلیج بڑی حد تک بھر گئی اور ایک نئی تحریک وحدت اسلامی نے جنم لیا۔

شاہ ولی اللہؒ کے بعد چاروں خانوادوں میں بیک وقت بیعت کا طریقہ عام ہوگیا اور اس طرح ہندوستان میں جتنی انفرادی خانقاہیں تھیں ان میں سے اکثر و بیشتر میں اجتماعی بیعت ہونے لگی۔ بہت کم خانقاہیں ایسی رہ گئیں جہاں کسی ایک سلسلے کی مخصوص تعلیم کا رواج تھا۔

اٹھارہویں صدی سے انیسویں صدی کے اواخر تک قادری سلسلہ کے بزرگ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئے تھے ان کی تعداد کا احاطہ کرنا اور ان کے حالات پر روشنی ڈالنا ایک مبسوط تحقیقی کام ہے جس کے لئے وقت اور تنظیم کی ضرورت ہے چنانچہ سردست ہم نے مختصر طور پر اس سلسلے کا جائزہ لیا ہے۔

دکن میں بھی اسی عہد میں کئی قادری خانقاہیں قائم ہوگئی تھیں اور ان میں سلسلہ قادریہ کی تعلیمات کے علاوہ اور سلاسل کی بھی تعلیم بشرط ضرورت دی جاتی تھی اس طرح شاہ ولی اللہؒ نے جو روایت قائم کی تھی وہ دکن میں بھی فروغ پاتی رہی چنانچہ اس دور کے اکثر صوفی رسالوں میں چاروں سلاسل کے شجرے بیک وقت مل جاتے ہیں۔

دکن میں اکثر بزرگوں کے حالات میں مختلف سلاسل میں بیعت کرنے کا ذکر ملتا ہے
چنانچہ رحمت آباد نیلور میں آسودہ مشہور صوفی بزرگ خواجہ رحمت اللہؒ جنھیں
عام طور پر نقشبندی مانا جاتا ہے انھوں نے سب سے پہلے سلسلۂ قادریہ میں حضرت
سید علوم برومؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ حضرت خواجہ رحمت اللہؒ ۱۱۱۲ھ
میں پیدا ہوئے اور بیجاپور میں حضر[illegible] ہوتے ہوئے بزرگ حضرت سید علوم برامؒ
کے ہاتھ پر بیعت کی جو سلسلۂ قادریہ کے مشائخین میں سے تھے۔ جب سفر بیت اللہ
پر گئے تو وہاں سید اشرف مکیؒ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ آپ نے ۱۱۹۵ھ
میں وفات پائی۔

حضرت خواجہ رحمت اللہؒ کے خلفاء میں شاہ رفیع الدین نقشبندی القادریؒ
دکن میں بہت مشہور ہیں۔ وہ احمدیہ کے قصبہ قندھار میں ۱۱۶۳ھ میں پیدا ہوئے
۱۱۹۰ھ میں خواجہ رحمت اللہؒ سے چاروں سلاسل میں بیعت کرکے ایک سال
تک آپ سے روحانی تربیت حاصل کی۔ آپ نے سلسلۂ قادریہ کے رموز و نکات
پر اور عرفانیات پر ثمرات مکیہ رسالہ نقشبندیہ اور رسالہ قادریہ جیسی
تحریرات چھوڑی ہیں جن سے رہروِ راہ سلوک کی بڑی رہنمائی ہوتی ہے۔
شاہ رفیع الدینؒ نے ۱۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

"ذوقِ نظر" میں تبصرہ کے لئے
ادیب و شعراء حضرات اپنی تخلیقات کی
دو جلدیں روانہ فرمائیں۔ (ادارہ)

سراج الدین علی خاں سراج حیدرآبادی مرحوم

منقبت

○

مظہرِ شانِ خدا شانِ رئیس الاولیاؒ
نورِ چشمِ مصطفیٰ جانِ رئیس الاولیاؒ

ہر رہِ دشوار سے ہنس کر گذر جاتے ہیں وہ
تھام لیتے ہیں جو دامانِ رئیس الاولیاؒ

ہیں یہی محبوبِ سبحانی دستگیرِ بیکساں
شش جہت ہیں زیرِ فرمانِ رئیس الاولیاؒ

گلشنِ دینِ مبیں میں آ گئی تازہ بہار
اس طرح مہکا گلستانِ رئیس الاولیاؒ

روشنی پاتا ہے قلبِ ماہِ کامل تک سراج
دیکھ کر شمعِ شبستانِ رئیس الاولیاؒ

○

خواجہ معین الدین عارف بیابانی

منقبت

○

نظر میں ہو گیا جب سے ٹھکانہ غوثِ اعظمؒ کا
بنا ہے کعبۂ دل آستانہ غوثِ اعظمؒ کا

کوئی تو کلیت کی شان دیکھی ہو گی دنیا نے
نہیں بے وجہ شیدا کل زمانہ غوثِ اعظمؒ کا

شریعت ہے یہاں معیارِ عرفان و حقیقت کا
جدا ہے سب سے رنگِ عارفانہ غوثِ اعظمؒ کا

اگر عارف نے کی ہے مدح آقا کی تو حیرت کیا
کہ غیروں کی زباں پر ہے ترانہ غوثِ اعظمؒ کا

○

شافعِ محشر نمبر کے بعد آپ کے مؤقر ماہنامہ "ذوق نظر"
کا غوث الاعظمؒ نمبر آپ کی بزرگانِ دین سے والہانہ عقیدت
اور مذہب سے آپ کے گہرے لگاؤ کا اظہار ہے۔
ہم اپنے دلی خلوص اور عقیدت کے ساتھ آپ کے
غوث اعظم نمبر کا استقبال کرتے ہیں۔

ٹی وی ریڈیو، اسٹیل فرنیچر اور سونگس مشین ہائر پرچیز سسٹم پر خریدیئے۔
فون 525147
آئیڈیل انٹر پرائز فتح دروازہ۔ حیدرآباد

سرتاجِ اولیاء محبوب سبحانی قطب ربانی حضور غوث الاعظمؒ
نے اپنی سیرت و تعلیمات سے عالمِ انسانیت کو بہرہ ور فرمایا۔
اور ایک دنیا کو راہِ ہدایت دکھلادی۔
ہم عاشقانِ دین نبیؐ انکی پاک تعلیمات کو اپنے لیئے
مشعل ہدایت سمجھتے ہیں۔
مسرس کیفی یوسفیہ منگل ہاٹ حیدرآباد

ڈاکٹر یعقوب عمر

سلسلہ قادریہ کی خصوصیات اور تعلیمات

یوں تو ہر مقبول سلسلے کا مطمحِ نظر اپنے پیروں کو راہ حق دکھاتا ہے اور یہ ایک مشترکہ بنیاد ہے اس کے باوجود چند ایک فروعی باتیں ہر سلسلے میں ایسی ہوتی ہیں جو اس کی پہچان بن جاتی ہیں۔ ہندوستان میں چار مرکزی سلسلے سہروردیہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور قادریہ گو اور کئی فروعی سلسلوں میں بھی منقسم ہیں مگر ان سب سلسلوں کی بنیاد یہی چار سلسلے ہیں اور ان چاروں سلاسل کی منزل ایک ہی ہے۔

چشتیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے یہاں ذکر نفی اثبات میں "الا اللہ" پر زور دیا جاتا ہے۔ اور اس میں "سماع" کا رواج اس کی پہچان بن گیا ہے۔ فقرائے سلسلہ عام طور پر رنگدار کپڑے پہنتے ہیں اور ہلکے یا دامی رنگ کو ترجیح دی جاتی ہے۔

سہروردیہ کے ہاں سانس روک کر "اللہ ھو" کا ذکر کیا جاتا ہے سماع کے بجائے تلاوت قرآن پر زیادہ زور دیتے ہیں ذکر جلی و خفی دونوں کے قائل ہیں۔

نقشبندیہ ذکر جلی کے خلاف ہیں۔ موسیقی اور سماع کی ان کے یہاں مخالفت ہے۔

قادریہ سلسلے میں سماع بالمزامیر ہی نہیں بلکہ ہر قسم کی موسیقی ممنوع ہے۔ درود شریف کو اس سلسلے میں بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس کا ورد کثرت سے کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اس میں بھی کچھ نہ کچھ فرق ملتا ہے تاس کر سر پر پہننے جانے والی ٹوپیوں کلاہوں، پگڑیوں اور شملوں کو مختلف طریقوں سے پہنا یا باندھا جاتا ہے۔ بیکتاشی فقراء کی پگڑیوں میں بارہ تہیں ہوتی ہیں۔ خلوتی درویش دس تہیں رکھتے ہیں۔ گلشنی درویش آٹھ تہیں رکھتے ہیں۔ مولویہ سلسلے کے فقراء نکونی ٹوپی پہنتے ہیں۔ قادری فقراء چھ تہہ والی پگڑی باندھتے ہیں اور اس کا رنگ سبز ہوتا ہے اور لباس میں کوئی نہ کوئی حصہ بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ سبز شملہ ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ کی اہم علامت ہے جب کہ مصر میں فقرائے قادریہ سبز و سفید دونوں رنگ کے شملے باندھتے ہیں اور ترکستان کے قادری بزرگ سیاہ شملہ باندھتے ہیں۔

تسبیح کے دانوں میں بھی کچھ فرق مل جاتا ہے۔ تیجانی سلسلے کے درویش ایسی تسبیح استعمال کرتے ہیں جس میں سو دانے ہوتے ہیں اور یہ چھ حصوں میں منقسم ہوتی ہے اس طرح ۱۲ - ۱۸ - ۲۰ - ۲۰ - ۱۸ - ۱۲ خلوتی سلسلے کے فقراء جو تسبیح استعمال کرتے ہیں اس میں ۱۰۱ دانے ہوتے ہیں بعض سلاسل میں ہزار دانوں کی تسبیح بھی مستعمل ہے۔ فقرائے قادریہ کی تسبیح میں ۹۹ دانے ہوتے ہیں۔ اس میں تین حصے ہوتے ہیں اور ہر حصے میں ۳۳ دانے ہوتے ہیں۔

سلسلہ قادریہ کی تعلیمات و اصول پر شاہ رفیع الدینؒ قندھاری کی ایک فارسی قلمی کتاب ثمرات مکیہ ہے اس میں انھوں نے پانچ باب قائم کئے ہیں پہلا بیعت کے بیان میں دوسرا ضربات سری و جہری کے بیان میں تیسرا اصول سلوک کے بیان میں چوتھا اعمال کے بیان میں۔ پانچواں خلاصۂ سلوک اور اس کے ثمرات کے بیان میں۔

طریقہ بیعت | فیوضات ربانیہ کے مولف کے مطابق مرید کو پہلے غسل کرنا پڑتا ہے پھر دو رکعت نماز پڑھ کر

دو پیر کے سامنے دو زانو بیٹھتا ہے۔ پیر مرید کا ہاتھ تھام کر سرکار دو عالم اور اولیائے کرام کی روحوں کو ایصال ثواب کی خاطر فاتحہ پڑھتا ہے اور اس میں سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کا نام خاص طور پہ لیا جاتا ہے۔ مرید شیخ کے جملوں کو دہراتا ہے۔ اس کے بعد توبہ و استغفار کروا کر پیر اس سے عہد لیتا ہے کہ وہ پیر سے کئے ہوئے عہد کو اللہ و رسول کے ساتھ کئے ہوئے عہد کے برابر سمجھیگا۔ اور یہ کہ اس نے جس پیر کا ہاتھ تھاما ہے اس کے متعلق یہ سمجھے کہ اس نے حضرت عبدالقادر جیلانی کا ہاتھ تھاما ہے اور یہ کہ وہ تمام بتائے ہوئے اذکار پابندی سے ادا کرے گا۔ اس کے بعد شیخ دل میں دعا کرتے ہیں۔ پھر آیۂ بیعت کی تلاوت کی جاتی ہے۔ ان الذین یبایعونک یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ سے لعلکم تفلحون تک پھر تین مرتبہ کلمہ توحید پڑھایا جاتا ہے۔ مرید تمام شرائط منظور کر لیتا ہے تو پیر کہتا ہے کہ میں نے بھی تجھے اپنی اولاد کی طرح قبول کیا پھر تمام حاضرین مل کر دعا کرتے ہیں۔ پیر اپنے سکورے سے پانی یا شربت مرید کو پلاتے ہیں اور ذکر کی تلقین کرتے ہیں۔

ثمرات مکیہ کے مطابق مرید کو قبول کرنے سے پہلے شیخ خود بھی استخارہ کرتے ہیں اور اسے بھی استخارے کا حکم دیتے ہیں۔ جب اشارہ مل جاتا ہے تو مرید سے صفت ایمان مجمل و مفصل اور چھ کلمے پڑھواتے ہیں۔ پھر اس کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر آیۂ بیعت کی تلاوت کرتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ میں تجھے اپنی برادری میں لیتا ہوں، تجھے قبول ہے تو مرید کہتا ہے کہ مجھے قبول ہے۔ اس کی تکرار تین مرتبہ کی جاتی

مرید کے فرائض بیعت کے بعد مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر معاملے میں اپنے شیخ کی پیروی کرے کیونکہ "الشیخ فی قومہٖ کالنبی فی اُمتہٖ" واقع ہے۔ اگر شیخ میں بدعقیدگی دیکھے اور اس کا سلوک مستند نہ ہو تو اس صورت میں دوسرے شیخ کی بیعت کر سکتا ہے مگر اس کے

لئے بھی ضروری ہے کہ اپنے شیخ کا انکار نہ کرے۔ اگر پہلے شیخ کا سلوک
مستند اور عقیدہ صحیح ہو صرف چند جزئی باتوں میں خرابی ہو تو دوسرے شیخ
سے بیعت ناجائز ہے۔ مرید کو سلوک سے غرض ہونی چاہیئے اور ہمیشہ
خذ ما صفا ودع ما کدر "کے اصول پہ عمل کرنا چاہیئے۔ مرید کو پیر کے
مال پہ تصرف نہ کرنا چاہیئے۔ جب کہ پیر کو یہ حق حاصل ہے شاہ رفیع الدینؒ
فرماتے ہیں کہ "میں نے سنا ہے کہ مرید کو یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ روئے زمین
پہ میرے پیر سے زیادہ کامل کوئی نہیں" تو فیض پائیگا۔ اگر پیر کے کمال میں
ذرا سا بھی تردد محسوس ہوا تو پھر اس کا پیر قطب وقت کیوں نہ ہو مرید
کو فیض نہیں ملے گا۔

پیری و مریدی کیلئے اقل ترین معیار

اول۔ شیخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کا
عالم ہو مگر یہ ضروری نہیں کہ کمال بھی رکھتا ہو لیے
کم سے کم "تفسیر مدارک" و جلالین وغیرہ سے واقف
ہونا چاہیئے اور اس کا علم اس نے کسی مستند عالم سے حاصل کیا ہو اس کے
معانی غریب اسباب نزول اعراب و قصص اور ان سے متعلقہ ضروری
امور سے اچھی واقفیت رکھتا ہو۔ اور اس کی تحقیق احادیث سے کرنے
پہ قادر ہو۔ مثلاً المصابیح اور اس کے معانی محدثین کی اسناد کے بموجب اور
فقہائے مجتہدین کی رائے کے مطابق جانتا ہو۔ فقہی عقیدوں کے بعض متون
سے نہ صرف اچھی طرح واقف ہو بلکہ ان کی چند فروعات کا علم بھی
رکھتا ہو۔ بیعت سے جب غرض ہی یہی ہو کہ امر و نہی کی تلقین کی جائے
سکون باطنی حاصل ہو۔ برے اعمال سے نجات اور اچھے اعمال کی آراستگی

مـلـ یہ اس زمانے کی بات تھی جب فارسی زبان رائج تھی آج اردو میں ان کے ترجمے متداول
ہیں لہذا ان سے کما حقہ واقفیت کافی ہے اگر عربی زبان پہ عبور ہو تو کیا کہنے۔

مطلوب ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ عالم ہو۔ اگر عالم نہ ہوگا تو مندرجہ بالا شرائط کی تکمیل کیسے ہو گی۔ تمام مشائخین اس بات پر متفق ہیں کہ جسے حدیث و قرآن کی تشریح و تفسیر کی سند حاصل نہ ہو وہ اس موضوع پر گفتگو نہ کرے یا کم سے کم اس نے ادب کے ساتھ برسہا برس علماء کی صحبت سے فیض اٹھایا ہو اور کتاب و سنت کے مطابق حلال و حرام سے بخوبی واقف ہو یہ جان لینا چاہئے کہ علم ظاہری سے علم باطنی کا حصول ممکن ہے گویا علم ظاہر شجر ہے اور علم باطن ثمر ہے

علم باطن ہم چو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر ۔ کی شود بے شیر مسکہ کی شود بے پیر پیر

اس موضوع کو بڑی اہمیت حاصل ہے چنانچہ احمد ابن عبدالرحمن القرطبی اپنی کتاب منہاج الاصحاب میں رقمطراز ہیں کہ ...... میرے بھائی شریعت کو مضبوطی سے تھامو کیونکہ بغیر شریعت کے تم طریقت میں داخل نہیں ہوسکتے اور حقیقت بغیر طریقت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ شریعت جڑ ہے طریقت شاخ ہے۔ حقیقت اس کا پھل ہے جب تک جڑ اور شاخ نہ ہوں پھل حاصل نہیں ہو سکتا۔ شاخ کا وجود جڑ کے بغیر ناممکن ہے۔ جو شریعت ہی میں مگن رہے اور طریقت کی طرف قدم نہ بڑھائے وہ ناقص ہے جو صرف طریقت پر عامل ہو اور شریعت چھوڑ دے وہ زندیق ہے ...."

دوم ـــ عدالت اور تقویٰ ـــ پیر کو عادل اور متقی ہونا چاہئے۔ گناہ کبیرہ سے اجتناب کرے اور صغیرہ کا بار بار مرتکب نہ ہو۔

سوم ـــ زہد۔ پرہیز گار ہو۔ دنیا ترک کر کے آخرت کی طرف راغب ہو۔ اعمال موکدہ کسی حال میں نہ چھوڑے اور ان مستحبات کا پابند ہو جو صحاح میں مذکور ہیں۔ ہمیشہ دل اللہ کی طرف رجوع رکھے اور اس میں راسخ ہو۔

چہارم ـــ اچھے کام کی دعوت دے اور بری باتوں سے روکے۔ امت مسلمہ [illegible] یہی ہے۔ قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون

کہ اگر عورت پیر کو نہ دیکھے تو اپنا برزخ درست نہیں کر سکتی اور اسے "فنا فی الشیخ" کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں کا جواب یہ ہے کہ مریدہ کا ایک مرتبہ پردے سے اپنے پیر کو دیکھ لینا کافی ہے۔ اس کے لئے شیخ کے روبرو ہونے کی ضرورت نہیں۔ مسلمانوں نے خدا کو دیکھا ہے نہ رسول کو مگر اپنے ایمان کی بدولت انھیں آخرت [illegible] پہچان لیں گے۔ بس اتنا کافی ہے (ثمرات مکیہ)

تربیت سلوک

بیعت کے بعد شیخ مرید کو اس کے ظرف، وہمت [illegible] کے مطابق اشغال میں مصروف کردے یہ اشغال دراصل "سیر الی اللہ" کہلاتے ہیں۔ یہ تصوف کی ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اب سالک کا سفر اللہ کی طرف شروع ہوا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سالک اس اسم تک پہنچ جائے جس کا وہ مظہر ہے۔ اشغال کی تکمیل کے بعد افنیۂ ثلاثہ (تین نکاتی فنا) کی تربیت دی جاتی ہے۔

فنائے افعال

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک خود اور غیر خود کے افعال کو واجب الوجود کے افعال سمجھے۔ یہاں تک کہ خود اور غیر خود کے افعال اس کی نظر سے محو ہو جائیں۔ جب اس میں رسوخ پیدا ہو جائے تو فنائے صفات کی تربیت شروع کرے۔

فنائے صفات

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک اپنی ساتوں صفات کو (حیات، علم، [illegible] [illegible]ت، ارادہ، تکلم، سمع، بصر) مظہر صفات الٰہی مانے اور اتنی مشق کرے کہ [illegible] کچھ دیکھے اس کی آنکھوں سے دیکھے اور جو کچھ سنے اس کے کانوں سے سنے۔ تمام صفات کو اسی طرح سمجھے۔

فنائے ذات

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سا[illegible] اپنی ذات اور دیگر تمام ذاتوں کو مظہر ذات الٰہی سمجھے۔ [illegible] اس میں اتنا ڈوب جائے کہ تمام [illegible] [illegible] ذات کے [illegible]

نہ دے۔ فنا کو جمع الجمع اور عین الیقین بھی کہتے ہیں۔

اہل طریقت وجود کے چاروں عالم طے کرنے کے لئے ان تین مقامات سے گزرنا ضروری قرار دیتے ہیں اور رسالۂ غوثیہ میں اس کے مختلف مدارج بیان کئے گئے ہیں۔ یہ دلچسپ رسالہ خداوند تعالیٰ کے نام حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا مرتب کردہ ہے۔ اس کے ہر جوابی جملے میں خدا نے انھیں "یا غوث الاعظم" کہہ کر خطاب کیا ہے (فیوضات ربانیہ)

خدا کا ارشاد ہے کہ ناسوت اور ملکوت کے مابین ہر مرحلے کو شریعت کے ذریعے طے کیا جا سکتا ہے۔ ملکوت اور جبروت کے درمیان تمام مراحل طریقت کے ذریعے طے ہو سکتے ہیں۔ اور جبروت و لاہوت کے مابین سارے مراحل طے کرنے کے لئے حقیقت ضروری ہے۔

عالم ناسوت:۔ عالم ناسوت سے مراد ہماری یہی مادی دنیا ہے جس میں ہم رہتے ہیں۔

عالم ملکوت:۔ وہ نہ دکھائی دینے والی دنیا ہے ملائکہ ہے جو باطنی سوجھ بوجھ سے حاصل ہوتی ہے اور شریعت پر عمل کئے بغیر وہاں تک رسائی ممکن نہیں

عالم جبروت:۔ عالم اقتدار و طاقت ہے' دنیائے اسماء و صفات الہٰی ہے اور اس میں داخلہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ وہ کامل طور پر شریعت و طریقت دونوں پر عامل ہو

عالم لاہوت:۔ یہ عالم ذات الہٰی سے عبارت ہے۔ یہاں پہنچ کر فنا مکمل ہو جاتی ہے اپنے وجود کا احساس ختم ہو کر صرف بقائے ذات احدیت کا احساس رہ جاتا ہے۔ اس عالم کی کیفیات ناقابل بیان ہیں۔ یہاں تک پہونچنے کیلئے عرفان حقیقت درکار ہے جو شریعت و طریقت دونوں پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے

علم الیقین:۔ اصطلاحات صوفیا میں اس کا مطلب ہے کہ "خبر متواتر کے ذریعے چیز کا علم حاصل کرنا۔ اس میں بعض شبہات کا رہ جانا فطری ہے۔

عین الیقین:۔ یعنی آنکھوں سے دیکھ کر کسی چیز کو معلوم کرنا۔

حق الیقین: یعنی بالکل وہی شئے بن جانا

ان تمام اشغال کی تکمیل کے بعد سالک اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو کر اس ذات بے چون و بے چگون "کا ملک" بے کیفی و بے رنگی" سے تصور کرتا ہے تا کہ غیب تک رسائی ہو اس مرحلے میں وہ اس قدر مضمحل اور خستہ ہو جاتا ہے کہ ذکر اور ذاکر دونوں معدوم ہو جاتے ہیں اور صرف وہی رہجاتا ہے جس کا ذکر کر رہا تھا۔ یہ شغل کی انتہا ہے اور یہاں "سیر الی اللہ" ختم ہو کر "سیر فی اللہ" کی منزل شروع ہو جاتی ہے۔

سیر فی اللہ اب سالک اس اسم کے اندر سیر کا آغاز کرتا ہے جس کا وہ مظہر ہے۔ یہ سیر دراصل بالتحقیق ان کمالات کا عرفان حاصل کرنے کا نام ہے جو اس اسم میں ہیں کیونکہ ہر اسم الہیٰ اسماء وصفات کا مجموعہ ہے۔ سیر الی اللہ" تو ختم ہو جاتی ہے مگر "سیر فی اللہ کا کہیں خاتمہ نہیں ہوتا۔ اس طرح اور اس ترتیب سے سلوک کی تکمیل پر مسئلہ "تجدد امثال" اور مسئلہ وحدت الوجود بطور کلی سالک پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ شیخ اسے سمجھانے کیلئے اپنے مریدوں کو اس کی نظریاتی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ بہرحال یہ ذوقی اور وجدانی امور ہیں اور ان کا دارومدار صحیح کشف پر ہوتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ کشف و وجدان کے ذریعے صوفیائے کرام پر یہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ عالم اپنے ہونے کے ساتھ معدوم ہوتا رہتا ہے اور اسی لمحے ہو بہو ویسا ہی ایک دوسرا عالم وجود میں آتا ہے۔ مگر یہ عمل اس قدر تیز رفتار ہوتا ہے کہ انتہائی طاقتور ترین قوت باصرہ بھی اس کا ادراک نہیں کر سکتی صرف وہی عارف اسے محسوس کر سکتے ہیں جن کی روح سے حجابات اٹھ چکے ہیں (ثمرات مکیہ)

ذکر اور اس کے آداب

السنوسی اپنی کتاب سلسبیل میں رقم طراز ہیں کہ قادری طریقے میں آلتی پالتی اس طرح بیٹھا جاتا ہے کہ دونوں پاؤں کے انگوٹھے گھٹنوں کے نیچے کیماس نامی رگ کو چھوئیں۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں کے اوپر رکھے جاتے ہیں اور انگلیوں کو لفظ "اللہ" کی شکل میں کھلا رکھا جاتا ہے۔ پھر اللہ کی تکرار میں لفظ لام کو بقدر طاقت نفس کھینچا جاتا ہے یہاں تک ایسا کرتے کرتے اس پر تجلیات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اس کے بعد "آورد برد" کا ذکر کیا جاتا ہے یہ یہ ذکر فنا و بقا ہے جو خاص طور پر براہ راست حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا مجوزہ ہے۔ اس کے لئے بھی اوپر بتائے گئے انداز میں بیٹھنا پڑتا ہے اور گردن کو لفظ "ھا" پر سیدھے کندھے کی طرف لفظ "ھو" پر بائیں کندھے کی طرف اور لفظ "ھی" پر سینے کی طرف حرکت دینی پڑتی ہے اور بلا وقفہ اس ورد کو جاری رکھنا پڑتا ہے۔

"آورد برد" دراصل نفس (سانس) پر قابو کا نام ہے اور اسے حبس دم بھی کہا جاتا ہے۔

اجتماعی اذکار کی محفلیں سلسلہ قادریہ میں "لیلیہ" کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ یہ عموماً شب جمعرات کو منعقد کی جاتی ہیں اس کی شروعات میں نقیب اس طرح آواز دیتا ہے اول قول الشرف للہ الفاتحہ" اس کے ساتھ تمام حاضرین "سورۃ الحمد" پڑھتے ہیں اس کے بعد تین مدارج میں یہ محفل ختم ہوتی ہے پہلے مولود النبی پڑھی جاتی ہے۔ پھر حسب معمول اوراد کا ذکر ہوتا ہے اور آخر میں مدائح (یا مناقب) پڑھے جاتے ہیں۔ اس محفل کا خاتمہ اجتماعی دعا پر ہوتا ہے۔

عام طور پر جس طریقے سے اس محفل میں "ختم قادریہ" کیا جاتا ہے اس کی ترتیب یہ ہے۔ سبحان اللہ (سو مرتبہ) الحمد للہ (سو مرتبہ) لاحول (۱۰۰ مرتبہ) بسم اللہ سو مرتبہ

بسم اللہ (۱۰۰ مرتبہ) استغفر اللہ (۱۰۰ مرتبہ) توبہ (۱۰۰ مرتبہ) درود شریف (۱۰۰ مرتبہ) تہلیل (۱۰۰ مرتبہ)۔

سب سے عام ذکر جو ہر انفرادی مرید کو بتایا جاتا ہے وہ ہے سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ والحمد للہ (۳۳ مرتبہ) واللہ اکبر ۳۳ مرتبہ)

خاص ذکر "الورد الکبیر" ستر ہزار مرتبہ تہلیل کرنا ہے (فیوضات ربانیہ)

رابطہ:۔ قادری سلسلہ میں "رابطہ" کو ذکر سے بھی زیادہ اہم خیال کیا جاتا ہے یہ تصور شیخ کی منزل ہوتی ہے۔ جتنا تصور شیخ قوی ہوتا جائیگا مرید کے لئے منزل آسان ہوتی جائے گی یہاں تک کہ مرید فنا فی الشیخ کے درجہ پہ فائز ہو جاتا ہے

فیوضات الربانیہ)

الغرض یہ ایک مختصر جائزہ تھا۔ مختلف ممالک میں اس سلسلے کے مختلف رہنماؤں نے اپنے ذاتی تجربات کی بنا دیہ بھی بعض اعمال و اشغال مریدوں کی تربیت کے لئے تجویز کئے ہیں اور عموماً یہ مرید کی استعداد کو ملحوظ رکھکر بتائے جاتے ہیں چنانچہ ان میں تنوع کا ہونا فطری ہے۔

عابد قادری

قطعہ

اتنا تو اے کریم! بہ فیضِ عطا ملے
بس آرزو یہی ہے شعورِ دُعا ملے
جب بھی کسی کے واسطے مانگوں کوئی دُعا
دستِ دُعا دراز نہ ہو مدعا ملے

۷۵ سالہ یونانی لاثانی دوا

زندہ طلسمات

یونانی ادویات میں شاہکار ہر مرض میں فوری طبی امداد پہنچاتی ہے
جس سے مختلف امراض میں مبتلا کروڑوں انسانوں نے شفا پائی ہے۔

تیارکردہ :- کارخانہ زندہ طلسمات۔ حیدرآباد ۵۰۰۰۱۳

جس کی دُنیا بھر میں دھوم ہے

مستانہ دربار اگربتی

جسکی نئی مہکار نئی خوشبو نئی عنبر فشانی و نشاط آوری کا جواب نہیں

میسور ائی اگربتی ورکس، سکندرآباد

اور ہیں وہ جنہیں دنیا کا مال و زر عزیز
مجھ کو سرکارِ دو عالم کے ہیں بام و در عزیز

حور و غلماں، کوثر و تسنیم اور خلدِ بریں
سب اُسی کے ہیں جسے ہیں ساقیٔ کوثر عزیز

جو غمِ سرکارِ دو عالم میں گوہر بار ہو
کیا نہ مانہٗ ہے خدا کو بھی وہ چشمِ تر عزیز

ڈھانک لیتی ہے گناہوں کو بڑی ستّار ہے
کالی کملی کی قسم وہ سب سے ہے بڑھ کر عزیز

سورۂ واللیل کی تفسیر شرحِ والضحیٰ
اس لیے ہیں وہ سیہ گیسو، رخِ انور عزیز

یوں تو سب کو ہوں گے پیارے ان کے پیغمبر مگر
ہم کو ہیں محمود اپنے شافعِ محشر عزیز

نعتِ شریف

ذات و صفت کی بحث فضول
روحِ خدا ہے، جسمِ رسولؐ

رنگ و بو کی بحث فضول
شاخ ہی غنچہ شاخ ہی پھول

رنگ جو لایا عشقِ رسولؐ
من کو ہوئی معراج قبول

ذاتِ خدا ہے حسنِ صفت
حسنِ صفت ہے ذاتِ رسولؐ

نقشِ قدم ہیں شمس و قمر
کاہکشاں ہے راہ کی دھول

دل بھی دیا اور جان بھی دی
غم کی ہوئی قیمت نہ وصول

آپ خفا کیوں ہم سے ہوئے
ہم سے ہوئی تھی کونسی بھول

عالمِ ربانی محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ علیہ

امیرملت حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحمید شیخ الجامعہ نظامیہ

الحمد للہ الذی انزل القرآن ھدی للمتقین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ نجوم الھدی اجمعین وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔

برادرانِ اسلام۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ بندگانِ خدا میں سے علماء ہی خدا سے ڈرنے والے ہیں۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ علم دو ہیں ایک وہ جو صرف زبان پر ہوتا ہے دل پر اس کا کوئی اثر نہیں یہ علم صاحبِ علم کے لئے وبال ہے۔ دوسرا وہ علم جس کا اثر دل پر ہوتا ہے۔ اور یہ صاحبِ علم کے لئے موجبِ نجات اور خلقِ خدا کے لئے باعثِ منفعت ہے۔ علم ہی کے ذریعے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جاسکتی ہے۔ اور اللہ جل شانہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور یہی مقصودِ علم ہے۔ علم ہوا اور عمل نہ ہو تو وہ جہل ہی ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

علم چنداں کہ بیشتر خوانی ؎ چوں عمل در تو نیست نادانی

یعنی تو جسقدر چاہے علم حاصل کرے مگر اس کے مطابق عمل نہ ہو تو وہ جہل ہے، کیونکہ جاہل، جہل کی وجہ سے عمل نہیں کرسکتا، علم پڑھنے کے بعد عمل نہ کیا جائے

تو وہ جہل ہی کے حکم میں ہے، قرآن مجید میں عالم بے عمل کو گدھے سے مشابہ قرار دیا
گیا ہے۔ گدھے پر علم کا انبار لادا جائے تو اٹھا لیتا ہے مگر اس کو کچھ معلوم نہیں
کہ اس انبار میں کیا ہے؟ اس کے بر خلاف جو شخص علم حاصل کرنے کے بعد اس کے
مطابق عمل کرے تو وہ مومن صالح، عالم ربانی اور ولیٔ خدا ہو جاتا ہے۔ ایسے
علماء باعمل کے بھی مراتب و مدارج ہیں، جو جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوگا
وہ اسی مناسبت سے مرتبۂ ولایت و قربِ الٰہی میں کامل ہوگا۔ اولیائے کرام
کے حالات زندگی کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ ان میں سب سے زائد متبع
سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ تھے۔ اسی لئے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم جس
طرح سلطان الانبیاء امام الرسل تھے اسی طرح حضرت محبوب سبحانی رح سلطان الاولیاء
امام العلماء کے مرتبہ پر فائز تھے۔

عزیزانِ گرامی!۔ اس مبارک مہینہ کی مناسبت سے حضرت عبدالقادر جیلانی رح
کے مختصر حالات بیان کئے جاتے ہیں جن سے آپ کی جلالتِ شان ظاہر و واضح ہے
آپ ابو صالح حضرت موسیٰ بن عبداللہ کے مکان واقع جیلان میں بتاریخ ۲۹ر
شعبان ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے آپ کا نام نامی اسم گرامی عبدالقادر، کنیت
ابو محمد اور اپنے علم و عمل، وعظ و نصیحت اور محنت و مشقت سے دین کو زندہ کر دینے
کی وجہ سے آپ کا لقب محی الدین ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت خلفائے
بنی عباسیہ کے خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانے میں ہوئی جس کا پایہ تخت بغداد
شریف تھا سلطنت اسلامیہ کے اس پایہ تخت میں مشاہیر عالم
علمائے کرام اولیاء عظام بکثرت تھے۔ ان میں حضرت محبوب سبحانی رح ممتاز
تھے کہ مرتبہ ولایت شکمِ مادر ہی سے حاصل تھا۔ بچپن ہی سے سچائی آپ کا شعار
تھا اسی سچائی کی وجہ سے ڈاکوؤں کا سردار مع اپنی ٹولی کے ڈاکہ زنی سے

تائب اور اپنی بداعمالیوں پر نادم ہوا۔ اور آپ کی فیض صحبت سے اتقیا اور صالحین کے زمرہ میں شامل ہوئے۔ جب آپ علم دین کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو دین اور علم کی اشاعت میں مشغول ہو گئے۔

دوستو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد کتاب وحکمت کی تعلیم، نفس انسانی کے ظاہر و باطن کا تزکیہ صفائی اور پاکیزگی تھا، اس مقصد کی تکمیل، درس و تدریس افتاء (سوالات کے جوابات) پند و نصیحت، وعظ و ارشاد اور ذکر و فکر کی تلقین سے ہوتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی" محبوب سبحانی ان جملہ امور پر کاربند تھے۔

حضرت ممدوح ۲۳ برس تک درس و تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے اور آپ کے درس سے بے شمار شاگرد فیضیاب ہوئے ان میں جنات بھی کثیر تعداد میں شریک درس ہوتے۔

خدمت افتاء:- دوران درس میں افتاء یعنی سوالات کے زبانی اور تحریری جوابات بھی دیتے تھے، سوال پڑھنے کے بعد کسی کتاب کا مطالعہ کئے بغیر جواب تحریر فرما کر دیتے جو بالکل صحیح ہوتا تھا۔

۵۲۱ھ سے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جس کا سلسلہ چالیس برس تک جاری رہا۔ اس مدت میں کتنے بداعمال لوگ اپنی بداعمالیوں سے تائب ہوئے، یہود و نصاریٰ جو آپ کی مجلس میں حاضر رہتے، مشرف باسلام ہوتے وعظ میں یہ کشش و اثر تھا کہ سامعین بہت سے بے ہوش ہو جاتے اور کئی مضطرب و بیقرار ہو کر آہ و بکا کرتے۔ خود آپ کا بیان ہے کہ میری مجلس وعظ کے اندر میرے ہاتھ پر توبہ کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے۔ یہ وہ لوگ نہیں تھے جن کو آپ نے اپنے

ہاتھ پر توبہ کرنے یا مشرف بہ اسلام ہونے کے لئے فراہم کیا تھا بلکہ وہ سخت جو اکثر آپ کے خلاف خیالات رکھتے تھے۔ مگر مجلس وعظ میں وعظ سنکر متاثر ہو جاتے تھے۔ امر بالمعروف، حکم بھلائی کیساتھ نہی عن المنکر برائیوں پر بے خوف و خطر بڑے بڑے خلفاء اور بادشاہوں کو روک ٹوک فرماتے تھے اکثر آپ کی ہدایت و تبلیغ سے راہِ راست پر آگئے۔ تزکیہ نفس یعنی ظاہری و باطنی برائیوں سے پاک صاف کرنے کے لئے آپ نے جو جد و جہد کی اور اس سلسلۂ عالیہ میں جن لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی ان کی تعداد حد و شمار سے باہر ہے اور اب بھی یہ سلسلہ قادریہ جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف کے ذریعے بھی دین الٰہی کی اشاعت کی اور مخلوق خدا کو دین کی دعوت دی، یوں تو آپ کے تصانیف بے شمار ہیں جن میں فتوح الغیب بہت ہی مشہور و معروف ہے جس میں کتاب و سنت کے مطابق چلنے پر نہایت زور دیا گیا ہے۔ خلافِ شریعت امور کی پرزور تردید کی گئی ہے۔ عام مسلمان خصوصاً آپ کے شیدائی اور قادری کہلانے پر فخر کرنے والے جو جن کیلئے یقیناً یہ نسبت قابلِ فخر ہے اور ان پر لازم ہے کہ حضرت شاہ جیلانیؒ جس طرح خدا اور رسولِ خداؐ کے احکام کی پابندی فرماتے تھے اور ہمیشہ آپ کے پیشِ نظر اسوۂ رسولؐ تھا اسی طرح حسبِ استعداد و صلاحیت عمل پیرا ہو جائیں تو بلاشبہ قادری نسبت نہ صرف باعثِ فخر و مباہات ہوگی بلکہ موجبِ نجات و فلاح و باعثِ خیر و برکات ہوگی۔ کمال اتباع کا ثمرہ تھا کہ آپ

سلطان الاولیا تنے۔ اور ان میں آپ کے اکرام و اعزاز کے اظہار کے لئے آپ سے بکثرت کرامات صادر ہوئے۔ جن کو ہم بیان کر کے خوش ہوتے ہیں۔

بھائیو! پدرم سلطان بود کہنے سے کہنے والے کو کچھ نہیں ملتا کہ یہ دنیوی بادشاہت نہیں ہے یہ دینی خلافت ہے جس کے لئے سخت مجاہدہ کی ضرورت ہے "میراث پدر خواہی علم پدر آموخت" باپ کی میراث چاہتے ہو تو باپ کا علم سیکھو اور اس پہ عمل کرو۔

اس حقیقت کو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں واضح کیا ہے۔

بِجَدٍّ کُلِّ مَجْدٍ لَا بِجَدٍّ ؛ وَمَا جَدٌّ بِلَا جِدٍّ بِجَدٍّ

یعنی ہر بڑائی و بزرگی کوشش سے ملتی ہے دادا کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ کوئی دادا بلا کوشش کے نامی گرامی دادا نہیں بنا۔

صاحبزادہ شیخ عبدالوہاب کو محبوب سبحانیؒ نے بوقت رحلت نصیحت فرمائی۔

۱۔ جان پدر تم پہ لازم ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

۲۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔

۳۔ اللہ کے سوا کسی سے اُمید نہ رکھو۔

۴۔ اپنی سب حاجتیں اللہ کو سونپ دو۔

۵۔ تمام مرادیں اسی سے مانگو۔

۶۔ اللہ کے سوا کسی پہ بھروسہ نہ کرو۔

۷۔ اللہ کے سوا کسی پہ اعتماد نہ کرو۔

۸۔ توحید کو لازم پکڑتے رہو اسی پہ سب کا اجماع ہے

اللہ ہم سب کو علم و عمل سے آراستہ ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

حیدرآباد کی صنعتوں میں امتیازی مقام کا مالک

گولکنڈہ سگریٹ

سوندھے تمباکو سے بنی ہوئی ۵۰ سالہ مشہور سگریٹ

جو پینے میں عمدہ اور داموں میں سستا

قانونی انتباہ :- سگریٹ نوشی صحت کے لیئے مضر ہے۔

تیار کنندہ :- دی حیدرآباد دکن سگریٹ فیکٹری مشیر آباد حیدرآباد 48

فون نمبر (64658)

باسمہ تعالیٰ

"حضرت غوث الاعظمؒ کی زندگی اور انکی تعلیمات"

حامداً ومصلیاً

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا تو انکی مادی ضروریات کی تکمیل کیلئے غذا، پانی اور ہوا کا انتظام فرمایا اور روحانی مطالبات کی تکمیل کا انتظام اپنے برگزیدہ اور منتخب بندوں کے ذریعہ فرمایا، اور یہ کام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے ذریعہ ہوتا رہا، یہانتک کہ اللہ کے آخری رسول حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا اپکی نبوت اور آپکی تعلیمات کو قیامت تک کیلئے منارۂ نور و ہدایت قرار دیا، اب آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئیں گے، اب یہ کام علماء ربانیین و صلحاء امت کے ذریعہ ہوتا رہیگا تاریخ شاہد ہیکہ جب کبھی روحانی زندگی میں تاریکی و تیرگی پیدا ہوئی اور دنیا ہدایت و نور کی روشنیوں سے نکل کر ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں جا پھنسی رحمت الٰہی نے انسانوں کی ہدایت اور انکی روحانی تشنگی کی سیرابی کیلئے علوم ظاہر و باطن میں کامل دستگاہ رکھنے والے ولی کامل پیدا فرمائیے۔

پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں دنیا کچھ ان ہی حالات سے دوچار تھی اللہ تعالیٰ نے دنیا کو فیوض روحانی سے مستفید کرنے کیلئے سیدی حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو پیدا فرمایا جو اپنے والد کے طرف

سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی النسب تھے۔
آپکی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد تفسیر، حدیث، فقہ وادب ودیگر علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل یگانۂ روزگار علماء سے کی تحصیل علوم کے بعد، افتاء، وتدریس وعظ وارشاد کا سلسلہ جاری فرمایا جسکی وجہ خلق خدا مستفید ہوتی رہی طریق باطنی ورموز معرفت کی تعلیم شیخ حماد، شیخ یعقوب ہمدانی اور قاضی ابوسعید مخزومی سے حاصل کی۔ آپکی زندگی شریعت وطریقت کا جامع نمونہ تھی، زندگی کے ہر شعبہ میں شریعت ملحوظ ہوتی آپکی تعلیمات میں زیادہ تر زور پابندی شریعت اور اتباع سنت پر ہوتا وفات سے قبل آپکے صاحبزادہ حضرت سیف الدین عبدالوہاب کی خواہش پر یہ وصیت فرمائی کہ اللہ کے تقوی اور اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرلو، اللہ کے سوا نہ کسی اور سے امید رکھو اور نہ کسی سے ڈرو اپنی تمام حاجتیں اللہ ہی کے سپرد کرو اور اسی سے طلب کرو اللہ کے سوا کسی اور پر اعتماد نہ کرو توحید کو اپنے اوپر لازم کرلو۔
آپکی تصانیف غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب اب بھی امت کیلئے علم و معرفت کا خزانہ بصیرت وحکمت کا سرچشمہ ہیں۔
سلاسل تصوف میں آپکا سلسلہ سلسلۂ قادریہ سے مشہور ہے جسکا فیضان آج بھی جاری وساری ہے، آپکی مقبولیت کی انتہا یہ ہیکہ تمام طبقات صوفیہ وسلاسل روحانیہ آپکے فیضان سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔
آپکی کرامات بکثرت مذکور ہیں امام شعرانی "طبقات وسطی" میں آپکی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ رمضان المبارک میں بزمانۂ شیرخوارگی دودھ نہیں پیا کرتے تھے آپ مادرزاد ولی تھے۔
درس وتدریس آپکا پسندیدہ مشغلہ تھا، حضرت ابوسعید مخزومی نے وصال سے قبل آپکو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اپنی جگہ جانشین مقرر کیا

حضرت کے وصال کے بعد آپکے مدرسے میں درس و تدریس وعظ وارشاد میں
مصروف رہے اور خلق خدا کو راہ ہدایت دکھاتے رہے آپکے فتاوی بھی تحریر و تحقیق
کے اعتبار سے علماء عصر کے پاس قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے چنانچہ آپکی سوانح
"الکواکب الزہراء" میں لکھا ہیکہ علماء عراق نے آپکے فتاوی کو دیکھا تو متعجب ہوکر
بیساختہ "سبحان من انعم علیہ" (یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے آپ پر انعام
کیا) کہہ اٹھے آپ علم و عمل اور معرفت حقائق میں کامل و مکمل تھے، حضرت ابن سمعانی
لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز، شیخ الشیوخ، فقیہ وقت
سالک طریقت تھے۔ ہر وقت یاد الہی میں مستغرق رہتے آنکھ سے ہر دم آنسو رواں
رہتے، خوف آخرت وخشیت الہی، غالب تھی، علم اصول وفروع میں ماہر و یگانہ
خصوصاً علم حدیث کو شیوخ کبار سے حاصل کیا تھا، کسی نے حضرت سید احمد رفاعی
رحمتہ اللہ علیہ سے آپکے متعلق دریافت کیا تو جواب میں فرمایا کہ حضرت الشیخ علوم
شریعت و طریقت کے عظیم سمندر تھے اور مخلوق خدا کی رہنمائی کو محبوب رکھتے تھے
ہمارے زمانہ میں کوئی انکا مثل نہیں، آپکے ریاضت و مجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ آپ
نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔

بہجتہ الاسرار میں شیخ ابوبکرؒ سے منقول ہیکہ آپ نفس و قلب کے تزکیہ
تصفیہ کیلئے پچیس (۲۵) سال تک عراق کے جنگلوں میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف
رہے اور سخت ترین صعوبتیں برداشت کیں دنیا اور علائق دنیا سے آپنے آپ
دور رکھا۔

علم و عمل، حکمت و معرفت کی عظیم نعمتوں کے ساتھ آپ اخلاق عالیہ
بلند ترین [illegible] [illegible] [illegible] غریب کی آپکے پاس کوئی تخصیص [illegible]
سب آپکے خوان کرم سے یکساں مستفید ہوتے ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ [illegible]
[illegible] [illegible] کے بعد [illegible] [illegible]

کھلانا اور عام وخاص کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا ہے آپکی زندگی
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "تخلقوا باخلاق اللہ"
"وخالق الناس بخلق حسن" کی زندہ تفسیر تھی آپکی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ
جو کچھ آتا شام تک سب محتاجوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ گویا
آپ قرآن کریم کی اس آیت "وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا
وَأَسِيرًا ۞ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا"
کا عملی نمونہ و پیکر جمیل تھے۔ شیخ عبدالرزاق طفسونجی آپکے حالات میں لکھتے ہیں کہ آپ
اکثر چند ابیات پڑھا کرتے اور رویا کرتے جنکا مطلب یہ ہیکہ شیخ طریقت میں پانچ
باتیں ضروری ہیں۔ پہلی بات یہ کہ شیخ عالم شریعت اور اس پہ عامل ہو دوسری یہ
کہ علم حقیقت سے بخوبی واقف ہو اور اسکی اصل حقیقت سے طالبین کو آگاہ کرے
تیسری بات یہ کہ جو لوگ اسکے پاس آئیں ان سے خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی
سے پیش آئے اور مسافروں کیلئے کھانے کا انتظام کرے چوتھی بات یہ کہ غریبوں
کے ساتھ قول و فعل میں عاجزی و نرمی اختیار کرے پانچویں بات یہ کہ طالبان
طریق کے ظاہر و باطن کی تہذیب و تربیت کرے یعنی ایک طرف انکو ظاہری طہارت
و پاکیزگی کا مظہر بنائے تو دوسری طرف انکے باطنی امراض ریا، حسد، طمع، عجب،
حب دنیا، غفلت، عیش طلبی و سستی کا علاج کر کے انکے باطنی امراض ریا،
حسد، طمع، عجب، حب دنیا، غفلت، عیش طلبی و سستی کا علاج کر کے انکے
قلوب کو تجلیات الٰہی کا مرکز بنائے، ایک مرتبہ آپ سے کسی نے فقیر کے معنی دریافت
لئے تو آپ نے اسکی لطیف تشریح بیان فرمائی کہ لفظ فقیر میں چار حرف ہیں "ف"
سے اشارہ ہیکہ بندہ اپنے آپکو اللہ کی ذات میں فنا کر دے اور اپنی تعریف کا
تمنی نہ رہے اسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اپنے آپکو تعریف کے قابل ہی نہ سمجھے
دوسرے یہ کہ اپنے نیک کاموں کا صلہ مخلوق کی تعریف کے ذریعہ نہ چاہے بلکہ

اللہ کی رضا کو مقصود و مطلوب بنائے "ق" سے قلب کی قوت ہے جو اللہ کی اسکے ذکر اور راضی بہ رضا رہنے سے حاصل ہوتی ہے "ی" سے یہ چوتھا ہے یعنی اللہ ہی سے امید رکھے اور اللہ ہی سے ڈرے "ر" سے مراد رقت قلبی ہے کہ فقیر رقیق القلب ہو۔

آپکی تعلیمات میں حب حقیقی ہی اصل ہے، ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ جس طرح میں عبد القادر ہوں تم بھی اللہ سے اپنی نسبت قوی کر کے اسی کے ہو جاؤ تاکہ منازل عبدیت طے ہوں اور مرتبۂ ولایت نصیب ہو۔ آپکا یہ فرمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ" کے مصداق ہے یعنی جب بندہ اللہ کا ہوجاتا ہے تو اللہ اسکا ہوجاتا ہے آپکا طریقہ سلوک بھی "اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ" کے مصداق ہے کہ بندہ اپنے آپکو کلیتہ اللہ کے حوالے کر دے آپ نے اپنے صاحبزادہ کو وصیت کی اور فرمایا کہ "جب مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ راسخ ہوجاتا ہے تو عقیدہ و عمل کی کوئی عمدہ صفت اس سے نہیں چھوٹ سکتی۔ حقیقت یہ کہ آپکے فرمودات و تعلیمات سب کے سب قرآن وسنت کی بیش قیمت تعلیمات کا عملی نمونہ ہیں۔

آپ سنہ ۵۶۱ھ میں واصل بحق ہوئے اسطرح یہ علم شریعت و طریقت کا آفتاب و ماہتاب غروب ہوگیا بغداد شریف میں آپکا مزار مبارک ہے جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔

سید صادق محی الدین استاذ
جامعہ نظامیہ

بمبئی کے مشہور اسٹاکسٹ

یف-ڈی خان اینڈ کمپنی

یہ نام تو آپ کو بھولا نہیں -

اسکول یونیفارمس، اور ہمہ اقسام کے فیشنیبل زنانی، مردانی دیدہ زیب ملبوسات کیلئے ہمارے واحد شوروم پر تشریف لائیے -

یف-ڈی-خان اینڈ کمپنی

عابڈس روڈ حیدرآباد فون نمبر 222482

فون نمبر 45098

ویرانی الکٹرانکس

(ہاؤز آف الکٹرانکس اینڈ الکٹریکل اپلیئنسس)

ہر قسم کے ٹی وی، ریفریجریٹر، ایرکولر، واشنگ مشین فیان اور الکٹرانک گوڈس کیلئے شہر کا مشہور اور با اعتماد شوروم

جہاں آپ کی ضرورت کا ہر الکٹرانک سامان دستیاب ہوتا ہے - آپکا اعتماد ہی ہماری کامیابی کا راز ہے

828-1-4 جواہر لعل روڈ متصل رام کرشنا ٹاکیز حیدرآباد

داؤد نصیب

منقبت

ملا دے گر مجھے میرا مقدر غوثِ اعظمؓ سے
تو میں بھی پھر بدل لوں گا لپٹ کر غوثِ اعظمؓ سے

کرامت پوچھنے کیا ہو کہ سُنّت کے فرائض میں
ہوئی ہے کب کمی ذرّہ برابر غوثِ اعظمؓ سے

مرے سرکار سُن لیتے ہیں فریاد اس وسیلے سے
خدا ہی دیگا لیکن التجا کر غوثِ اعظمؓ سے

کچھ ایسا رعب ہے لوح و قلم پر عبدِ قادر کا
مقدّر بات کرتا ہے سنبھل کر غوثِ اعظمؓ سے

نصیب اللہ کی سرکار کی قربت ملی مجھ کو
ہوا محسوس یہ نزدیک ہو کر غوثِ اعظمؓ سے

بشیر وارثی

منقبت

اوج پر روزِ ازل سے ہے ستارہ غوثؓ کا
حق تعالیٰ نے مقدّر خود سنوارا غوثؓ کا

کارگر ہے ہر دو عالم میں سہارا غوثؓ کا
کر کے توبہ تھام لو دامن خدارا غوثؓ کا

ہر گھڑی بٹتی ہے نعمت آستانِ غوثؓ پر
ہر گھڑی ہم کو میسّر ہے اتارا غوثؓ کا

اُن کے پرچم کے تلے بیٹھیں غزلخواں ہو کے ہم
حق نوازے گا ہمیں پا کر اشارہ غوثؓ کا

ہے خدا اُن کا نبیؐ اُن کے علیؓ بھی اُن کے ہیں
کارخانہ حق چلے ہے سارے کا سارا غوثؓ کا

اولیاء اللہ فنا ہیں ذاتِ باری میں بشیرؔ!
ہم غلامِ غوثؓ ہیں بس ہے سہارا غوثؓ کا

رشید جنرل اسٹور

(3/946-3-22-اندرون دبیرپورہ متصل ترنائی گیٹ پرانی حویلی) حیدرآباد

روزمرہ کی ضرورت کی ہر شئے

جہاں اپنے اصلی داموں پر دستیاب ہو سکتی ہے
ہمارے پاس بوارن ویٹا، امول اسپرے۔ بے بی فوڈ
اور جملہ اشیا کا تازہ اور کوالٹی اسٹاک موجود ہے۔
ایک بار تشریف لائیے اور ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیجئے۔

ہماری برانچ پر
براہ کرم تشریف لائیے۔

ملن فٹ ویر

اسٹاکسٹ :- باٹا، کرونا، ٹرائٹ

جہاں عمدہ پائیدار اور نئے نئے ڈزائن کے مردانہ، زنانہ اور بچکانا
پاپوش، چپل، شوز، سینڈل واجبی نرخ پر دستیاب
ہو سکتے ہیں۔

22-7-415 پتھرگٹی روبرو جوبلی پوسٹ آفس، حیدرآباد

مولانا محمد جلال الدین کامل حسامی
صدرسنی ادارہ امور مذہبی رجسٹرڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جانِ مریداں پیر پیراں عبدالقادر جیلانیؒ

آپ کا نام مبارک "عبدالقادر" آپ کے والد ماجد "ابو صالح موسیٰ جنگی دوست" والدہ ماجدہ کا نام "فاطمہ" آپ کا ددھیالی سلسلہ حضرت امام حسنؓ سے جا ملتا ہے۔ اور ننھیالی سلسلہ نسب حضرت امام حسینؓ تک پہنچتا ہے میرے والد ماجد علامہ فاضلؒ نے فرمایا ہے ؎

اے حسینی حسنی مجمع بحرین ہے تو ✽ منتشر نور تری ذات میں آ ملتا ہے

آپ کا مقام پیدائش "نیف" یا "نیف" جو ضلع جیلان میں بحیرۂ کیپین کے جنوب میں ایران میں واقع ہے۔ آپ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۶۲ھ میں انتقال فرمایا۔ عمر شریف (۹۱) برس ہوئی۔ کسی شاعر نے اپنے شعر میں سنہ ولادت اور سنہ وصال اور عمر شریف کو بہت عمدہ طریقہ پر بیان کیا ہے ؎

سنش "کامل" و "عاشق" تولد
وفات اوبہ "معشوق الٰہی"

آپ غرۂ رمضان دوشنبہ کو پیدا ہوئے اور اپنے وطن جیلان سے تعلیم حاصل کرنے بغداد میں ۴۸۸ھ میں تشریف لائے جب کہ آپ کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی۔ آپ کو جو دیکھتا آپ سے محبت کرنے لگتا اور آپ کے ساتھ رہنے کو پسند کرتا تھا۔ پیدائش کے وقت ہی سے پابند شرع تھے۔ چنانچہ مدت رضاعت میں بھی آپ رمضان میں دن کے وقت کبھی دودھ نہ پیتے۔ جس کی وجہ روایت

چنانچہ ایک بار ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ چاند نظر آنے میں لوگوں کو تردد ہوا۔ تو کچھ لوگ آپ کے گھر پر آئے اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ صاحبزادہ دن بھر دودھ نہیں پیا ہے۔ تو سب نے جان لیا کہ رمضان کی پہلی تاریخ ہے جس کے بعد یہ خبر جلد مشہور ہو گئی کہ ایک لڑکا تولد ہوا ہے جو رمضان میں روزہ رہتا ہے اور ماں کا دودھ رمضان کا مہینہ بھر دن کے وقت نہیں پیتا

آپ کو بچپن میں غیب سے آوازیں آیا کرتی تھیں کہ "اے خدا کی برکت پانے والے بچے تجھے کھیل کود کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے تو میری طرف آ" ایک دفعہ حضرت غوث پاک نے بچپن میں ایک گائے کی دم پکڑی تو اللہ تعالیٰ نے اسے کہنے کے قابل بنایا مڑ کر گائے نے آپ سے کہا کہ "اے عبدالقادر! تم اس کام کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہو۔" آپ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا میرے پاس سے ایک صاحب گزرے تو انہوں نے بھی غیبی آواز سنی تو کہنے لگے کہ "اس بچے کی بڑی شان ہے ان کو جو عطا ہو رہی ہے وہ روکی نہیں جا سکتی۔" پھر فرماتے ہیں کہ اس کے چالیس سال کے بعد میں نے انہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اس زمانہ کے ابدال سے ہیں۔ آپ مدرسہ جاتے تو آپ پہنچنے سے پہلے آپ کے ساتھیوں کو آوازیں آتیں کہ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لئے جگہ دو (بہجۃ الاسرار۔ قلائد الجواہر) آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو درجہ ولایت کب عطا ہوا؟ جواب دیا کہ "جب میری عمر دس برس تھی اور میں اپنی بستی ہی کے مدرسے میں جاتا تو فرشتوں کو دیکھا کرتا جو کہتے کہ" اللہ کے ولی کو جگہ دو تاکہ وہ بیٹھے"

تحصیل علم کے لئے وطن سے اپنی والدہ کی اجازت حاصل کر کے نکلنا راستے میں چوروں سے سابقہ پڑنا اور اپنی والدہ کی نصیحت کہ جھوٹ کبھی نہ بولنا" تعمیل حکم کی وجہ چالیس چوروں کا آپ کے سامنے تائب ہو جانا تو بہت مشہور واقعہ ہے اس لئے اسے چھوڑتے ہوئے یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ نے علم ظاہر

پہلے سیکھا ہے۔ حافظ قرآن ہوگئے اور حافظ حدیث بھی بنے۔ تحصیل علوم کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے علم و فضل کے چرچے ہونے لگے دور دور سے تشنگانِ علم آپ کی خدمت میں آتے اور اپنے اپنے ظرف کے موافق سیراب ہوا کرتے۔ آپ فتویٰ جاری فرماتے۔ درس و افتاء کا یہ سلسلہ چھتیس ۳۶ سال جاری رہا۔ اور ایسے مسائل بھی جن کا تشفی بخش جواب دینے سے آپ کے ہمعصر علمائے کرام عاجز رہ جاتے ان کا جواب برجستہ آپ نہایت آسانی سے دیدیا کرتے۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے آپ کے زمانے میں اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ "میں ایسی عبادت ضرور کروں گا۔ جسے میرے انجام دینے کے وقت ساری زمین پر دوسرا کوئی نہ کر رہا ہو اور اگر میں ایسا نہ کرسکوں تو تجھ پر تین طلاق ہیں"۔ کسی وجہ سے یہ کہہ تو دیا مگر بعد میں سوچا کہ نماز پڑھے تو ہوسکتا ہے کہ اس وقت دنیا میں کوئی نہ کوئی آدمی بھی نماز پڑھ رہا ہو۔ روزہ رکھے تو بھی تو یہی امکان ہے پھر خیرات اور دیگر نیکیوں کے بارے میں سوچتا گیا تو سب کے سب ایسے پائے گئے جنہیں دنیا میں اس وقت بھی کسی نہ کسی کے کرنے کا تعین نہ ہوسکتا ہے۔ اس لئے علمائے کرام کے پاس پھرا۔ سب نے ہر پہلو پر غور کیا کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ تو کہہ دیا کہ "چونکہ ایسی کوئی عبادت نہیں ہے جسے تم کریں اس وقت دنیا تمام میں کوئی نہ کرسکے لہذا بیوی پر تین طلاق واقع ہو جاتے ہیں"۔ یہ سنکر وہ بہت مایوس ہوا۔ آخر میں خیال کیا کہ حضرت غوث پاکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھی تو یہ دریافت کروں کہ کوئی ایسی عبادت آپ بتلائیں جسے میں جس وقت انجام دوں تو اس وقت ساری دنیا میں میرے سوائے دوسرا کوئی نہ کر رہا ہو۔ حاضر خدمت ہوا اور سارا ماجرا سنایا۔ چنانچہ آپ نے اس سے صورت مسئلہ سننے کے بعد فوری جواب دیا کہ پریشان کیوں ہوتا ہے۔ تو ایسی عبادت کر سکتا ہے وہ سن کر خوش ہوا مگر حیران تھا کہ حضرت غوث پاکؒ کیا

کیا بتائیں گے کہ جب کہ دیگر کسی عالم نے نہیں بتایا یہ مسئلہ عرض کیا کہ حضور ابتائیں کہ وہ
کونسی عبادت ہے جسے انجام دوں تو میرا کہا ہوا پورا ہو۔ بیوی پر طلاق نہ پڑنے پائے"
آپ نے فرمایا کہ مسجد حرام میں جا اور جو لوگ طواف کر رہے ہوں ان سب کو
ٹھہرا کر اکیلا خود طواف کعبہ کرے۔ تو دنیا میں کعبہ ایک ہی ہے۔ اس لئے طواف
کعبہ ہی کی عبادت ایسی ہے جس کے بارے میں یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے
کہ سوائے تیرے اس وقت کوئی بھی وہ عبادت نہیں کر رہا ہے جس سے
وہ بہت خوش ہو گیا۔ اور آپ کی ہدایت کے بموجب ویسا ہی کیا جس کی
وجہ بیوی پر طلاق واقع نہ ہو سکی۔ یہ تھا آپ کا علمی تبحر کہ سارے ہمعصر
علما جس جواب سے عاجز ہو گئے تھے اسے حضرت پیران پیرؒ نے باتوں
باتوں میں حل کر دیا۔ مگر آج کل کے کچے صوفی کہتے ہیں کہ علم باطن والوں کو
علم ظاہر کی ضرورت نہیں۔ یہ دیکھتے نہیں کہ تصوف کے اساطین پہلے علم ظاہر
میں کمال حاصل کیا کرتے تھے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ وہی صوفی فی الحقیقت
صوفی ہے جو علم ظاہر سے کما حقہ آراستہ ہوتا ہے اسی لئے فرمایا ہے کہ ؎
علم باطن ہمچو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر ÷ کے شود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر
مطلب یہ کہ علم ظاہر دودھ کے مانند ہے اور علم باطن مسکہ ہے جس طرح دودھ
کے بغیر مسکہ حاصل نہیں ہو سکتا اسی طرح علم ظاہر کے بغیر علم باطن سے استفادہ نہیں کیا
جا سکتا۔" حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عالم ہی ولی ہو سکتا ہے۔ جسے علم ظاہر
نصیب نہیں وہ ہرگز ولی نہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو قسم
کے لوگوں نے میری پیٹھ توڑ دی ایک وہ جو عالم ہوا مگر اس پر عمل نہ کیا دوسرا
وہ جو علم حاصل نہ کر کے عمل کرتا ہے۔" لہذا معلوم ہونا چاہیئے کہ باعمل عالم ہی ولی ہوتا
ہے۔ جب سے جاہلوں کو لوگوں نے صوفی سمجھنا شروع کیا الحاد پیدا ہونے لگا
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

یعنی سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے وہی بندے ڈرتے ہیں (صوفی) ہوتے
جو عالم ہوتے ہیں (آیت ۲۸) کیونکہ علم ہی کی وجہ صحیح معنوں میں خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے
اور صوفی وہی ہوتا ہے جس میں خشیت الٰہی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بے علم عبادت کرنے
والے پر عالم کا درجہ بہت اونچا ہے کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ "عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسی میری فضیلت تم (امتیوں) میں
سے ادنیٰ شخص پر ہے"۔ شیطان بھی عالموں سے ڈرتا ہے عابدوں سے نہیں
ڈرتا کیونکہ بے علم عابد پر شیطان بہت زیادہ قابو پاتا ہے۔ چنانچہ جتنے چوٹی
کے اولیاء اللہ تسلیم کئے جاتے ہیں وہ سب علم ظاہر کے بھی متبحر عالم تھے۔

علم کی روشنی میں نفس کشی ہی حقیقی معنوں میں ریاضت کہلاتی ہے حضرت
غوث پاکؒ نے علم میں تبحر کے بعد ریاضتیں فرمائی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ تصفیۂ قلب
اور تزکیۂ نفس کی خاطر پچیس برس تک عراق کے ویرانوں میں اور جنگلوں میں پھرتا
رہا اور نفس کو طرح طرح کی مشکلات اور دشواریوں میں مبتلا کرتا رہا۔ اس
دوران میں مجھے دنیا سے اور دنیا کو مجھ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ آپ ہی فرماتے
ہیں کہ چالیس برس عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ آپ
بیدار رہے وضو نہ ٹوٹا۔ پندرہ برس تک ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ساری رات
میں پورا قرآن ختم فرمایا ہے۔ تمام رات نفل دوگانہ ادا کیا کرتے۔ مراقبے کرتے۔
روزے بہت رکھتے۔ کبھی جسم کو آرام دینے آنکھیں بند بھی فرما لیتے تو قلب بیدار
رہتا اور اعضا بکار دل بہ یار کے مصداق رہتے ذکرِ دوام و فکرِ مدام میں آپ
نے اپنی مبارک زندگی گزاری ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔ میرے والد ماجد
مولانا محمد حسام الدین فاضلؒ نے حضرت امیر مینائی کی غزل پر مخمس میں کیا خوب کہا ہے

سب لپکتے ہیں مئے عشق کا لیتے ساغر
ظرف پاتے ہیں رہ جاتے بس شرما کر

شک نہیں اس میں کہ ذی حوصلہ ہیں اکثر ؎ حیکش میکدۂ عشق تو لاکھوں ہیں مگر
بادۂ عشق سے سرشار ہیں غوث الثقلینؒ

آپ نے ۱۳۱۵ھ سے وعظ گوئی شروع فرمائی۔ ہفتہ میں تین بار وعظ فرمایا کرتے دو بار مدرسہ میں جمعہ کو سویرے اور سہ شنبہ کو رات کے وقت اور رباط میں یکشنبہ کو آپ کی مجالس وعظ میں عوام کے علاوہ علماء و مشائخین بھی حاضر رہتے۔ انتقال تک وعظ گوئی کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کے مواعظ سے ہر سطح کی قابلیت والا محظوظ اور مستفید ہوا کرتا۔ آپ کی ہر مجلس میں فاسق فاجر۔ چور اور بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور بہت نیک بن جاتے آپ کا کوئی وعظ ایسا نہ ہوتا جس میں کسی دکسی نے سچی توبہ نہ کی ہو۔ اور کسی نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ اکثر تو اتنے متاثر ہوتے کہ انتقال کر جاتے۔ آپ صرف صاحب قال ہی نہ تھے بلکہ صاحب حال تھے آپ کی شان میں علامہ فاضلؒ فرماتے ہیں ؎

دائمی زیست سے پیاسے جو چلے آتے ہیں ؎ ترے صدقے میں انہیں آب بقا ملتا ہے

آپ کے گھر میں جب کسی کی ولادت ہوتی تشریف لاتے۔ نومولود سے مخاطب ہوکر فرماتے کہ یا تو میں پہلے مروں گا یا تو پہلے مریگا۔ جب کوئی ایک دوسرے کو چھوڑنے والا ہی ہے تو پھر دل لگانا اور ایک دوسرے سے محبت کرکے کیا فائدہ؟

میرے والد علامہ فاضلؒ فرماتے ہیں ؎

صد مشعل راہ ہدایت ہو ہر فعل ترا اگر راہ ہو گئے ؎ سو فلسفیا دلائل کو اک قول ترا باطل کردے

یہ تو شان ولایت کے چند پہلو ہیں اثر ولایت کے بھی کئی واقعات ہیں جسے کشف و کرامات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں سے اس لئے ظاہر فرماتا ہے کہ لوگ انہیں بزرگ سمجھیں چنانچہ آپ سے اتنی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں کہ شاید ہی کسی دوسرے ولی سے ظاہر ہوئی ہوں۔ اور یہ کہ آپ کی کرامتیں اس طرح کی نہیں ہیں جیسی کہ بعض کی کرامتیں فقط مجاوروں سے سنی اور لکھی جاتی ہیں

بلکہ مستند طریقوں سے بیان کی گئی ہیں اور ان کی روایت کرنے والے معتبر حضرات ہیں۔ بخوف طوالت صرف ایک کرامت کے اندراج پر اکتفا کیا جاتا ہے جس سے موجودہ طرز عمل کا موازنہ بھی کرلیا جاسکتا ہے۔

ایک روز خلیفہ عباسی "مستنجد باللہ" آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر بطور نذرانہ اشرفیوں کے دس توڑے پیش کئے۔ آپ نے لینے سے انکار کردیا۔ مگر جب خلیفہ نے جو خود مختار شہنشاہ تھا اسے قبول کرنے پر اصرار کیا تو آپ نے دونوں ہاتھوں میں دو توڑے اشرفیوں کے اٹھالئے اور اسے زمین پر رکھ کر دونوں ہتھیلیوں سے رگڑتے ہوئے دبانا شروع کیا تو ان سونے کے سکوں میں سے خون رسنے لگا یہاں تک کہ وہ خون بہنے لگا تو خلیفہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے کہ "رعایا کا خون جمع کرکے میرے پاس لاتے ہو؟" اس منظر کو دیکھ کر وہ خود مختار خلیفہ ڈر گیا اور سہم گیا۔ بعض بیان کرتے ہیں کہ حضرت پیران پیر نے اس خلیفہ سے اس موقع پر فرمایا کہ اگر تو میرے نانا جان حضرت محمد رسول اللہ ؐ کے چچا حضرت عباس رضؓ کی اولاد یعنی عباسی نہ ہوتا تو اس خون سے تیرے محل کو ڈبو دیتا۔"

جس پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے ؎ ہر ہاتھ کو اے دل ید بیضا نہیں کہتے

مشہور اولیاء اللہ میں حضرت غوث پاک ؒ کو خوش عقیدت والوں میں جو مقام اور مرتبہ حاصل ہے وہ بے نظیر ہے۔ چنانچہ میرے والد علامہ فاضل ؒ نے لکھا ہے۔

غوث اعظم ؒ سا جسے راہنما ملتا ہے ؎ دم میں وہ منزل مقصود سے جا ملتا ہے
غوث اعظم ؒ سے پیمبر کا پتا ملتا ہے ؎ شہ کونین ؐ کے ملتے ہی خدا ملتا ہے
نہ جدا ہو مرے دل سے کبھی اے الفت پیر ؎ زندگی کا ترے رہنے سے مزا ملتا ہے

چنانچہ میرے والد علامہ فاضل نے لکھا ہے ؎

غوث اعظم سا جسے راہنما ملتا ہے ؎ دم میں وہ منزل مقصود سے جا ملتا ہے
غوث اعظم سے پیمبر کا پتا ملتا ہے ؎ شہ کونین کے ملتے ہی خدا ملتا ہے
نہ جدا ہو مرے دل سے کبھی اے الفت پیر ؎ زندگی کا ترے رہنے سے مزا ملتا ہے
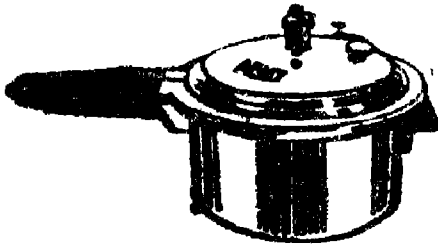
ماس کمرشیل انسٹیٹیوٹ

عثمان پورہ روبرو مسلم میٹرنیٹی قریب بیکرز ہوز 16-7-731/4
حیدرآباد

جہاں ٹائپ رائیٹنگ انگلش اور عربی شارٹ ہینڈ انگلش
جاب ورک کا انتظام کیا گیا ہے۔ نئے مشین بہترین ڈیکوریشن کے ساتھ
شرکت میں عجلت فرمائیں۔ اڈمیشن فری

اوقات۔ صبح ۶ تا ۸ ساعت شام، دوپہر ۱۱ تا ۱ ساعت دن
(خواتین کیلئے خصوصی انتظام)

پرنسپال:۔ یس۔ یم۔ اکبر علیخاں (بی۔ اے، بی۔ کام)

عرب شاہ خالد کشمیری

منقبت

سب آپ کے ہیں زیرِ اماں یا سیدنا عبدالقادرؒ
سب قادری ہیں اس پر نازاں یا سیدنا عبدالقادرؒ

قدرت سے ہدایت اسکو ملی اور تم سے ولایت اس کو ملی
تم دل میں ہو جسکے مہماں یا سیدنا عبدالقادرؒ

حیرت ہے کہ ہم بیمار بھی ہیں اور صحت سے سرشار بھی ہیں
ہے دردِ محبت خود درماں یا سیدنا عبدالقادرؒ

تم سے تو ضیا طور بھی ہے تم سے ہی نبیؐ کا نور بھی ہے
اے فخرِ عرب شاہِ جیلاں یا سیدنا عبدالقادرؒ

وہ تم میں علیؓ کو پاتا ہے وہ تم میں نبیؐ کو پاتا ہے
وہ جسکو تمہارا ہے عرفاں یا سیدنا عبدالقادرؒ

ماضی میں تم اور حال میں تم مستقبل کے اشکال میں تم
ہر دور میں تم قطبِ دوراں یا سیدنا عبدالقادرؒ

تم پھول میں بھی تم خار میں بھی تم دشت میں بھی گلزار میں بھی
تم ہی واجب تم ہی امکاں یا سیدنا عبدالقادرؒ

حسنینؓ و علیؓ زہراؓ و نبیؐ ان سب کی ہے تم میں جلوہ گری
اس شان کے تم ہی ہو شایاں یا سیدنا عبدالقادرؒ

ہے آپ سے خالد کو نسبت ہے آپ کی آنکھوں میں صورت
ہے آپ کی الفت دل میں نہاں یا سیدنا عبدالقادرؒ

بسٹ فٹ ویر

(اندرون دبیرپورہ - روبرو اسٹیٹ بنک آف حیدرآباد)

22-3-946/8

جہاں نئے نئے ڈزائن کی خوبصورت اور پائیدار کوالٹی چپل، شوز، سینڈل

زنانی، مردانی، بچکانی بھی واجبی نرخ پر ملتے ہیں ۔

آپ کا اعتماد ہی ہماری کامیابی کا ضامن ہے۔

ہمہ اقسام اور ہمہ سائز کی عمدہ طباعت، سادہ و رنگین کتابیں
کتابچے، پمفلٹس، اشتہار، ہینڈبلس، شادی اور دیگر
تقاریب کے رقعے، تعارفی کارڈ ہمہ اقسام کے فارمس اور رجسٹرات
کی طباعت کیلئے پتہ ذیل پر تشریف لائیے۔

اکسیلنٹ پرنٹرس

16-2-677/1-F

روبرو اسٹانلی گرلز ہائی اسکول۔ قریب آندھرا بنک

پلٹن - ملک پیٹ حیدرآباد

شاہنامۂ اسلام

میں حضورؐ کی سیرت نگاری

قسط دوم ۲

فردوسی کے شاہنامے پر حفیظ نے پہلی جلد میں دبی زبان سے کچھ خردہ گیری کی تھی مگر وہ بھی پہاڑ سے عظمت کو نمایاں کرتے ہوئے ؎

عجم کا شاہنامہ بس وہ فردوسی کا حصہ تھا
تخیل ہی کا ہنگامہ تھا یعنی ایک قصہ تھا

البتہ دوسرے مصرعے میں کچھ لیس و پیش کرتے ہوئے یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ فردوسی نے جو کچھ پیش کیا وہ خیال و خواب کا جھوٹا طلسم تھا پھر کچھ اشعار میں فردوسی کو خراج عقیدت پیش کرنا‘ یہ تضاد خیالی دراصل اس فضا کی بنا پر تھی جو اس زمانے میں پائی جاتی تھی۔ اور جس کی بنا پر علامہ اقبالؒ کو بھی اپنے بعض حقیقت آفریں اشعار سے رجوع کرنا پڑا تھا یہ ۱۹۲۹ء سے دس سال پہلے کا ماحول تھا لیکن دوسری جلد اس کے تقریباً چار سال کے بعد منظر عام پر آئی۔ اس طرح علامہ اقبال پر جو گرفت ہوئی تھی اس پر کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ تجمی لے بھی کچھ سرد پڑ چکی تھی چنانچہ حفیظ کے قلم نے فردوسی پر اس جلد میں چھ وار کیا ہے وہ پہلی جلد سے زیادہ شدت لئے ہوئے ہے۔ کہتے ہیں ؎

تخیل پر تھیں لمبا دمبر شاہنامے کی نہ صداقت کی طرف جاتی ہے راہ راست لے کی
نہ ہے یہ زال کا قصہ نہ رستم کی کہانی ہے یہ ہے سیمرغ ہے اس میں ذرا حقیقت خرافی ہے

ایک طرف شاعری اور دوسری جانب حضور کی سیرت نگاری یہ دو ایسی چیزیں تھیں جن میں بعد المشرقین واقع ہوا تھا۔ قرآن مجید نے صاف اور واضح الفاظ میں بیان کر دیا تھا کہ " وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ" اس کے بعد حضور کی سیرت نگاری میں سخنورانہ پرواز کی ذرا بھی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور اس کی خلاف ورزی گویا اس جذبے کی نفی ہوتی جس کی طرف قرآن نے اشارہ کر دیا تھا۔ بہر حال ایک تو حقیقت نگاری دوسرے ایسی ہستی کے اوصاف کا بیان جس میں ذرا سی بھی کوتاہی دین و دنیا دونوں میں رسوائی کا موجب اور تیسرے اتنی پابندیاں اور ان سے کما حقہٗ عہدہ برا ہونا۔ ان تمام چیزوں نے اگرچہ حفیظ کے رنگین بیان قلم کی رہوار جگہ جگہ پکڑی ہے۔ پھر بھی جہاں جہاں رنگین بیانی کی اجازت نہ تھی وہاں حفیظ کے جذبۂ خلوص اور اس کی سادگی نے شعری لطافتوں کی کمی بڑی حد تک پوری کر دی ہے۔

دوسری جلد کے آغاز میں انھوں نے ان رہنمایانہ اصولوں کی نشاندہی کر دی ہے جس پر اس صحیفے کی تشکیل کا دار و مدار ہے ؎

میرے پیش نظر کوئی کہانی ہے نہ قصہ ہے ٭ یہ قرآنی بیان تاریخ کا زریں حصہ ہے

سادگی میں جو تاثر ہے وہ بعض اشعار میں اس طرح جلوہ گر ہوا ہے کہ بے ساختہ تعریف کرتے کو جی چاہتا ہے۔ بدر کے مجاہدین کی تعداد کا ذکر ملاحظہ ہو ؎

نہیں تھا تین سو تیرہ سے آگے شمار ان کا ٭ بنایہ ہے کہ ان کے ساتھ تھا پروردگار ان کا

مجاہدین بدر کافروں کے مقابلے میں ایسے مقام پر تھے جو نہ صرف ریگ زار تھا بلکہ وہاں پانی کا تمام و نشان بھی نہ تھا۔ یہ ایک ایسا موقع تھا حفیظ کی شاعرانہ پرواز پر کوئی پابندی نہ تھی کیونکہ صحرا کی گرمی، تپش اور

مجاہدین کی پیاس کے ذکر میں جس قدر مبالغہ آرائی کی جاتی کم تھی۔ مجاہدین پر جو کچھ گزرا اس کے متعلق تاریخی شواہد ہیں کہ وہ مذکورہ تصویر کشی سے کہیں زیادہ شدید تھا۔ حفیظ نے "صحرا کی دعا" کے عنوان سے جو منظر کشی کی ہے وہ نہایت خوبصورت اور اثر انگیز ہے ؎

یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رک گئی آکر
دعا کی دامنِ صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر

کہ اے صحرا کو آتش ناک چہرا بخشنے والے
رخِ خورشید کو کرنوں کا سہرا بخشنے والے

ہوا ہوں جب سے پیدا جان پانی کو ترستی ہے
مرے سینے کے اوپر آگ کی بدلی برستی ہے

میں سمجھا تھا مقدر ہو چکی ہے دھوپ کی سختی
مری قسمت میں لکھی جا چکی ہے سوختہ بختی

بنا یا رفتہ رفتہ سخت میں نے بھی مزاج اپنا
لیا ہر آبلہ پا سے زبردستی خراج اپنا

خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ تیرا ساقیِ کوثر یہاں تشریف لائیگا

خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا
چھپا کر ایک گوشے میں مصفّا حوض بھر رکھتا

وہ پانی ان مقدس مہمانوں کو پلا دیتا
میں اپنی تشنگی دیدارِ حضرت سے بجھا لیتا

مرے سر پر سے گزرا نوحؑ کے طوفان کا پانی
تاسف ہے کہ مجھ سے ہو گئی اس وقت نادانی

اگر کرتا میں اس پانی کی تھوڑی سی غمخواری
تو ہو جاتا مری آنکھوں سے چشموں کی طرح جاری
حضور ساقی کوثر مری کچھ لاج رہ جاتی
مری عزت مری شرم عقیدت آج رہ جاتی
ترے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
الٰہی حکم دے سورج کو انگارے نہ برسائے
اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمۃ للعالمین سے شرم آئے گی

غرض رحمت الٰہی سے بارش ہوتی ہے اور مجاہدین بدر تھوڑی سی آسودگی محسوس کرتے ہیں۔ حضور سرور کائنات کے قیام کی اس موقع پر جن لفظوں سے تصویر کشی کی گئی ہے۔ اور اس سے جو تاثر پیدا ہوا ہے اس کی سادگی ملاحظہ ہو ؎

کھلے میدان میں نبی کا آستانہ تھا ٭ کہ خاکی فرش تھا اور لاجوردی شامیانہ تھا

دونوں لشکر میدان بدر میں شب باش ہیں ان دونوں کی صفات، موقع اور محل کو جس ایجاز و اختصار کے ساتھ حفیظ نے ایک شعر میں بیان کیا ہے وہ مثالی ہے ؎

افق سے چاند شعلے نے کے نکلا دیدہ پانی کو
اڑھا دیں چاندنی نے چادریں خاک اور پانی کو

خاک اور پانی کی اصطلاحوں سے حفیظ نے دونوں لشکروں کی صفات ظاہر کر دی ہیں۔ اس کے بعد ان دو فوجوں کا موازنہ کرتے ہوئے۔ تصویر کے دو رخ نامی عنوان سے حفیظ نے ایک اور شعر میں بھی نہایت اختصار سے سب کچھ بیان کر دیا ہے ؎

وہاں بھوکی نگاہیں باوجود فارغ البالی ٭ یہاں آنکھوں میں استغنا مگر جیب شکم خالی

حضورؐ کی قیادت میں صحابہ کرام بدر کے میدان میں صف بندی کرتے ہیں اس موقع پر حفیظ کے قلم نے جو عکاسی کی ہے اس میں حقیقت نے خود شاعرانہ رنگ اختیار کر لیا ہے اور جہاں حقیقت اور شاعری میں تمیز مشکل ہو جائے اسے بجز معجز بیانی کے اور کیا نام دیا جا سکتا ہے خصوصاً آخری شعر تو بقائے دوام حاصل کر چکا ہے ؎

سر راہ شہادت سربلندوں نے صفیں باندھیں ٭ خدا کا حق ادا کرنے کو بندوں نے صفیں باندھیں
نہ ذاتی رنج تھا کوئی نہ کینہ ان کے سینوں میں ٭ صفائے قلب تھی مانند آئینہ جبینوں میں
نہ کثرت کی کوئی پروا نہ تھا قلت کا غم ان کو ٭ نہ کچھ اندیشۂ پست و بلند و بیش و کم ان کو
نہتے تھے مگر تسکین و اطمینان رکھتے تھے ٭ کہ سامان پر نہیں ایمان پر ایمان رکھتے تھے
چلے آئے تھے مسجد کے نمازی آج میدان میں ٭ صفیں باندھے کھڑے تھے بن کے غازی آج میدان میں

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

میدان بدر میں گھمسان کا رن پڑ چکا ہے صحابہ کی سرفروشی اور بازوئے قاتل میں کاٹنے کا مقابلہ ہو رہا ہے حضور بارگاہ ایزدی میں اپنے گروہ کے لئے فتح و نصرت کی دعا مانگ رہے ہیں ؎

وہ جس کے گھر قبولیت دعائیں مانگنے آئے
وہی اسوقت سجدے میں پڑا تھا ہاتھ پھیلائے

بہت نازک تھیں یہ باہم نیاز و نازکی گھڑیاں ٭ لئے تھے دو صدف دردانہ ہائے اشک کی لڑیاں
دعا کے الفاظ کی یوں صورت گری کی گئی ہے ؎

الٰہی یہ ترے بندے ہیں تیری راہ میں حاضر ٭ ہوئے ہیں سربکف ہو کر شہادت گاہ میں حاضر
ترے پیغام کی آیات ہیں جن کی نہ بانوں پہ ٭ مدار قسمت توحید ہے ان چند جانوں پہ

اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا
قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا

ان اشعار کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تاثیر کے علاوہ ان میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو حقائق کے خلاف ہو۔ وہ تمام جزئیات تاریخ و احادیث کے صفحات پر موجود ہیں جن کی صحت پر اجماع اُمت ہے۔

حفیظ کی رزمیہ شاعری کا انداز بیان چونکہ ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ لہذا ہم اسے کسی اور موقع پر بیان کریں گے۔ یہ موضوع بہر حال بحث چاہتا ہے اور شاہنامۂ اسلام پر محاکمہ کرتے ہوئے کم از کم تین مستقل موضوعات پر علیحدہ علیحدہ لکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً حضور کی سیرت نگاری، رزمیہ انداز بیان اور شاہنامے کی ادبی خوبیاں۔ سردست ہم اپنے آپ کو سیرت نگاری کے مختلف پہلوؤں تک ہی محدود رکھیں گے۔

جنگ بدر میں کئی مواقع آئے جب کہ کافروں سے شدید انتقام لیا جا سکتا تھا۔ اور اگر کوئی دوسری قوم ہوتی تو انسانی کمزوریوں کا بھرپور فائدہ اٹھاتی مگر سرکار دو عالم رحمۃ اللعالمین بن کر آئے تھے چنانچہ آپ نے ان صفات کا بھرپور مظاہرہ کیا جسے قرآن مجید نے "خلق عظیم" سے تعبیر کیا ہے۔ گرمی کی شدت سے کافروں کی زبانوں میں کانٹے پڑ گئے تھے اور مسلمانوں کے پاس گزشتہ شب کی باران رحمت کا جمع شدہ پانی موجود تھا۔ اس موقع پر حفیظ نے یوں عکاسی کی ہے

ہوئے تھے اسلحے کفار کے تپ تپ کے انگارے
نکل آئی تھیں مونہوں سے زبانیں پیاس کے مارے
مزاج کائنات اس وقت مو شعلہ باری تھا
مگر ہاں رحمۃ اللعالمین کا فیض جاری تھا
وہی اک حوض تھا اس وقت ان لوگوں کی قسمت سے
مسلمانوں نے جس کو بھر لیا تھا آب رحمت سے
مروت پوچھتی تھی نام مومن کا نہ کافر کا
کہ پینے دو یہ اذن عام تھا ساقیٔ کوثر کا

جنگ بدر فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوتی ہے۔ جنگ مغلوبہ شروع ہو چکی ہے تین سو تیرہ مجاہدین جن کے پاس ہتھیار بھی برابر نہ تھے۔ آہن و اسلحہ کے سیلاب میں غرق کافروں کے مقابلے میں صرف ایڑی چوٹی کا زور ہی نہیں بلکہ جان کی بازی بھی لگا چکے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر حضور پھر ایک مرتبہ بارگاہ حق میں سر بسجود ہو جاتے ہیں ؎

اُدھر جنگ آوروں کے حوصلوں پر تنگ تھی وادی
اِدھر سجدے میں تھا زیر عرش اسلام کا ہادی
جمال آرا تھا قلب مطمئن سے حسنِ بے تابی
وفورِ گریۂ معصوم سے آنکھیں تھیں عنابی
مسلسل کر رہا تھا ابرِ رحمت گوہر افشانی
زمینِ آبیاری ہو رہی تھی کشتِ انسانی
گرے تھے جس جبیں کے سامنے لولاک سجدے میں
خدا کے روبرو تھی وہ جبینِ پاک سجدے میں
جبین سجدے میں تھی دل مضطرب تھا اشک بہتے تھے
امینِ محوِ دعا تھا جبرئیل آمین کہتے تھے۔
اگرچہ فرش پہ تھا استغاثہ فخرِ آدم کا
مگر اس نے احاطہ کر لیا تھا عرش اعظم کا

حضورؐ نوید کامیابی لیکر سجدے سے سر اٹھاتے ہیں ؎

زبانِ وحی نے آخر سنا دی نصِ قرآنی ❊ عرش و عرش [illegible] طے پا گئی تقدیر انسانی
نویدِ نصرتِ حق لے کے نکلے آپؐ میدان میں ❊ قدم بوسی کی جرأت آ گئی نوکِ شہیداں میں
شعاع طور کے انوار چمکے ذرہ روشن میں ❊ لگا دی بجلیوں نے آگ سی باطل کے خرمن میں
رسالت پہ رسالت کا بلالی رنگ تھا طاری ❊ اٹھائی ایک مٹھی خاک اور کفار پہ ماری

نظر آیا کہ مٹی ایک دستِ نور نے پھینکی ؎ خدا کے ہاتھ نے یا بازوئے ماموں نے پھینکی
جھکایا دل اٹھی آندھی بہم مل جل گئے آخر ؎ فضا میں لشکرِ قدرت کے پرچم کھل گئے آخر
برائے اہلِ ایماں یہ نشانِ نصرتِ حق تھا ؎ اِدھر حق سرخرو تھا اس طرف باطل شرمندہ تھا
نہتوں کو سہارا مل گیا دستِ پیمبر سے
زمانہ گونج اٹھا نعرۂ اللہ اکبر سے

میدانِ بدر سے غازیانِ اسلام سرخرو لوٹ رہے ہیں اس منظر کا بیان تمام اقوامِ عالم کے لئے سبق آموز ہے۔ آج کل جشنِ فتح کے موقعوں پر جن بدمستیوں کا مظاہرہ ہوتا ہے، تاریخ کے گزشتہ صفحات میں جابر و مطلق العنان بادشاہوں کی فتح و نصرت کے تذکرے ملتے ہیں اور اس سلسلے میں تمام انسانی تیود یہ خواست کرنے کا جو ذکر ملتا ہے ذرا ان مناظر سے اس منظر کا موازنہ کیجیے تو چشمِ حق بین کو نظر آئے گا کہ اس پرمسرت موقعہ پر بھی دستورِ الٰہی کی پابندی میں سرمو فرق نہ آنے پایا یہ بھی سرکارِ دوعالم کی تربیت اور ان کی صحبت کا اثر ہے

تمنا کرتی ہوئی اللہ کے اکرام و احساں کی ؎ سوادِ بدر سے پلٹی جماعت اہلِ ایماں کی
بچشمِ نم شہیدانِ محبت سے جدا ہوکر ؎ چلے بندے خدا کے ہم رکابِ مصطفیٰ ہوکر
نہ اتراتے ہوئے آئے نہ اتراتے ہوئے پلٹے ؎ سپاس و شکر کا اظہار فرماتے ہوئے پلٹے
نہ غرّہ تھا اسیروں پر نہ سامانِ غنیمت پر
یہ نازاں تھے فقط اسلام ہی کی فوقیت پر

اسیرانِ بدر میں حضرت عباسؓ بھی تھے جو آپ کے چچا تھے اور انھوں نے مکے کے دوران قیامِ اسلام کی بڑی خدمت کی تھی۔ کفارانِ مکہ انھیں زبردستی میدانِ جنگ میں لے آئے تھے۔ جس طرح تمام قیدیوں کی مشکیں کس دی گئی تھیں اس طرح یہ بھی دست و پا بستہ تھے۔

حضرت عباسؓ کی مشکیں کچھ زیادہ کسی ہوئی تھیں جس سے انھیں تکلیف ہو رہی تھی اور وہ کراہ رہے تھے حضور سراپا رحمت کو ان کی حالت پہ بڑا ترس آ رہا تھا مگر مساوات کے اصولوں نے کسی رعایت کے دروازے بند کر رکھے تھے۔ حضورؐ کسی سے کہہ بھی نہیں سکتے تھے کہ حضرت عباسؓ کو کھول دیا جائے کیونکہ جس معاشرتی مساوات اور انصاف کی علمبرداری ان کے ذمہ تھی اس نے حضورؐ کے گہربار لب پر مہر سکوت لگا رکھی تھی مگر انسانی جذبات کا سیلاب چھپائے نہ چھپتا تھا۔ حضورؐ کے اشارۂ ابرو پر جاں نثار کرنے والوں کی کمی نہ تھی۔ کامل اختیار آپ کو حاصل تھا۔ لیکن زبان معجز بیان کے قدم اسلامی مساوات نے روک رکھے تھے۔ اس کیفیت کا بیان حفیظ نے ایسے رقت انگیز انداز میں کیا ہے کہ بے ساختہ آنکھوں سے اشک ٹپکنے لگتے ہیں۔ رات کا وقت ہے حضورؐ نے جنگ بدر سے لوٹ کر چٹائی پر ابھی کمر لگائی ہے۔ ؎

پڑے آرام لیٹا کملی والا اک چٹائی پر ⁂ خدا کے فضل سے جس کو تصرف تھا خدائی پر
شہنشاہوں کا شاہنشاہ لیکن کس قدر سادہ ⁂ وہی تھا اس کا بستر اور وہی تھا اس کا سجادہ
کراہے دم بدم عباس درد و کرب کے مارے ⁂ بندھے تھے سخت پا کروٹ نہ لے سکتے تھے بیچارے
رسول اللہ کو بھی درد تھا ان کی اذیت سے ⁂ کہ یہ خدمت کیا کرتے تھے پورے صدق نیت سے
چچا تھے اور کی تھی دین کی خدمت گزاری بھی ⁂ مگر انصاف کو مشکل تھی ان کی پاسداری بھی
ادھر وہ ہلکے ہلکے زیر لب اک آہ کرتے تھے ⁂ ادھر بے چین ہو کر آپ ٹھنڈی سانس بھرتے تھے
نبی نے کروٹیں بدلیں جو یوں بے تاب ہو کر ⁂ صحابہ جاگ اٹھے خواب سے بے خواب ہو کر
گزارش کی سبب کیا ہے حضور اس بے قراری کا ⁂ مزاج اچھا تو ہے نام خدا محبوب باری کا
کہا بے تابی ہے عباس سے مجھ کو ⁂ حقوق خدمت دیرینہ کا احساس ہے مجھ کو
گزارش کی غلاموں نے اگر سرکار فرمائیں ⁂ ابھی عم نبی کے بند ڈھیلے کر دیے جائیں
کہا جب دوسرا انساں بھی اس قید سے رہا نہ ⁂ کروں میں [illegible]

یہ منشاء نبی پا کر جھکا یا سر صحابہ نے ✻ کمند میں نرم کیں ہر ایک کی جا کر صحابہ نے

اسیروں نے جو قید سخت سے یوں مخلصی پائی

تو چشم دردمند دردمنداں میں بھی نیند آئی

جنگ بدر کے بعد مسلمانوں کے سامنے ایک نیا مسئلہ جنگی قیدیوں کا آیا۔ یوں تو دیگر اقوام اور جاہلی عربوں کے ہاں ان قیدیوں سے نپٹنے کے طریقے موجود تھے لیکن یہ اتنے غیر مہذب اور انسانیت سوز تھے کہ اسلام کے رحمۃ للعالمین نظام میں ان کی سر سو گنجائش نہ تھی۔ یوں تو سرکار دو عالم جو بھی فیصلہ کرتے کسی کو اس میں چون و چرا کی مجال نہ ہوتی پھر بھی حضور نے اسلامی نظام کے معرکۃ الارا اور رہنمایانہ اصول "مشاورت باہمی" سے اس مسئلہ کو سلجھایا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کی رائے میں گو بظاہر تضاد تھا لیکن دونوں کی رائے کا مقصد ایک ہی تھا یعنی برائی کا خاتمہ۔ ایک تالیف قلب کے ذریعے یہ مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور دوسرا کلی استیصال کے ذریعہ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ؎

یہ لوگ آخر تری ہی قوم ہیں شاید سنبھل جائیں ✻ خدا دل پھیر دے شیطان کے پنجے سے نکل جائیں

دبا دینے سے یہ دستور کا پابند ہوتا ہے ✻ غلام ان قیدیوں کے چھوڑ دینے ہی کا حامی ہے

حضرت عمرؓ کا ارشاد تھا ؎

اگر چھوڑا گیا ان کو تو پھر یہ لوٹ آئیں گے ✻ یہ ا[illegible] ہر دم نئے فتنے اٹھائیں گے

حضورؐ کا طرز عمل ؎

نبوت کو مگر مد نظر تعلیم ملت تھی ✻ کہ خود خوش کی عادت پر تنظیم ملت تھی

خموشی سے اٹھا حجرے میں داخل ہو گیا ہادی ✻ کہ باہم گفتگو کرے جمعیت بآزادی

حضورؐ کی سیرت کے اس پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے حفیظ نے اس مضمون کو زیادہ شرح و بسط سے بیان کیا ہے [illegible] کی بات نہ ہو گی۔

کہ اسلام کے اس جمہوری نظام کو دنیا کے سامنے نمایاں کیا جائے جہاں نبی ہونے
کے باوجود بھی حضور ایسے معاملات میں اپنی رائے مسلط نہیں کرتے تھے جس کے سلسلے میں
کوئی نص قطعی کا وجود نہ ہوتا تھا اور جہاں نص قطعی موجود ہوتی تھی وہاں اس
قسم کی مشاورت کا امکان بھی نہ تھا۔ غرض صحابہ کرام تیار خیال کرنے لگتے ہیں ؎

میان بحث تھیں صدیق اور فاروق کی رائیں ہے کہ ہر پہلو سے قطعی اور جامع تھی یہی رائیں
اگرچہ مختلف تھی رائے دونوں حق پسندوں کی ہے مگر نیت تھی واحد مالک واحد کے بندوں کی
ہوئی ممکن اسی نقطے پہ ملت متحد ساری ہے مگر اجماع امت رحم کا پلہ رہا بھاری
مشیت بھی یہی فیصلہ بالکل یقینی تھا ہے کہ اس امت میں رنگ رحمۃ للعالمینی تھا

الغرض قیدیوں کو خوں بہا لیکر چھوڑ دینے کا فیصلہ حضور نے قبول فرمالیا۔
اور کہا کہ جو لوگ مفلس ہیں وہ بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں اور ان کے لئے
یہی فدیہ رہائی ہوگا۔ اس کے بعد حفیظ نے تضاد ظاہر کرنے کے لئے وہ سلوک
بھی بیان کر دیا ہے جو اس زمانے میں قیدیوں سے روا رکھا جاتا تھا اس طرح
گویا انھوں نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایسے حالات میں تحریک اسلام
کے قائد نے نہ صرف یہ انقلاب انگیز اقدام کیا بلکہ قیامت تک اقوام عالم کے لئے
ایک چراغ روشن کر دیا ؎

طریقہ تھا کہ پہلے دست و بازو توڑ دیتے تھے ہے زمین میں گاڑ کر پھر ان پہ کتے چھوڑ دیتے تھے
کبھی زندوں کے تن سے بوٹیاں نچوائی جاتی تھیں ہے سلاخیں گرم کر کے جسم میں رکھائی جاتی تھیں
قریشی قوم میں بھی ایسے ہی قانون تھے جاری ہے کہ ان کی قید کے معنی تھے مرگ و ذلت و خواری
چنانچہ بدر کے قیدی جو آئے تھے مدینے میں ہے تو دم بھی ہول کے مارے سماتا تھا نہ سینے میں

سمجھتے تھے کہ اب یا موت یا ذلت یقینی ہے
خبر کیا تھی یہ شرع رحمۃ للعالمینی ہے۔

[illegible] کر دیا لہٰذا جس نے جس معاشرے میں آنکھیں کھولی تھیں اس کی تمام سماجی

برائیاں اس کے سامنے تھیں چنانچہ حضور کی سیرت نگاری میں اس نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ ایسے تمام پہلو اُجاگر ہو کر سامنے آئیں جس سے موجودہ سماجی اور معاشرتی برائیوں پر ضرب کاری پڑتی ہو۔ اس سلسلے میں سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کے نکاح کی جزئیات کو بلاکم و کاست بیان کر دینا در اصل بالواسطہ موجودہ سماجی خرابیوں کو دور کرنے کی ایک سعیٔ احسن ہی ہے ؎

وہ صبح نور چشم رحمۃ للعالمین زہراؓ ☆ نگین خاتم تسکین ختم المرسلین زہراؓ
وہ زہراؓ جو شبیہہ اسوۂ سرکار رسالت تھی ☆ علیؓ سے آج اسی زہراؓ کی شادی ہونے والی تھی
نہ کوئی باجا گاجا تھا نہ کوئی شور و ہنگامہ ☆ نہ شہنائی نہ نقارہ نہ دف تھی اور نہ دمامہ
نہ رنگا رنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا ☆ وہی تحفہ نشاہ مرداں اور وہی مردانہ چہرا تھا
رخ شمس الضحیٰ کی ضو سے پرتنویر تھی مسجد ☆ سکون و سادگی کی خوشنما تصویر تھی مسجد
زمیں سے آسماں تک بس گئے نغمات رُحانی ☆ کہ خود قرآن ناطق نے پڑھیں آیات قرآنی

ہوا یہ عقد عالی شان معمولی طریقے سے
ہوئے تقسیم خرمے غیر معمولی سلیقے سے

ان کے جہیز کے جزئیات ملاحظہ ہوں جس قدر جہیز میں سادگی ہے اسی قدر طرز ادا میں تاثیر ہے ؎

متاع دنیوی جو حضرت زہراؓ میں آئی تھی ☆ کھجوری کھردرے سے بان کی اک چارپائی تھی
مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں ☆ ملی تھیں چکیاں دو تاکہ آٹا پیس لیں گھر میں
وہ زہراؓ جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی ☆ ملی مشک ان کو تاکہ خود لا یا کریں پانی
ملا تھا نقرئی تحفہ نہ تھی کوئی ٹکا ☆ اصلی جہیز ان کو ☆ کہ بخشی تھی خدا نے اک جبین سجدہ ریز ان کو
ردائے فقر بھی حاصل تھی توفیق سخاوت بھی ☆ کہ ہونا تھا انہیں سرتاج خاتونان جنت بھی
وہی تحریر جو مہر خاتم حق کا نگینہ تھی ☆ امینؐ کی لاڈلی بھی اس امانت کی امینہ تھی

چلی تھی باپ کے گھر سے نبی کی لاڈلی بیٹی
حیا کی چادریں عفت کا جامہ صبر کے گہنے

اس کے بعد مصنف نے اس صحیفے کی غرض و غائت کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کا مقصود اصلی خیالی بلند پردازی حسن تراکیب کے طلسم یا قادرالکلامی کے مظاہرے نہیں بلکہ سرکار دو عالم کی سیرت کا سادگی سے موثر الفاظ میں بیان کر دینا ہے۔ لوگوں نے فرضی قصے کہانیوں کے نظم کرنے میں جو جو مضمون آفرینیاں کی ہیں۔ شاعر اس سے عاجز نہیں ہے مگر مطمع نظر حقائق بیانی ہے اور قرآن و حدیث کے بیانات سے سرمو انحراف اسکے لئے ممکن نہیں ہے ؎

کئے ہیں مختصر حالات جواب تک بیاں میں نے
نہیں آنے دیا ہے ان میں رنگ داستاں میں نے

مجھے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری
وگرنہ شاہباز فکر اڑنے سے نہیں عاری

بیان کرتا اگر حالات فرضی شہسواروں کے
تو اک شمشیر سے میں سر اڑا دیتا ہزاروں کے

صداقت کا اگر میں خون کرنے پر اتر آتا
تو صحرائے عرب میں بحر احمر ہی نظر آتا

نہیں ناآشنا میرا قلم رنگیں نگاری سے
زمین شعر ہے فردوس میری لالہ کاری سے

یہاں عاید ہے مجھ پر شق قرانی کی پابندی
کہ ہے اس سے تجاوز میں خدا کی ناراضامندی

یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا
کہ جس کے نور سے ظلمت نے منہ دیکھا اجالے کا

اسی ضمن میں اپنا نصب العین بھی حفیظ نے ظاہر کر دیا ہے ؎

میرا مقصود اتنا ہے کہ انساں نیک ہو جائے ؎ خدا کو ایک مانیں اور خود بھی نیک ہو جائیں
ہوئی اس راہِ وحدت میں تلاش رہنما مجھ کو ؎ نظر آیا نہ کوئی کملی والے کے سوا مجھ کو
محمدؐ جس نے گمراہوں کو سیدھی راہ دکھلائی ؎ خدائے واحد و رحمٰن کی درگاہ دکھلائی
گدا و شاہ کو رتبے میں یکساں کر دیا جس نے ؎ سہارا مور کو دے کر سلیماں کر دیا جس نے
نوید بخشش یوم الحساب اس کی زباں پر تھی ؎ وہ اُمی تھا مگر امّ الکتاب اس کی زباں پر تھی
وہ اُمی کس طرح غالب ہوا سارے بلادوں پے ؎ نہنگوں اور موجوں اور طوفانی ہواؤں پر
اُبھارا کس طرح ان ڈوبتوں کو قعرِ دریا سے ؎ گرے جو پے بہ پے دریا میں اپنی لغزش پا سے
ہوا تھا کس ہوا سے گلشن ہستی تر و تازہ ؎ بندھا تھا کس طرح اوراق پراگندہ کا شیرازہ

یہ سب کچھ انتہائی سادگی سے عرض کرنا ہے
کوئی افسانہ کہنا ہے نہ کوئی رنگ بھرنا ہے

حضورؐ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے مقننہ، عدلیہ اور عاملہ تینوں کے اختیارات جمع کر دیئے تھے۔ اور مذہبی قیادت تو یقیناً خاتم نبوت کی حیثیت سے پہلے ہی ودیعت تھی چنانچہ نبوت، بادشاہت، وزارت اور اور فوج کی قیادت بھی آپؐ کی ذات بابرکات میں جمع ہو گئی تھیں۔ سیاست کی باگ ڈور جہاں آپ کے دست مبارک میں تھی وہیں محراب مسجد میں امامت اور میدان جنگ میں قیادت کی ذمہ داریاں آپ کے سپرد تھیں مگر یہ سب چیزیں دنیا میں مروجہ نظام سے مختلف تھیں بلکہ ان میں انقلاب انگیز بصیرت موجود تھی۔ جہاں دستور الٰہی میں کوئی وضاحت نہ ملتی تھی وہاں حضور اپنی رائے سے کبھی کام نہ لیتے تھے وہ تمام مسائل جن کے متعلق کوئی نص قطعی نہ ہوتی تھی وہ بھی دستور الٰہی کے چوکھٹے میں ہی طے کئے جاتے تھے۔ شاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ حقیقت نے حضورؐ کی سیرت کے اس بنیادی نکتے کی وضاحت

جنگ احد کے موقع پر کی ہے۔ کافروں کا لشکر میدان احد پر اتر چکا ہے
لہٰذا حضور صحابۂ کرام سے جنگی حکمت عملی پر مشورہ طلب کرتے ہیں ؂

مدینہ کی جو حالت ہے وہ تم پر آشکار ہے ٭ قریشی لشکر جرار احد پر خیمہ آرا ہے
بتاؤ ان کو روکیں چل کے باہر چند میلوں پر ٭ کہ اس لشکر کو بڑھنے دیں مدینے کی فصیلوں پر
مگر یہ منحصر ہے کثرت آرائے ملت پر ٭ تدبر شرط ہے ہر دیدۂ بینائے ملت پر

معمر مہاجرین اور اکابرین انصار نے قلعہ بند ہو کر مقابلے کی رائے دی لیکن
نوجوان مہاجرین کی رائے تھی کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے۔ ان کا بیان تھا ؂

نہیں ہے دل رضامند اس طرز قلعہ بندی پر ٭ کہ حرف آئیگا اس سے بدر کی فیروزمندی پر
تمنا ہے کہ اڑ کر جا پڑے دل تیر قاتل پر ٭ نظر روئے نبی پر ہو گلا شمشیر قاتل پر
یہ سر کٹ کر سوئے پائے محمد لوٹتا جائے ٭ اسی کو موت کہتے ہیں تو ایسی موت آ جائے

مسلم نوجوانوں نے اصرار کیا اور حضور نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی ؂

جوانی میں تھا ذوق و شوق کا انداز بھی شامل
نیاز و عاجزی میں تھی ادائے ناز بھی شامل

حضور نے فرمایا ؂
کہ راضی ہو اگر تم سخت گھاٹی سے گزرنے کو
کمر بندی کرو باہر نکل کر جنگ کرنے کو

حضور سرور کائنات نے نہایت اہتمام سے جنگ کی تیاریاں کیں ؂
کوئی سخت اور نازک مرحلہ پیش آنے والا تھا۔
کہ خود ہادی نے سامان جنگ کرنے کو نکالا تھا۔
لباس جنگ پہنا آج سردار دو عالم نے
خدا کی توج کا دل سپہ سالار اعظم نے

شرف بخشا زرہ کو جسم ہستی کے اجالے نے
سر اقدس پہ رکھا خود کالی کملی والے نے
نبیؐ کو آج اُمت نے لباس جنگ میں دیکھا
جمالِ مصطفےٰؐ کو اس نرالے رنگ میں دیکھا

ہوئی اب ان جوانان مجاہد کو پشیمانی۔
صلاح قلعہ بندی جن کی غیرت نے نہ تھی مانی
سب نے جو یہ حال دیکھا تو عرض کرنے لگے کہ حضورؐ ہم سے کچھ غلطی ہوگئی
ہے آپ جو رائے دیں گے ہم بلا چوں و چرا مانیں گے۔ مگر حضورؐ کا جواب
شاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ کی تفسیر تھا سے

صحابہ پہ جو طاری جوش رقت کا اتر آیا۔
تبسم زیر لب فرما کے ہادی نے یہ فرمایا
تمہارا فتح کا پیش نظر ہو یا ہزیمت کا
نہیں واجب نبیؐ کو فسخ کر دینا عزیمت کا
سر میداں نہ جب تک تیغ کوئی فیصلہ کر دے
خدا جب تک نہ اتر خود حق کو باطل سے جدا کر دے
پیمبرؐ کے لئے فسخ عزیمت کی مناہی ہے
یہ ارشاد الٰہی ہے ۔ یہ ارشادِ الٰہی ہے
ڈاکٹر یعقوب عمر

(باقی آیندہ)

حکیم ہلال آغائی ابوالعلائی

منقبت حضور غوث الثقلینؓ

تصورات کی محفل میں روبرو ہیں غوثؒ
کرم کی حد ہے کہ اب محوِ گفتگو ہیں غوثؒ

نہیں ہیں طالبِ حق کی نظر سے پوشیدہ
تلاش جس نے بھی کی اس کے روبرو ہیں غوثؒ

خدا نے آپ کو وہ وہ مقام بخشے ہیں
قسم خدا کی ولایت کی آبرو ہیں غوثؒ

ہمارے پیشِ نظر ہیں ہمارے راہنما
ہمارا مقصد و ارمان و آرزو ہیں غوثؒ

اب اور کیا ہوں کراماتِ اتباعِ رسولؐ
رسولؐ پاک کی تفسیر ہو بہو ہیں غوثؒ

نظر نظر میں ہدایات کا سمندر ہے
عجیب شان سے مصروفِ گفتگو ہیں غوثؒ

اسی یقین پہ روتے ہیں گر کے قدموں پر
ہمارے اشکِ ندامت کی آبرو ہیں غوثؒ

ہے اپنا گلشنِ ہستی سدا بہار ہلالؔ!
زہے نصیب نبیؐ گل ہیں اور بو ہیں غوثؒ

ڈاکٹر راہی قریشی

منقبت

حضرت علاء الدین انصاریؒ

یہ دنیا غم کی ہے محفل علاء الدین انصاریؒ
زمانہ ہو گیا قائل علاء الدین انصاریؒ

اسی دہلیز پر ہو جائے اک دن فیصلہ میرا
مرے منصف، مرے عادل، علاء الدین انصاریؒ

دعا مقبول ہونے کی گھڑی شاید یہی ہو گی
دعا میں اشک ہیں شامل، علاء الدین انصاریؒ

نظر میں بارگاہِ ناز، دل میں یاد کی خوشبو
یہی ہے زیست کا حاصل، علاء الدین انصاریؒ

خدا کے فضل کی تکمیل کا سامان ہو جائے
اگر ہوں آپ بھی مائل، علاء الدین انصاریؒ

غنیمت ہے کہ اپنا مدعا اس آستانے پر
ہوا اظہار کے قابل، علاء الدین انصاریؒ

نگاہِ فیض سے راہی کے خلوت خانۂ دل تک
کوئی پردہ نہیں حائل، علاء الدین انصاریؒ

محسن جلگانوی

حمد

○

مرے خدائے ذوالجلال
ہے صرف تو ہی باکمال
حقیرِ وقت سب یہاں
تری ہی ذات لازوال

○

مدام تو، ثبات تو
نفس نفس حیات تو
زمینِ دار و گیر تو
مرے لئے نجات تو

○

نہاں، عیاں تری نمو
فلک تا ارض تو ہی تو
فضائیں تیرے رنگ و بو
ترا وجود چشمۂ نمو

○

مرے خدائے ذوالجلال
ذرا سی جنبشِ خیال
اندھیری ساعتوں سے مل
سیاہ بخت کو اُجال
مرے شعور و فن میں آ
مجھے مئے الست دے
الانگھ جاؤں رفعتیں
وہ ایک تابِ جست دے

مرے خدائے ذوالجلال

○

اعلیٰحضرت احمد رضا صاحب بریلوی — نعت شریف

جاں بخشی

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

جو د شاہِ کوثر اپنے پیاسوں کا جویا ہے آپ
کیا عجب اُڑ کر جو آپ آجائے پیالی ہاتھ میں

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

دستگیرِ ہر دو عالم کر دیا سبطین کو
اے میں قرباں جانِ جاں انگشت کیا لی ہاتھ میں

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پہ درود
وقفِ سنگِ در جبیں روضہ کی جالی ہاتھ میں

جس نے بیعت کی بہارِ حسن پر قرباں رہا
ہیں لکیریں نقشِ تسخیرِ جمالی ہاتھ میں

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضاؔ
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں

ارشاداتِ غوث پاک رضی اللہ عنہ

"تکمیل ایمان کیلئے ضروری چیزیں"

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں! کہ ایک مومن کے لئے ہر حال میں تین چیزیں انتہائی ضروری ہیں۔ اول یہ کہ احکامات شرع کی تکمیل کرتا رہے۔ دوم یہ کہ شریعت کے ممنوعہ افعال سے مکمل احتراز و اجتناب اختیار کرے۔ سوم یہ کہ تقدیر پر شاکر و قانع رہے۔ اور ایک مومن کی شان ہی یہ ہے کہ وہ ان تینوں چیزوں کو اپنے اوپر واجب قرار دے کر اپنے قلب و اعضاء کو انہیں تینوں چیزوں میں مصروف و مشغول رکھے۔

احکام خداوندی کو تسلیم کرتے رہو

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ نہ تو تم حصول نعمت کے لئے مصائب کے رفع کرنے کی سعی کرو اور نہ نعمتوں سے جلب منفعت کی خواہش رکھو۔ کیونکہ جو نعمت تمہاری قسمت میں ہے وہ تم کو ضرور مل کر رہے گی۔ خواہ تم اسے طلب کرو یا نہ۔ ناپسندیدہ تصور کرو۔ اور اگر مصیبت و بلا تمہارا مقدر بن چکی ہے اور تمہارے اوپر تسلط کا اسے حکم مل چکا ہے تو خواہ تم اس کو کراہیت سے دیکھو یا دعا اور صبر استقامت سے اس کے دفع کرنے کی کوشش کرو یا خدا کی رضا حاصل کرنا چاہو وہ مصیبت یقیناً تم پر نازل ہو کر رہے گی۔ اور تمہارے اندر فاعل حقیقی کا فعل جاری و ساری ہو جائے گا۔ پھر اگر وہ شئے بطور نعمت کے ہے شکر بجا لاؤ اور اگر بطور مصیبت کے ہے تو صبر اختیار کرو خواہ تمہارا صبر بادل ناخواستہ ہو یا خدا کی رضا کے لئے ہو لیکن مصیبت کو نعمت تصور کرتے رہو یا اس میں گم ہو کر فنا ہو جاؤ۔ پھر ان حالات کا جو بھی مقتضا ہو گا اسی کے مطابق تمہیں

خدا کے ان راستوں اور ان منزلوں کی سیر کرائی جائے گی جن میں اطاعت و موالات کا حکم دیا گیا ہے تاکہ تمہاری رسائی رفیق اعلیٰ تک ہو جائے اور تمھیں صدیقین، شہداء اور صالحین کے لئے بیان کردہ مقامات پر قائم کر دیا جائے تاکہ تم ان لوگوں کا مشاہدہ کر سکو جو قرب الٰہی میں تم سے سبقت لے چکے ہیں اور انہیں راہوں کی تمام خوشیاں اور کرامتیں حاصل ہو چکی ہیں اور مصیبتوں کا راستہ ہرگز مسدود نہ کرنا تاکہ وہ تم سے ہمکنار ہو سکیں اور جس وقت وہ تم پر نازل ہو چکیں تو ہرگز واویلا مت کرنا کیونکہ مصائب کی یہ آگ جہنم کی لپٹوں سے تیز تر نہیں ہے۔

ایک حدیث میں اس ہستی نے جو کل کائنات میں افضل ترین ہے اور جس کو زمین نے اٹھا رکھا ہے اور آسمان اس پر سایہ گستر ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دوزخ کی آگ مومن سے کہے گی کہ اے مومن تیزی سے گزر جا کیونکہ تیرے نور سے میرے شعلے سرد پڑنے لگتے ہیں۔" تو کیا مومن کا وہ نور جس سے جہنم کے شعلے سرد پڑنے لگتے ہیں جب وہی نور دنیا میں مومن کا مصاحب ہو گا جو اطاعت گزاروں اور معصیت کاروں دونوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیتا ہے تو کیا وہ دنیاوی مصائب کی آگ کو سرد نہیں کر دے گا۔ جس میں تمھیں یقیناً اپنے صبر کی خنکی اور اپنے مولا کی رضا جوئی کی ٹھنڈک محسوس ہونے لگے گی اور مصائب کی سوزش یکسر فرو پڑتا ہو کر رہ جائے گی۔ کیونکہ مصائب بندے کو خدا سے قریب تر کر دیا کرتے ہیں۔ لہٰذا تم پر مصائب اور بلاؤں کا نزول تمھیں ہلاک کر دینے کے لئے نہیں ہو گا۔ بلکہ تمہاری آزمائش اور ایمان کی درستی مقصود ہو گی تاکہ تمہاری اساس ایقان مستحکم سے مستحکم تر ہو جائے اور باطنی حیثیت سے وہ مصیبت تمھیں بشارت دے دے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے صبر و استقامت پر اظہار فخر و مسرت کرتا ہے جیسا کہ خود خدا تعالیٰ ہی کا قول ہے کہ "بیشک ہم تمہاری آزمائش اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں علم ہو جائے کہ تم میں مجاہدین اور

اور صبر کرنے والے کون کون ہیں اور تم تمھارے اعمال کا بھی امتحان کرلیں "۔

لہذا جب تمہارا ایمان محکم ہو گیا اور تمھیں یہ پختہ یقین ہو چکا کہ تم نے خدا کے فعل کی موافقت کی ہے تو پھر یہ بھی سمجھ لو کہ تمھیں جو توفیق عطا ہوئی ہے وہ بھی خدا ہی کا احسان و کرم ہے ۔ اس لئے تمھارا فرض ہے کہ ہمیشہ صبر و استقامت سے کام لیتے ہوئے قضا و قدر کے سامنے سر تسلیم خم کر دو ۔ اور کوئی ایسی نئی بات اختیار نہ کرو جو تم کو یا دوسروں کو اوامر و نواہی سے خارج کردے اور جب خدا تم کو کوئی حکم دے رہا ہو تو اس کو غور سے سنو ۔ اس کو قبول کرنے میں عجلت سے کام لیتے ہوئے حرکت میں آجاؤ اس کو سن کر بیٹھے نہ رہو اور قضا و قدر کے افعال کو محض تسلیم ہی نہ کرو بلکہ اسکی تعمیل و تکمیل میں جد و جہد سے کام لو تا کہ تم صحیح معنوں میں خدا کے حکم کی تعمیل کر سکو اور اگر تم تعمیل سے قاصر اور عاجز رہ جاؤ تو پھر اللہ تعالے سے التجا کرتے ہوئے پناہ طلب کرو اور گریہ وزاری کے ساتھ معذرت خواہی کرتے ہوئے تعمیل حکم سے قاصر رہنے کا سبب بھی تلاش کرو اور شوق و اطاعت سے رک جانے کی وجہ بھی دریافت کرو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمھارے باطل دعووں کی نحوست ہو یا اطاعت میں سوء ادبی شامل ہو گئی ہو یا تمھاری خود اعتمادی اور اپنے عمل پر تکبر کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو یا تم نے اپنے نفس اور مخلوق کو خدا کے ساتھ شریک کرنے کی جرأت کرلی ہو ۔ یا یہ کہ خدا نے تمھیں اپنے دروازے سے دھتکار دیا ہو ۔ یا اپنی طاعت و خدمت سے تمھیں معزول کر کے توفیق کی طاقت سلب کرلی ہو ۔ اور تمھاری طرف سے منہ موڑ کر بطور عتاب کے تمھیں اپنا غنیم سمجھ کر دنیاوی یادوں اور نفسانی خواہشوں میں مشغول کر دیا ہو ۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں خدا کی محبت میں حائل ہو جایا کرتی ہیں ۔ اور تمھیں اپنے خالق اپنے مربی اور انعام و اکرام کرنے والے کی نظروں سے گرا دیتی ہیں ۔ لہذا ان چیزوں سے گریز اس لئے ضروری ہے کہ کہیں یہ چیزیں تمھیں غیر اللہ تک نہ پہنچا دیں ۔ کیونکہ ہر وہ شئے جو خدا کے سوا ہو گی

اس کو غیر اللہ میں شمار کیا جائے گا۔ تمھیں چاہیئے کہ ہر وہ شے جو اس کے سوا ہو اس کو ہرگز ہرگز قبول نہ کرو۔ کیونکہ اسی ذات نے تمھیں پیدا کیا ہے۔ لہٰذا تمھارا فرض ہے کہ اپنے نفس پر ظلم نہ کرتے ہوئے غیر اللہ کے لئے اللہ کے حکم سے اعراض نہ کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمھیں ایسی آگ میں جھونک دیا جائے گا جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جس کے بعد تمھیں سوائے ندامت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا اور جب ندامت سے بھی کچھ نہ بن پڑے گا تو معذرت خواہی کرنے لگو گے اور جب اس سے بھی کام نہیں چلے گا تو فریاد کرنے لگو گے۔ پھر جب فریاد نہیں سنی جائے گی تو رضا و خوشنودی طلب کرو گے اور جب یہ بھی حاصل نہ ہو سکے گی تو اپنی متاع گم شدہ کو حاصل کرنے اور اپنی خرابیوں کو دور کرنے کی غرض سے دنیا میں دوبارہ واپسی کی خواہش کرو گے مگر وہ بھی تمھیں نصیب نہیں ہو سکے گی۔ لہٰذا تمھارا فرض ہے کہ اپنے نفس پر رحم کھا کر تمھیں علم اور عقل و ایمان و معرفت کے جو اسباب و ذرائع مہیا کیئے گئے ہیں ان کو طاعت الٰہی میں صرف کر دو اور انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی عطا کر دو۔ اور اوامر و نواہی کے ماسوا ہر شئے کو خدا کے حوالے کر کے خدا کی اطاعت و موافقت حاصل کر لو۔ کیونکہ اسی نے خاک سے تمھیں تخلیق کیا۔ تمھاری پرورش فرمائی۔ تمھیں نطفہ سے مکمل جسم بنا دیا۔ لہٰذا کفر اختیار کرتے ہوئے اس کے کسی حکم کی بھی خلاف ورزی نہ کرو۔ منہیات کے علاوہ کسی بھی چیز کو مکروہ تصور نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا مقصود و مراد بنا کر دین و دنیا میں قناعت اختیار کر دو اور اپنی ہر خواہش کو خدا کے حکم کے تابع کر لو۔ جس چیز سے اس نے تمھیں منع کیا ہے اس کو ہرگز ہرگز قبول نہ کرو۔ اور اپنی ہر کراہت کو اس کی کراہت کے تابع بنا دو۔ پھر جب تمھیں اطاعت کا یہ مقام حاصل ہو جائے گا تو پوری کائنات تمھارے تابع فرمان ہو کر رہ جائے گی۔ اور جب تم خدا کی ممنوعہ شئے سے احتراز کرو گے تو پھر تم سے ہر ناخوشی دور کر دی جائے گی جیسا کہ

خدا نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ "اے بنی آدم صرف میں ہی معبود ہوں۔ میرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ میں جس چیز کو کہہ دیتا ہوں کہ ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے اور عدم سے وجود میں آجاتی ہے۔ لہذا تم بھی میری خدمت و طاعت کرو تاکہ میں تمھیں بھی ایسا ہی بنا دوں کہ جس شئے کو کہہ دو کہ ہو جا تو وہ ہو جائے۔" ایک اور جگہ خدا کا ارشاد ہے کہ "اے دنیا جس نے میری خدمت کی ہے تو اس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرتا ہے اس کو صعوبت و مشقت میں مبتلا کر دے۔"

اور جب خدا کی جانب سے کوئی مخالفت کا حکم ملے تو تم ایسے ہو جاؤ کہ جیسے تمھارے تمام جوڑ ڈھیلے پڑ چکے ہیں۔ حواس گم ہیں۔ دل تنگ ہو گیا ہے جسم مردہ ہو چکا ہے۔ خواہشات ختم ہو چکی ہیں۔ بشریت کی علامتیں مفقود ہو کر طبیعت کی جولانیاں معدوم ہو چکی ہیں گھر میں تاریکیاں مسلط ہیں دیواریں منہدم ہو چکی ہیں، چھت گر جانے سے مکان تباہ ہو گیا ہے۔ حواس سونگھنے سمجھنے کی صلاحتیں ناپید ہو گئی ہیں، کان بہرے ہو چکے ہیں اور تمھیں اس کیفیت کے ساتھ تخلیق کیا گیا ہے کہ گویا آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے یا آشوب چشم کی سی کیفیت ہے یا بصارت زائل ہو چکی ہے ہونٹ پھوڑا بن گئے ہیں۔ زبان گنگ ہے۔ دانتوں میں پیپ اور درد کی سی کیفیت ہے۔ ہاتھ شل ہو چکے ہیں۔ ان میں قوت گرفت باقی نہیں ہے قدموں میں تزلزل کی کیفیت ہے اور قوت مردانگی ختم ہو کر کسی کام کے قابل نہیں رہ گئے ہو اور پیٹ میں شکم سیری کی یہ کیفیت ہے کہ جیسے پیٹ بھرا ہوا ہے اور کھانے کی خواہش ختم ہو چکی ہے۔ عقل پر دیوانگی مسلط ہے۔ اور جسم ایسا مردہ ہو چکا ہے کہ جس کو قبر کی جانب اٹھا لے جانے کی سی کیفیت ہے سن کر عجلت سے کام لینا صرف اوامر میں ہوا کرتا ہے لیکن نواہی میں بیٹھ جانا سست پڑ جانا اور عاجز رہنا ہوا کرتا ہے اور قضاء و قدر کی منزل میں خود کو معدوم اور فانی تصور کر لیا جاتا ہے۔ لہذا تمھیں

چاہیئے کہ اسی شربت کو پیو۔ اسی دوا سے معالجہ کرو۔ اسی غذا سے شکم سیری حاصل کرو۔ اور اسی سے توانائی و قوت حاصل کرو۔ تاکہ خدا کے فضل سے اگر وہ چاہے تو امراض گناہ اور خواہشاتِ نفس کی بیماریوں سے تمہیں صحت یاب فرمادے۔

نیکیوں کی ترغیب

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ اتباع سنت کرتے ہوئے بدعات سے اجتناب کرو۔ خدا اور رسولؐ کی اطاعت میں مشغول رہتے ہوئے ان کے احکامات کی پابندی کرو۔ خدا کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوئے اس کی وحدانیت کو تسلیم کرتے رہو۔ خدا کی تصدیق کے ساتھ نہ تو شک و شبہ کو جگہ دو اور نہ ہی اس پر بہتان تراشی کرو۔ اور مصائب کا شکوہ نہ کرتے ہوئے صبر و استقامت سے کام لو۔ واویلا نہ کرو۔ ثابت قدم رہ کر فرار اختیار نہ کرو۔ خدا سے سوال کرنے کو معیوب تصور نہ کرو۔ مایوسی کو دل میں جگہ نہ دیتے ہوئے قبولیت دعا کے منتظر رہو۔ معاندت سے احتراز کر کے اخوت و مودت اختیار کرو۔ اطاعت خداوندی کے لئے ہمیشہ مجتمع رہو۔ بغض و نفرت کو ترک کر کے الفت و محبت سے کام لو۔ گناہوں سے منزہ ہو کر گناہوں کا ارتکاب نہ کرو اور اپنے رب کی اطاعت سے خود کو مزین و مرصع کرنے کی سعی کرتے رہو۔ اس کی چوکھٹ سے بُعد اختیار نہ کرتے ہوئے ہمیشہ ہمہ تن اسی کی جانب متوجہ رہو۔ توبہ کرنے میں تاخیر کو جگہ نہ دو۔ اپنے خالق سے شب و روز کے کسی حصہ میں بھی گناہوں کی معذرت خواہی سے ہرگز رنجیدہ نہ ہو۔ پھر شاید تمہیں جنت و سعادت سے نوازکر نارِ جہنم سے دور رکھتے ہوئے جنت کی مسرتوں سے ہمکنار کر دیا جائے اور تمہیں وصال خداوندی میسر آجائے پھر تمہیں دارالسلام میں پاکیزہ کنواریوں نیز دوسری نعمتوں سے سرفراز فرما دیا جائے جس میں ابدیت و مداومت شامل ہو اور تمہیں اعلیٰ ترین گھوڑوں پر سواریوں کا شرف عطا کیا جائے اور انواع و اقسام کی خوشبوؤں

سے معطر حوروں اور خوش گلو مغنیاؤں کی نعمتوں سے شاداں و فرحاں کردیا جائے اور تم صدیقین۔ شہدا اور صالحین کے ہمراہ اٹھائے جاؤ۔

"خدا کا قرب کیسے حاصل ہو"

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے اوپر کوئی کیفیت یا حال طاری ہو خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ تو تمہیں چاہیئے کہ اس حال کے سوا کسی دوسرے حال کو اختیار نہ کرو۔ اس لئے کہ جب تم شاہی محل کے پاسباں ہو تو تمہیں ہرگز یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ تم محل کے اندر بھی داخل ہو سکو۔ جب تک کہ تم کو جبراً یا غیر اختیاری شکل میں داخل نہ کر دیا جائے یا تمہیں تاکیدی حکم دے کر اندر نہ بلا لیا جائے لیکن صرف اذنِ داخلہ ہی تمہارے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ منجانب بادشاہ یہ اجازت محض ایک مکر و فریب کی صورت میں ہو یا اس سے تمہارا امتحان مقصود ہو۔ لہٰذا تم اس وقت تک صبر و ضبط سے کام لو جب تک تمہیں داخلے پر مجبور نہ کر دیا جائے اس شکل میں چونکہ یہ اجازت بادشاہ کی جانب سے حاصل ہو گی اس لئے تم عقوبت کے مستحق نہیں ہو سکتے تمہیں تو سزا اس وقت دی جا سکتی ہے جب کہ تمہارا یہ فعل ذاتی ہو۔ اور تمہاری بدبختی تمہیں کھینچ کر پہنچا دے اور تم نے داخلہ کے لئے حرص و بے صبری کا ثبوت پیش کیا ہو اور تمہیں جس منصب پر کھڑا کیا گیا ہے اس پر تم رضامند نہ ہو۔ جس وقت تم حکم شاہی کے ذریعے اندر داخل ہو جاؤ تو نظریں جھکا کر مودبانہ طریقے سے تمہیں جس خدمت کا حکم دیا گیا ہو اس میں مشغول ہو جاؤ۔ اور ترقی مراتب کی ہرگز تمنا نہ کرو جیسا کہ باری تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ "آپ ان چیزوں کو نظر بھر کر نہ دیکھئے جو ہم نے کفار کے جوڑوں کے لئے بطور آسائش کے فتنے میں مبتلا

کرنے کے لئے عطا کی ہیں اور آپ کے رب کا رزق بہت ہی بہتر رزق ہے۔" اس قول میں متعین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک عظیم درس ہے کہ انھیں جس حال میں بھی رکھا جائے اسی پر راضی برضا رہتے ہوئے اس کا تحفظ کریں۔" اور آپ کے رب کا رزق بہت ہی بہتر رزق ہے۔" کا مفہوم یہ ہے آپ کو جو چیزیں مثلاً خیر نبوت۔ علم۔ قناعت۔ صبر۔ ولایت دین کے سلسلہ میں عطا فرمائی گئی ہیں وہ آپ ہی کی ذات والاصفات کے لئے مخصوص و محصور ہیں۔ اور ان چیزوں سے کہیں افضل ہیں جو دوسروں کو عطا کی گئی ہیں اور مکمل خیر کا مفہوم بھی یہی ہے کہ راضی برضا رہتے ہوئے اپنے حال کا تحفظ کیا جائے اور اس کے ماسوا سے توجہ ختم کر دی جائے کیونکہ کوئی حال بھی ان تینوں چیزوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اول یہ کہ وہ تمہارے مقدر ہی میں نہ ہو۔ دوم یہ کہ تمہارے سوا وہ کسی اور کے لئے مقدر ہو چکا ہو اور تیسرے یہ کہ وہ کسی کا بھی نوشتۂ تقدیر نہ ہو۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے یہ حال و کیفیت تخلیق ہی کسی آزمائش و ابتلاء کے لئے کی ہو۔ اور جو کچھ تمہاری قسمت کا ہے وہ تم کو ضرور حاصل ہو گا۔ خواہ تم خواہش کرو یا نہ کرو۔ لیکن یہ بات تمہارے لئے ہرگز سزاوار نہیں کہ اس کی طلب میں تمہاری جانب سے سوءِ ادب یا کسی شر کا ظہور ہو۔ اس لئے کہ ایسا کرنا مقبولیت کا حامل نہیں ہو سکتا اور اگر وہ کسی دوسرے کے مقدر کا ہے تو اس کے حصول کے لئے تمہارا تکلیف گوارا کرنا قطعاً بے سود ہے۔ کیونکہ نہ تو کسی طرح تم اس کو حاصل کر سکتے ہو اور نہ تمہاری وہاں تک رسائی ہو سکتی ہے اور اگر وہ کسی کی بھی قسمت میں نہیں ہے بلکہ محض ایک فتنہ و آزمائش کے طور پر ہے تو ایک دانشمند اس کو کیونکر قبول کر سکتا ہے کہ جان بوجھ کر خود کو مبتلائے مصیبت کرلے۔ پھر جب یہ کلیہ مسلم ہے کہ مکمل خیر و سلامتی اپنے احوال کے تحفظ ہی میں ہے تو اگر تم شاہی محل میں داخل ہونے کے لئے زینہ بہ زینہ ترقی کرتے ہوئے پہنچ جاؤ تو تمہیں اس طور سے رہنا چاہئے کہ جیسا

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مودبانہ طور پر نظریں نیچی کئے آداب شاہی کو ملحوظ رکھ کر اپنی خدمت میں مصروف ہو جاؤ۔ بلکہ کچھ اس سے بھی زیادہ کیونکہ تم قرب شاہی کی وجہ سے خطرے اور ہلاکت سے بھی قریب تر ہو چکے ہو۔ لہذا تم ہرگز اس کی خواہش نہ کرو کہ تمہارا موجودہ حال تبدیل ہو جائے یا اعلیٰ اور ادنیٰ حال کی جانب تمہیں لے جایا جائے۔ بلکہ اپنے حال موجودہ کے بقا کی بھی تمنا نہ کرو اور نہ اپنے موجودہ وصف کی تبدیلی کی خواہش کرو۔ کیونکہ تمہیں اس سلسلے میں کوئی اختیار ہی حاصل نہیں ہے۔ اور اگر تم نے ایسا کیا تو یہ کفران نعمت کے مرادف ہوگا جس کی وجہ سے تم دنیا و آخرت دونوں جگہ رسوا ہو جاؤ گے۔ لہذا تمہارا عمل ہمیشہ وہی ہونا چاہیئے جیسا کہ ہم بیان کرتے چلے آرہے ہیں تاکہ تمہیں ترقی دے کر اس مقام تک پہنچا دیا جائے جو تمہارا نوشتہ تقدیر ہے۔ پھر اس وقت تمہیں خود بخود اندازہ ہو جائے گا کہ یہ مقام بھی خدا ہی کا عطا کردہ ہے۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ تم اس پر مستحکم طریقے سے قائم رہتے ہوئے ہمیشہ اسی پر عمل پیرا ہو کیونکہ اولیائے کرام کے لئے احوال ہوا کرتے ہیں اور ابدالین کے مقامات۔ خدا ہی معاون و مددگار رہے کہ تمہیں ہدایت یافتہ فرما دے۔

"خیر و شر ایک ہی شجر کے دو ثمر ہیں"

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ خیر و شر ایک ہی درخت کی دو ٹہنیوں کے پھل ہیں ایک ٹہنی کے پھل تو شیریں ہوتے ہیں اور دوسری کے تلخ لہذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ ان ممالک اور اس سرزمین کے گردو نواح کو چھوڑ دو جہاں کے لوگ تلخ ٹہنی سے سے پھل کو حاصل کرتے ہوں اور ایسے لوگوں سے اور ان کے اہل سے بہت دور نکل کر اس درخت کی قربت اختیار کرتے ہوئے اس کے پاسبان و خادم بن کر اس کے نزدیک قیام پذیر ہو جاؤ اور اس درخت کی ٹہنیوں نیز اس کے پھلوں

کی شناخت پیدا کرتے ہوئے میٹھے پھل کی ڈالی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور اس سے اپنی غذا اور روزی حاصل کرتے ہوئے کڑوے پھل کی ٹہنی کی طرف رُخ کرنے سے اجتناب کرتے رہو۔ کیونکہ اس کی تلخی تمہاری ہلاکت کا سبب بھی بن سکتی ہے پھر جب تم اس حالت کو دائمی بنالو گے تو تم راحت و سلامتی کے ساتھ تمام آفات و بلیات سے مامون ہو جاؤ گے۔ کیونکہ آفات و بلیات کڑوے پھل سے جنم لیتی ہیں اور اگر تم اس درخت کو نظر انداز کر کے گردش دوراں میں پھنس گئے پھر تمہارے ہاتھ میں دونوں قسم کے پھل پہنچ گئے جو اس طرح ملے جلے ہوں۔ جن میں تلخ و شیریں پھلوں کی تمیز کرنی دشوار ہو اور تم نے اس میں سے ایک پھل اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ کڑوا ہو تو اس کی تلخی تمہارے کام و دہن اور دل و دماغ میں اس طرح سرایت کر جائے کہ اس کا عرق اور اس کے اجزا تمہاری جسمانی ہلاکت کا باعث ہو جائیں۔ یا اس کی تلخی تمہارے منہ میں اس طرح حلول کر جائے کہ اس کے اثرات دھونے سے بھی زائل نہ ہو سکیں۔ اور نہ ہی جسم میں سرایت کر کے وہ اثرات جسم کے لئے منفعت بخش ہو سکیں۔ لیکن اگر تم نے شیریں پھل منہ میں رکھ لیا تو اس کی حلاوت تمہارے اجزائے جسمانی کے لئے نفع بخش ہو گی اور سرور و راحت بھی حاصل ہو سکے گی۔ لیکن پھل کھانا ایک ہی مرتبہ کافی نہیں ہے بلکہ مسلسل کھاتے رہنا چاہیئے اور اس سے بھی خود کو مامون تصور نہ کرنا چاہیئے کہ تیسری بار تلخ ہاتھ میں نہیں آئے گا کیونکہ ہمارے کہنے کے مطابق وہ دونوں ملے جلے ہوئے ہیں لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ پھلوں کی شناخت اور درخت سے دوری اختیار نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ سلامتی اسی میں ہے کہ درخت کے قریب ہی قیام رہے۔

لہٰذا خیر و شر خدا کے دو فعل ہیں اور وہی ان کا فاعل اور جاری کرنے والا ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ "اللہ ہی نے تم کو

اور تمھارے اعمال کو تخلیق کیا ہے" اور حضور اکرمؐ کا فرمان ہے کہ خدا ہی نے اونٹ اور بکری پیدا کئے۔ اور اسی نے ان کو ذبح کرنے والوں کو بھی پیدا کیا۔

اور بندوں کے اعمال وکسب کو تخلیق کرنے والا بھی وہی ہے جیسا کہ ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جنت میں داخل ہو جاؤ یہ تمھارے اعمال کی جزا ہے" سبحان اللہ یہ اس کا کتنا بڑا رحم وکرم ہے کہ اعمال کی نسبت بندوں کی طرف کی۔ اور ان کے اعمال ہی کی جزا میں دخول جنت کا حکم عطا کیا مگر یہ توفیق بھی اسی کی رحمت سے ملتی ہے جو اس نے دنیا وآخرت میں مقدر فرمادی ہے۔ حضور اکرمؐ فرماتے ہیں کہ کوئی فرد اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ کسی نے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت میں نہ ڈھانپ لے اور جب تک میرے سر پہ دست شفقت نہ رکھ دے" یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ پھر جب تم احکام خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے فرماں بردار بن جاؤ گے تو خدائے عزوجل تمھیں برائیوں سے محفوظ رکھتے ہوئے خیر میں مزید اضافہ فرمادے گا۔ خواہ وہ دنیوی ہوں یا اخروی۔ برائیوں سے بچانے کے متعلق باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں عذاب میں کیوں کر مبتلا کرے گا جب کہ تم شکر گزار مومن ہو اللہ تعالیٰ شکر کی جزا دینے والا ہے۔ لہذا شکر گزار مومن تک بلائیں کس طرح رسائی حاصل کر سکتی ہیں بلکہ وہ تو بلیّات سے عافیت کی جانب اس لئے زیادہ قریب ہو جاتا ہے کہ اس وقت بندہ رحمت ونعمت کے مقام میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرمان ہے کہ" اگر تم شکر کرو گے تو انعام واکرام میں اضافہ کر دیا جائے گا" لہذا جب تمہارا ایمان آخرت میں نار جہنم کے ان شعلوں کو سرد کر سکتا ہے جو ہر گناہ گار کے لئے سزا بن جایا کرتے ہیں تو پھر ایمان کے

ذریعہ بلیات دنیاوی کی آگ کیوں سرد نہیں ہوسکتی۔ البتہ ان بندوں کے احوال
قطعاً مختلف ہوا کرتے ہیں جن کو جذب و ولایت اور برگزیدگی کے لئے منتخب
فرما لیا گیا ہو۔ کیونکہ ان پر بلیات کا ہجوم اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کے ذریعہ
خواہشات کی نجاست۔ طبائع کی کثافت۔ شہوانی محرکات۔ آرام میں حصول
لذت۔ خلق سے طمانیت اور لوگوں کی قربت سے مسرت و سکون حاصل کرتے ہیں
لہذا ان تمام چیزوں سے ان کو مصفا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تاکہ ان کے قلوب
میں توحید و معرفت اسرار و علوم و انوار قرب کے سوا، کچھ باقی نہ رہے اس لئے
کہ قلب ایک ایسا مکان ہے جس میں دوئی کی گنجائش قطعاً نہیں ہے۔ جیسا کہ
باری تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ کسی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے گئے" ایک اور
جگہ فرمایا کہ جب سلاطین کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو ملیا میٹ کرکے
بستی کے معزز لوگوں کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور ان کو نفیس مکانوں اور عیش
و راحت کی زندگی سے نکال باہر کرتے ہیں" ٹھیک یہی کیفیت ولایت قلب
کی بھی ہے کہ اس سے شیاطین، خواہشات نفسانی، اور وہ اعضاء جو
ان خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے انواع و اقسام کے گناہوں اور گمراہیوں کا
ارتکاب کرکے برباد کردیتے ہیں۔ اسی طرح قلب کو خالی کردیا جاتا ہے کہ شیاطین
کی حکمرانی بھی ختم ہو جاتی ہے اور اعضاء کی حرکت بھی ختم ہو جاتی ہے اور سینہ جو قلب
کا صحن ہے وہ بھی پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اس وقت قلب، عرفان و حقائق
کے اسرار و علوم کا مخزن بن جاتا ہے۔ غرضکہ یہی تمام چیزیں بلیات
و مصائب کا ثمرہ ہیں جیسا کہ حضور کا فرمان ہے کہ "ہم گروہ انبیاء بلاؤں میں
تم سے بہت زیادہ ہیں۔ جو جس درجہ کا ہے اسی کے مطابق ہے" ایک اور حدیث
ہے کہ "میں خدا کو تم سے زیادہ پہچانتا ہوں، اور تم سے زیادہ اس سے خوفزدہ
رہتا ہوں" لہذا جو شخص بادشاہ سے جس قدر قریب ہوگا اس کو خوف و خطر

بھی زیادہ ہی ہوگا۔ کیونکہ اس کی تمام حرکات و سکنات ہر وقت بادشاہ کی نظروں میں رہتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تو پوری مخلوق ہی فرد واحد کی طرح ہے اور ان کی کوئی چیز خدا سے پوشیدہ نہیں ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ جس وقت مقرب بارگاہ کے مراتب بلند ہوجاتے ہیں اور اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوجاتا ہے تو اسی نوعیت کے اعتبار سے اس کے لئے خطرات میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے کیونکہ سب سے زیادہ شکر گزاری اس پر واجب ہوجاتی ہے اور خدا کے انعام و اکرام بھی اس پر بڑھ جاتے ہیں لہٰذا اس کی اطاعت میں ادنیٰ عدم توجہ اور شکر گزاری میں کوتاہی اس کی فرمانبرداری میں کمی و نقصان کا باعث ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ حضور اکرم کی ازواج مطہرات کے لئے فرماتا ہے کہ " اے نبی کی بیویو! تم میں جو بھی کھلی نافرمانی کرے اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا "۔ لیکن حضور کی ازواج مطہرات سے یہ فرمانا محض اس وجہ سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو نبی کے ساتھ متصل کرتے ہوئے ان پر اپنی نعمتوں کا اہتمام فرما دیا ہے۔ پھر جو شخص بارگاہ خداوندی کا مقرب بن گیا ہو اس کی کیا کیفیت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ اس چیز سے بلند و بالا ہے کہ اس کو کسی مخلوق سے تشبیہ دی جاسکے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی شئے اس جیسی نہیں ہے وہی سمیع و بصیر ہے "۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کسی کو ہدایت عطا کرنا بھی اسی کا کام ہے

حدیث قدسی سے شغل و ذکر کی فضیلت

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ اکرم اپنے رب کا قول نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہوئے مجھ سے سوال کرنے سے باز رہے تو میں اس کو تمام سائلوں سے بہتر عطا کروں گا "۔ اور یہ ارشاد اس لئے ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی مومن کو برگزیدگی کے لئے منتخب فرمانے کا ارادہ

کر لیتا ہے تو اس کو احوال کے راستے پر گامزن کر کے انواع و اقسام کے رنج و بلا
سے اس کا امتحان لیتا رہتا ہے۔ اور غنا کے بعد فقر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور
اس پر رزق کی تمام راہیں مسدود فرما کر مخلوق سے سوال کرنے پر مجبور کر دیتا ہے
پھر سوال سے محفوظ کر کے سنت کے مطابق کسب کا حکم دیتا ہے۔ حالانکہ بندہ
اس کو اچھی طرح جانتا ہے کہ تعمیل حکم عبادت ہے۔ اور ترک حکم معصیت مگر
یہ حکم محض اس کی خواہش نفس کے زوال کے لئے دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ریاضت
کی بھی ایک حالت ہے اور اس کا سوال صرف اضطرار کے طور پر ہے نہ کہ ترک
پر مجبور کرنے کے لئے پھر اس کو اس سوال سے بھی محفوظ کر کے طلب قرض کا حکم دیتا
ہے اور یہ حکم بھی پہلے حکم کی طرح قطعی ہوتا ہے جس کو ترک کر دینا ممکن نہیں
ہوتا۔ اس حالت کے بعد حصول رزق کے سلسلے میں مخلوق سے تمام معاملات کو
منقطع کر کے صرف اللہ تعالیٰ ہی سے رزق کے سلسلہ میں سوال کرنے کی طرف
منتقل کر دیا جاتا ہے اور وہ اپنی تمام ضروریات کو خدا ہی سے طلب کرنے لگتا ہے۔
جو اس کو عطا کر دی جاتی ہیں۔ لیکن اگر وہ سوال کرنے سے اعراض و سکوت اختیار
کر لے تو اس کو عطا نہیں کیا جاتا۔ اس حالت کے بعد زبان سے سوال کرنے کے بجائے
قلب سے سوال کرنے کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے پھر وہ زبان کے بجائے
قلب کے ذریعے اپنی احتیاج طلب کرنے لگتا ہے۔ لیکن اگر وہ زبان سے یا
مخلوق سے سوال کرنے لگے تو اس وقت بھی اس کو جملہ ظاہری و باطنی طریقوں سے
سوال کرنے سے مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی اصلاح نہ کروی
سے احتراز کے لئے جو چیز بھی طلب کرتا ہے خواہ اس کا تعلق کھانے پینے سے ہو
خواہ لباس اور ان چیزوں سے ۔۔۔۔ جو انسانی ضروریات کے لئے ہوا کرتی ہیں
خواہ اس میں بندے کا دخل ہو یا قلب میں اس کا تصور ہو عطا کر دیا جاتا ہے۔
۔۔۔۔ ۔۔ اس کے مطابق کہ "بے شک میرا ولی خدا ہے جس نے قرآن نازل

کیا۔ اور جو نیکوکاروں کا کارساز ہو اللہ تعالیٰ اس کا متولی بن جاتا ہے اور یہی مفہوم اس حدیث قدسی کا بھی ہے کہ جو شخص میرے ذکر و شغل میں مشغول رہتے ہوئے مجھ سے سوال کرنے سے باز رہے تو میں اس کو تمام سائلوں سے بہتر عطا کرتا ہوں۔"

مُحبّت و محبوبؔ

حضرت شیخ رح فرماتے ہیں کہ تم اکثر یہ کہا کرتے ہو کہ فلاں مومن کو قریب کر کے مجھ کو دور کر دیا گیا ہے یا فلاں کو صحت دے کر مجھے مریض بنا دیا گیا۔ یا فلاں کو قابل ستائش بنا کر مجھ کو برا بنا دیا گیا یا فلاں کی تصدیق کی گئی اور مجھے جھٹلایا گیا۔ کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ واحد ہے۔ اور محبت میں بھی وحدانیت و یکتائی کو محبوب رکھتا ہے لیکن جب تم کسی غیر کے ذریعہ قرب خداوندی حاصل کرنا چاہو گے تو تمہاری محبت میں یقیناً نقص پیدا ہو جائے گا اور محبت دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی اور اکثر تمہارے قلب میں اس کی محبت قائم ہو جاتی ہے جو تمہارے لئے ظاہری وسیلہ بنتا ہے اور جس کے ہاتھ سے تم تک نعمت کی رسائی ہوتی ہے۔

جس کی بنا پر تمہارے قلب میں خدا کی محبت کم ہو جاتی ہے اور چونکہ باری تعالیٰ غیور ہونے کی وجہ سے کسی غیر کی شرکت کو گوارا نہیں کرتا اس لئے غیر کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا جاتا ہے اور اس کی زبان کو تمہاری تعریف کرنے سے اور اس کے قدموں کو تمہاری جانب اٹھنے سے باز رکھا جاتا ہے کہ تم غیر کے شغف میں خدا سے غفلت اختیار نہ کرو۔ کیا تم نے حضورؐ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ "دلوں کو اسی کی محبت کے لئے پیدا کیا گیا جس نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا۔"

اور لوگوں کو تم پر احسان و کرم کرنے سے روک دینا بھی خدا تعالیٰ

ہی کا کام ہے تاکہ تم اس کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہوئے صرف اسی سے
محبت کرتے رہو اور اس کے سوا کسی سے مرجھ نظر نہ ڈالو اور مخلوق سے۔
نفس وخواہش سے۔ ارادوں اور تمناؤں سے اور خدا کے سوا ہر شے کو
--- فنا ہلاؤ اس کے بعد تمھاری جانب فراخی وجود وعطا کے ہاتھ
بڑھیں گے۔ اور تعریف وتوصیف کے لئے زبانوں کو کشادہ کر دیا جائیگا
پھر تم سدا دین ودنیا میں ناز ونعم کے ساتھ رہو گے۔
لہذا سب ادب ترک کر کے صرف اسی کی جانب نظر رکھو جو
تمھاری جانب نظر کرم کئے ہوئے ہے اور اسی طرف متوجہ رہو جس کی
توجہ تمھاری طرف ہے اور صرف اسی سے رشتہ محبت استوار کرو جو تم
سے محبت کرتا ہے۔
خدا تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے جو تمھیں خدا کی دعوت دیتا ہے اور
اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دو جو تمھیں گرنے سے بچاتا ہے اور جو
تمھیں جہالت کی تاریکیوں سے نکالتا ہے ہلاکت سے محفوظ رکھتا ہے اور
جو تمھیں تمام غلاظتوں سے پاک وصاف کر کے مردار کی بدبو اور تعفن
سے بچاتا ہے۔ اور جو تمھیں پراگندہ خیالی سے نجات دیکر کھر تت بعد برائیوں
کا حکم دینے والے نفس سے رہائی عطا کرتا ہے۔ اور جو تمھیں جاہل اور گمراہ
شیاطین اور طریق حق کے ڈاکوؤں سے نجات دیتا ہے کیونکہ یہ
سب تمھاری عمدہ اور قیمتی اور عزیز شئے کے مابین حائل ہیں۔
بتاؤ تم کب تک دنیا کی مشغولیت میں نادان بنے رہو گے اور
اللہ تعالیٰ سے کب تک اعراض کرتے رہو گے اور کب تک خواہشات
کی اتباع میں آخرت سے غافل رہو گے اور خدا کے سوا کب تک تمھارا
تعلق غیروں سے قائم رہے گا۔ غور کرو کہ تم کہاں ہو؟ اور تمھارا ابدی جائے

جہاں کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی باطن ہے۔ وہی ظاہر ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے اور اس کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اسی کے قبضۂ قدرت میں لوگوں کے قلوب اور ارواح کا سلطان ہے۔ اس کی عظمت و شان بہت ہی بلند ہے۔

"ہر شئے کے جواز کے ظہور تک توقف کرو"

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ہر مومن کو اس چیز کا مکلف بنایا گیا ہے کہ قسمتوں کی موجودگی کے وقت ان کے حصول و اخذ کے سلسلے میں اس وقت تک توقف و تفتیش سے کام لے جب تک اس کی قبولیت کا حکم نازل ہو جائے۔ اور پتہ معلوم ہو جائے کہ یہ شئی اسی کا مقسوم ہے۔ کیونکہ مومن توقف کے بعد قبول کرتا ہے اور منافق لپک کر حاصل کر لیتا ہے۔ جیسا کہ حضور کا فرمان ہے "مومن وہ ہے جو توقف کرے"۔

دعا کی تاخیر قبولیت میں خدا سے ناراضگی

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ قبولیت دعا میں تاخیر کی وجہ سے اپنے رب سے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے کہتے ہو کہ مخلوق سے سوال کرنے کو تو ہم پر حرام کر دیا گیا ہے۔ اور خدا سے سوال کرنا فرض قرار دیا گیا لیکن جب ہم اس سے دعا کرتے ہیں تو وہ قبول نہیں کرتا۔ اس بارے میں تم سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تم آزاد ہو یا غلام ہو؟ اگر تم خود کو آزاد بتاتے ہو تو کافر ہو اور اگر غلام کہتے ہو تو تم سے کہا جاتا ہے کہ تم قبولیت دعا میں تاخیر پر اپنے آقا کو کیوں متہم کرتے ہو۔ اور جو اپنی مخلوق کے تمام احوال سے باخبر ہے۔ اس کی رحمت و حکمت میں جو تمہارے اور مخلوق کے لئے عام ہے شک کیوں ہو؟

اور اگر تم خدا پر اتہام نہ لگاتے ہوئے تاخیر دعا کے سلسلے میں اس کی حکمت
و مصلحت اور ارادے کا اعتراف و اقرار کرتے ہو تو تم پر خدا کی شکرگزاری
واجب ہے۔ اس لئے کہ اس نے تمہارے لئے صالح اور بہتر شئے کو اختیار
کر کے اس میں سے فساد کو دور کر دیا۔ لہٰذا اگر ایسی شکل میں بھی تم اس کو
متہم کرتے ہو تو اپنی اتہام طرازی کی وجہ سے تم کافر ہو۔ اس لئے کہ تم
اس کی جانب ظلم کو منسوب کر رہے ہو۔ جب کہ نہ تو وہ اپنے بندوں پر
ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم کو پسند فرماتا ہے اور کسی پر اس کا ظلم کرنا اس وجہ
سے بھی محال ہے کہ وہ مالک ہے اور جو کسی شئے کا مالک ہوتا ہے اس کے نام
کے ساتھ ظلم کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ ظالم اس کو کہتے ہیں کہ
جو بلا اجازت کسی کی ملکیت میں تصرف کرتا ہو۔ لہٰذا تمہارے لئے خدا تعالیٰ
کے فعل میں ناراضگی کا راستہ مسدود کر دیا گیا ہے گو کہ یہ شئی ظاہری اعتبار
سے تمہاری طبیعت و نفسانی خواہشات کے خلاف ہے۔ اس کے باوجود
تمہارے لئے صبر و شکر اور موافقت ضروری ہے۔ اور تمہیں اظہار ناراضگی۔
بہتان تراشی اور رعونت نفس پر قیام کو ترک کر دینا چاہیئے۔ اور وہ خواہشات
جو تمہیں خدا کی راہ سے گمراہ کرنے والی ہیں ان سے بھی گریز اختیار کرو۔ اور
ہمیشہ صدق دلی و التجا کے ساتھ دعاؤں میں مشغول رہتے ہوئے اپنے رب
سے حسن ظن کے ساتھ کشادگی اور اس کے وعدہ کی صداقت کا انتظار کرتے رہو۔
اور اس سے شرم و غیرت کے ساتھ اس کے احکام کی موافقت اور
اس کی وحدانیت کا تحفظ کرتے رہو اور تعمیل احکام میں عجلت سے کام
لیتے ہوئے قضا و قدر کے نزول کے وقت مردہ بن جاؤ۔ اور اگر تم خدا پر
بہتان طرازی اور سوء ظن کو حتمی و لازم تصور کرتے ہو تو اس کا محرک صرف
تمہارا نفس ہے جو خدا کی نافرمانی اور برائیوں کا حکم دینے والا ہے اس

لئے بہتان وہ بد ظنی کا خدا کے بجائے وہ خود مستحق ہے۔ لہذا خدا تعالیٰ کے بجائے اپنے ہی نفس کی طرف ظلم کو منسوب کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ نفس کی موافقت و محبت اور اس کی رضامندی اور اس کی بات تسلیم کرنے سے گریزاں رہو کیونکہ وہ خدا اور تمہارا دونوں کا دشمن ہے اور جو خدا کا اور تمہارا دشمن ہوگا وہ شیطان لعین کا دوست اس کا جاسوس اور جانشین ہوگا۔ خدا تعالیٰ سے خائف رہو۔ خائف رہو۔ خائف رہو، خائف رہو، پرہیز کرتے رہو پرہیز کرتے رہو۔ نجات حاصل کرو اور تمہیں چاہیئے کہ ظلم و اتہام کو اپنے نفس کی جانب منسوب کرتے ہوئے۔ خدا تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھو۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کیوں کر عذاب دے گا اگر تم شکر کرتے رہے اور ایمان لائے۔

ایک اور جگہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن وہ خود ہی اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں"۔

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات و احادیث موجود ہیں۔ لہذا تمہیں چاہیئے کہ اپنے نفس کے دشمن بن کر ہمیشہ اس سے جھگڑا کرتے رہو اور سپاہی بن کر تلوار لئے ہوئے اس سے جنگ کرو۔ کیونکہ یہی خدا کے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا کہ :-

اے داؤد! خواہشات نفس کو ترک کردو۔ کیونکہ نفس سے بڑھ کر مجھ سے جھگڑا کرنے والا اور کوئی نہیں ہے"۔

آدابِ دُعا

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ بات ہرگز نہ کہو کہ میں خدا تعالیٰ سے صرف اس لئے دعا نہیں کرتا کہ جو شئے میرے مقدر میں ہے وہ مجھ کو ضرور حاصل ہو جائے گی خواہ

میں دعا کروں یا نہ کروں اور اگر میری قسمت میں نہیں ہے تو وہ دعا کے ذریعہ بھی حاصل نہ ہو سکے گی۔ بلکہ جو شئے حرام و فاسد نہ ہو اور تمھیں اس کی احتیاج و خواہش ہے تو اس کو صرف خدا تعالیٰ سے ہی طلب کرو۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ تمھیں حکم طلب دے کر فرماتا ہے کہ "مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔" ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ "خدا سے اس کا فضل طلب کرو۔"

ایک حدیث میں ہے کہ "اپنے ہاتھ پھیلا کر خدا سے طلب کرو۔" ان کے علاوہ بھی بہت سی آیات و احادیث اس مضمون کی وارد ہیں۔ لیکن یہ بات ہرگز منہ سے نہ نکالو کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے میری طلب پہ مجھ کو عطا نہیں کیا اس لئے اب اس سے کبھی طلب نہیں کروں گا۔ بلکہ ہمیشہ دعا پہ قائم رہو کیونکہ جو شئے تمھارے مقسوم کی ہے وہ بھی تمھیں عطا کر دی جائے گی۔ اور تمھارے ایمان و ایقان اور توحید میں بھی مزید اضافہ ہو جائے گا۔ نیز تم سے اپنے تمام احوال میں مخلوق کی جانب رجوع کرنے کی عادت بھی ترک ہو جائے گی اور تمہاری تمام حاجتیں منجانب اللہ مکمل ہوتی رہیں گی لیکن اگر وہ تمھارے مقسوم میں نہیں ہے تو خدا تعالیٰ تمھیں رضا و استغنا عطا فرمائے گا۔ پھر اگر تمھیں غربت و مرض بھی لاحق ہوں گے تو تم راضی برضا ہو گے یا اگر تم مقروض بھی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمھارے حق میں قرض خواہ کو مطالبہ قرض کے لئے اس درجہ نرم کر دے گا کہ وہ یا تو تمھیں پورا قرض معاف کر دیگا یا تمھاری سہولت کیلئے قرض میں کمی کر دیگا لیکن اگر اس نے دنیا میں نہ معاف کیا اور نہ اس میں کچھ کمی کی تو خدا تعالیٰ تمھیں اس دعا کا اجر آخرت میں بہت زیادہ عطا فرمائے گا کیونکہ وہ غنی اور رحیم ہے۔ لہذا خدا سے طلب کرنے والا دنیا و آخرت کہیں بھی خسارہ میں نہیں رہتا اور دعا کا ثمرہ جلد یا دیر میں اس کو ضرور حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ

حدیث شریف میں ہے کہ مومن کو بہت سی نیکیاں اپنے نامۂ اعمال میں ایسی نظر آئیں گی جن کا تعلق اس کے عمل سے کچھ بھی نہ ہوگا اور یہ بات اس کی سمجھ میں بھی نہ آئے گی۔ پھر اس سے سوال کیا جائے گا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ مجھ کو علم نہیں کہ یہ نیکیاں کہاں سے آگئیں۔ اس وقت اس کو بتایا جائے گا کہ یہ ان دعاؤں کے بدلے میں ہیں جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔"

اجر اس کو اس وجہ سے عطا کیا جائے گا کہ اس نے ذکر و حمد میں مشغول رہ کر خدائے تعالیٰ کو معبود اور مالک سمجھا خود کو بندۂ عاجز خیال کیا اور اور پوری طاقت کے ساتھ غرور و تکبر کو ترک کر دیا ہے۔ یہی وہ تمام اعمال صالح ہیں جن کا اجر خدا کے ہاں مقرر ہے

مُرید و مراد

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ تم دو حالتوں سے خالی نہیں رہ سکتے۔ یا تو مُرید ہو گے یا مراد ہوں گے۔ لہٰذا اگر تم مرید ہو تو تمھیں ہر طرح کا بھاری بوجھ اٹھانا چاہیے کیونکہ تم طالب ہو اور طالبین کو اس وقت تک مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں جب تک کہ محبوب و مطلوب کے حصول میں کامرانی حاصل نہ ہو جائے اور اپنی مراد تک رسائی حاصل نہ ہو۔ اور تمھارے لئے یہ بات بھی سزاوار نہیں ہے کہ جان و مال اور اہل و اولاد پر بلاؤں کے نزول کی وجہ سے تنفر اختیار کر لو جب تک کہ تمھارے اوپر سے بوجھ اتار کر مشقتوں اور تکالیف کو دفع نہ کر دیا جائے۔ پھر جب تم ان تمام ذلتوں اور کثافتوں سے رہائی حاصل کر کے ہر مرض دکھ بلا، درد و کرب اور اپنی تمام حاجتیں مخلوق کے سامنے پیش کرنے سے مامون ہو جاؤ گے تو تمھیں محبوبوں کے گروہ میں شامل کر دیا جائے گا۔

اور اگر تم مراد ہو تو نزول بلیات پر خدا کو متہم نہ کرتے ہوئے اس کے

نزدیک جو تمھاری قدر و منزلت ہے اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کرو اس لئے کہ یہی ابتلا تمھیں ان لوگوں تک پہنچا دے گا جن کی منزلوں کی بلندی اولیاء و ابدالین تک پہنچا دیتی ہے اور کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری منزل ان کی منزلت، و مرتبت اور ان کے درجات سے پیچھے رہ جائے۔

لیکن اگر تم اس کمتری پر مسرور ہو تو اللہ تعالیٰ تو اس سے خوش نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اس نے ارشاد فرمایا کہ اَللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے: وہ تو تمہارے لئے صالح اور اعلیٰ شئے کو پسند فرماتا ہے اور تم اس کے منکر ہو۔

اب اگر تم یہ اعتراض کرو کہ یہ قول کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ اوپر کے مندرجہ قول میں تو محبوب و مراد کو مبتلائے مصیبت کہا گیا ہے اس لئے کہ بلائیں صرف محبوب و مراد ہی کے لئے ہوا کرتی ہیں لیکن جب بندہ محبوب و مراد ہے تو اس کو ناز و نعم میں رکھنا چاہیئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا قول تو اغلب و اکثریت کے اعتبار سے ہے۔ اور دوسرا قول کم اور اتفاقی طور سے واقع ہونے والی شئے سے متعلق ہے۔ اور اس قول میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ حضور اکرمؐ محبوبوں کے سردار ہونے کے باوجود بھی لوگوں میں سب سے زیادہ شدید بلاؤں میں رہے۔ جیسا کہ خود حضورؐ کا ارشاد ہے کہ۔ خدا تعالیٰ سے جس قدر میں خوفزدہ رہتا ہوں اتنا خوف کسی میں بھی نہیں ہو سکتا اور جتنی اذیتیں مجھ کو دی جاتی ہیں اتنی دوسروں کو نہیں دی جاتیں اور تیس دنوں میں ایسے دن بھی آتے ہیں کہ ہمارے پاس کھانے کو اس قلیل غذا کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا جس کو بلال کی بغل چھپا لے

آپ نے دیکھا کہ محبوب کو کس درجہ ابتلا میں ڈال دیا جاتا ہے اور اس کو کس قدر خوفزدہ رکھا جاتا ہے لیکن اس ابتلا کی وجہ وہی ہے کہ انھیں جنت کی منازل عالیہ پہ فائز کرنا مقصود ہوتا ہے کیونکہ دنیاوی اعمال کے صلے میں جنت کے بلند مدارج عطا کئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور انبیاء کرام کے اعمال یہ ہیں کہ اوامر و نواہی کی پابندی کے بعد وہ مصائب و آلام میں صبر و رضا اور موافقت سے کام لیتے ہیں۔ اسی باعث ان سے مصائب کو دفع کر کے فضل اور نعمت سے ہمیشہ ہمیشہ کے نوازدیا جاتا ہے

اولیاء کرام کی پانچ قسمیں ہیں

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اہل دین و طریقت میں سے جو لوگ بازاروں میں داخل ہوتے نظر آتے ہیں وہ صرف ادائیگی احکام ہی کے لئے نکلتے ہیں۔ مثلاً نماز جمعہ یا جماعت یا دوسری ضروریات وغیرہ کے لئے یہ حضرات پانچ اقسام کے ہوتے ہیں اول وہ کہ جو داخل بازار ہو کر انواع واقسام کی لذات و شہوات میں گرفتار ہو کر اپنے قلب کو فتنوں کی نذر کر بیٹھتے ہیں جو ان کی ہلاکت اور دین و شریعت کے ترک کا باعث بن جاتا ہے اور وہ حضرات خواہش طبع کی موافقت و اتباع کی جانب عود کر لیتے ہیں لیکن اگر خدا چاہتا ہے تو اپنی رحمت کاملہ سے اس کا تدارک و مداوا کر دیتا ہے۔ اور ان کی سلامتی کے پیش نظر صبر کی توفیق دے دیتا ہے۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں کہ جب وہ ان لذات و شہوات کے مشاہدے سے ہلاکت کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ تو اپنے دین اور عقل کی طرف رجوع کر کے صبر اختیار کرتے ہوئے اس کے تلخ و ناگوار گھونٹ پی لیا کرتے ہیں اور وہ اس مجاہد کی طرح ہو جاتے ہیں

جس نے نفس طبع اور خواہشات کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے اعانت کرتے ہوئے اجر عظیم لکھ دیا ہے
کہ جب وہ ان لذات و شہوات کے مشاہدے سے ہلاکت کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو اپنے دین اور اپنی عقل کی طرف رجوع کر کے صبر اختیار کرتے ہوئے اس کے تلخ و ناگوار گھونٹ چڑھا لیتے ہیں اور اس مجاہد کی طرح ہو جاتے ہیں جس کی اعانت خدا تعالیٰ نے اس کے نفس و طبع و خواہشات پر کرتے ہوئے آخرت میں اجر عظیم لکھ دیا ہے۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے کہ دنیا میں عطا کردہ نعمتوں کو جو مال و فراخی کی شکل میں حاصل ہوتے ہیں۔ کو جائز لذات و شہوات میں صرف کرتے ہوئے خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔

چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو نہ تو ان فتنہ انگیز چیزوں پر نظر ڈالتے ہیں اور نہ انہیں اس کا شعور باقی رہتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے سوا ہر شئے سے اندھے بن جاتے ہیں۔۔ وہ نہ تو خدا کے سوا کسی کو دیکھتے ہیں نہ بات کرتے ہیں اور نہ کسی کے فتنے میں اس درجہ انہماک پیدا کرتے ہیں کہ اپنے محبوب کے سوا کسی پر نظر ڈالیں یا دیکھنے کی خواہش کریں۔ ایسے لوگ دنیا کی ہر شئے سے اس درجہ گریزاں رہتے ہیں کہ جب تم انہیں بازار میں چلتا پھرتا دیکھ کر دریافت کرو کہ تم نے کیا دیکھا؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا۔

اور ان کا یہ قول اس لئے بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے چشم باطن سے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ بلکہ ان کی نگاہیں محض غیر ارادی طور پر پڑ گئیں انہوں نے کسی شئے کو دلچسپی سے نہیں دیکھا یا ان کی نظروں نے صرف صورت کا مشاہدہ تو کر لیا لیکن اس کی معنویت پر غور ہی نہیں کیا یا پھر ان کی نگاہیں تو بازار کی اشیاء پر تھیں لیکن ان کا قلب مشاہدۂ خداوندی میں مصروف تھا۔ گویا وہ بیک وقت جلال و جمال کے مشاہدے سے ہمکنار تھے۔

پانچویں قسم کے لوگ وہ ہیں جب بازار میں داخل ہوتے ہیں تو ان کے قلوب خدا تعالیٰ کے فضل و ارادے کی ہم آہنگی کی وجہ سے اہلِ بازار کے لئے شفقت و کرم سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ اور یہی جذبہ انہیں اہلِ بازار کی چیزوں کو دیکھنے سے مانع ہو جاتا ہے۔ اور وہ لوگ بازار میں داخلے اور وہاں سے نکلنے کے درمیانی وقفہ میں اہلِ بازار کے لئے دعا و استغفار اور ان پر شفقت و کرم کرتے رہتے ہیں اور ان کا قلب مکدر ہو جاتا ہے ان کی آنکھوں میں اس وجہ سے نمی آجاتی ہے کہ کاش وہ خود اہلِ بازار کی تکالیف کا ازالہ کرتے اور انہیں منفعت پہنچا سکتے ہیں۔ مگر ان کی زبان خدا کی حمد و ثنا میں اسلئے مشغول رہتی ہے کہ اس نے اہلِ بازار کو اپنے فضل و رحمت سے سرفراز کر دیا ہے اسی وجہ سے اولیاء کرام کو آبادیوں اور بندوں کا کوتوال کہا جاتا ہے۔

ان لوگوں کو بندوں پر خدا کا نائب۔ سفیر۔ خیر کا نافذ کرنے والا۔ ہادی۔ ہدایت یافتہ۔ رہبر و رہنما جو چاہے کہہ سکتے ہیں یہی حضرات "کبریت احمر" ہیں۔ خدا ان پر اور تمام مسلمانوں پر اپنی رحمت نازل کرے جو خدا کے طالب ہیں اور بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔ اللہ ہی ہدایت عطا کرنے والا ہے۔

وہ اولیاء کرام جو دوسروں کے عیوب سے واقف ہوتے ہیں

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء کو لوگوں کے عیوب یعنی ان کے کاذب دعوؤں ان کے اقوال و افعال میں شرک اور ان کے قلب اور نیت سے مطلع فرما دیتا ہے اور خدا کا یہ ولی محض اپنے رسول اور اپنے دین کی عظمت و عزت کی خاطر اپنے قلب میں باطنی طریقہ سے غم و غصہ برداشت کرتا رہتا ہے۔ بعد میں وہی غصہ حاضر و غائب پر بھی ظہور پذیر ہو جاتا ہے اور اللہ کا ولی یہ سوچتا رہتا ہے کہ یہ لوگ ظاہری و باطنی امراض میں ایمان کی

سلامتی اور انجام بخیر ہونے کے دعویدار کیوں کر ہو سکتے ہیں اور مبتلائے شرک رہ کر وحدت پرستی کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں۔

کیونکہ شرک و کفر تو اللہ تعالےٰ کے قرب سے دور کر دیتا ہے اور یہ صفت خدا کے دشمن شیطان لعین اور منافقین کی ہوا کرتی ہے جن کے اجسام کو آگ کے سب سے نیچے درجہ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا حکم ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے ان کا دعویٰ توحید بھلا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اولیاء کی زبان پر ان کے عیوب، اور ان کے افعال خبیثہ ان کی بے حیائی اور ان کے بڑے بڑے دعوؤں کر وہ صدیقین کے احوال میں داخل ہیں۔ تذکرہ آجاتا ہے لیکن ان کی یہ مزاحمت محض قضا و قدر کا اور فنا فی اللہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مگر کبھی کبھی غم و غصہ سے مراد غیرت خداوندی ہوتی ہے اور کبھی منکرین خدائے تعالیٰ کو عبرت و نصیحت کرنا مقصود ہوتی ہے اور کبھی یہی غم و غصہ خدا کے فعل و ارادے اور چھوٹے لوگوں پر شدت غضب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں اولیاء کی جانب سے غیبت کی اضافت کر دی جاتی ہے۔ اور حکم لگا دیا جاتا ہے کہ غیبت سے باز رکھنے والا ولی خود ہی مبتلائے غیبت ہو گیا۔ کیا حاضر و غائب لوگوں میں ان عیوب کا اظہار جو عوام سے پوشیدہ ہیں کرنا جائز ہے؟ یہ اعتراض تو ان کے حق میں ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے کہ "ان کا گناہ نفع کے مقابلہ میں بہت ہی بڑا ہے" یہ قول بظاہر تو منکرین کے انکار کے لئے ہے۔ لیکن باطنی طور پر خدا تعالےٰ پر اعتراض اور اس سے اظہار بیزاری ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ اولیاء کرام کے احوال کو چشم تحیر کے ساتھ دیکھتے ہوئے معترض ہو جاتے کیونکہ اگر سکوت اختیار کر لیں تو اولیاء کا شکوہ تسلیم کرنا پڑتا ہے یا پھر شریعت میں اس کی تاویل و توجیہہ تلاش کرنی پڑتی ہے تاکہ کوئی وجہ جواز ایسی نکل آئے کہ خدا پر

اعتراض کرنا ثابت ہو سکے۔ حالانکہ خدا اور اس کا ولی دونوں ہی ان کے کذب و افترا کو قبیح بتاتے ہیں کبھی غم و غصہ کا اظہار اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے عیوب دور کر کے ان کی ذاتی جہالت سے توبہ کروائیں لیکن یہ معاملہ ولی کے لئے جہاد کا درجہ رکھتا ہے اور اپنے غرور و رعونت سے ہلاک ہونے والوں کے لئے منفعت بخش ثابت ہوتا ہے لیکن خدا جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم پر گامزن فرما دیتا ہے۔

عقل سے وحدانیت کا ثبوت

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ پہلے تو عاقل کو اپنی ذاتی ہیئت و ترکیب پر غائرانہ نظر ڈالنی چاہیئے۔ پھر تمام مخلوق اور ایجادات پر غور کرنا چاہیئے تاکہ اپنے خالق باری کی تخلیق و ایجاد پر استدلال ہو سکے اس لیے کہ مخلوق اور ایجادات اشیاء صانع کی صنعت اور حکیم کی حکمت کی دلیل ہیں اور تمام اشیاء کا وجود صرف اسی کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے۔

اسی مفہوم میں حضرت ابن عباس سے ایک حدیث مروی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں ہے کہ زمین اور آسمان کی ہر شئے کو ہم نے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ ہر شئے میں خدا تعالیٰ کے کسی نہ کسی نام کا ظہور ہے اور ہر شئے کے نام میں خدا تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی نام ضرور شامل ہے۔ اس انتہا سے تم اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے مابین گھیرے ہوئے ہو اور وہ اپنی قدرت کے ساتھ پوشیدہ اور اپنی حکمت کے ساتھ ظاہر ہے یعنی اس کی ذات پوشیدہ ہے اور اس کی صفات ظاہر ہیں اور اس نے اپنی صفات کے پردے میں ذات کو اپنے افعال کے پردے میں صفات کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اور علم کو ارادے کے ذریعے اور ارادے کو حرکات کے ذریعہ ظاہر

فرما دیا ہے لہٰذا وہ غیب کے اعتبار سے تو پوشیدہ ہے اور اپنی قدرت و حکمت کے لحاظ سے ظاہر ہے۔ کیونکہ اسی کا یہ قول ہے کہ کوئی شئے اس کے مثل نہیں، اور وہی سننے اور جاننے والا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس تفسیر میں وہ وہ اسرار معرفت منکشف کئے ہیں جن کو صرف وہی منکشف کر سکتا ہے جس کا سینہ شمع نور سے منور ہو کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی شان تو یہ ہے کہ ان کے حق میں با عصمت ہاتھ اٹھے ہیں کہ "اے اللہ ان کو دین کا فہم اور قرآن کی تاویل اور علم عطا فرما"

خدا تعالیٰ ہمیں بھی انہی کی برکت سے روز محشر انہیں کے زمرے میں اٹھائے۔

تصوف کے منبع و مخزن

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ میں تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ و اطاعت پر قائم رہتے ہوئے شریعت کی ظاہری چیزوں کو لازمی قرار دے لو۔ سینے کو سلامت رکھو۔ نفس کو سخاوت پہ آمادہ رکھو۔ چہرے سے اظہار بشاشت کرو۔ خوب خرچ کرو۔

کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ مشائخ کا احترام کرتے ہوئے فقر و درویشی اختیار کرو۔ بھائیوں کو خوش رکھو۔ چھوٹوں کو نصیحت کرتے رہو۔ مال کی ذخیرہ اندوزی سے اجتناب کرو۔ اور جو لوگ سالکین میں سے نہوں ان کی صحبت سے گریزاں رہو۔ دنیا و آخرت کے معاملات میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔ اور فقر کی حقیقت یہ ہے کہ جو مخلوق تم ہی جیسی ہے اس سے اپنی احتیاج کا اظہار نہ کرو اور تونگری کی علامت یہ ہے کہ اپنے ہی جیسے لوگوں سے مستغنی ہو جاؤ۔

دوسری وصیت

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ تمھیں نصیحت کی جاتی ہے کہ امر الٰہی کی مطابقت ظاہر و
کے ساتھ اختیار کرو اور فقراء کی صحبت کو عاجزی و انکساری کے ساتھ ۔ اور عجز و
اخلاص پر مداومت اختیار کرو کیونکہ یہی چیز دیدار الٰہی کے اسباب میں سے ایک
سبب ہے اور اپنے تمام احوال میں طمانیت و سکون پر قائم رہو۔ اس عقیدہ
پر اپنے بھائی کا حق ضائع نہ کرو کہ تم دونوں میں باہمی ایک نگینہ جو محبت ہے۔
تمھارے لئے فرض ہے کہ صحبت فقراء میں تواضع حسن ادب اور سخاوت کو نظر انداز
نہ کرو اور اس طرح نفس کشی کرو کہ تمھیں حیات دائمی حاصل ہو جائے۔ یاد رکھو کہ
مخلوق میں سب سے زیادہ خدا کے قریب وہی ہے جس کے اخلاق میں وسعت
اور اعمال میں افضلیت ہو۔ خدا کے سوا کسی کی طرف التفات کرنے سے بھی
قلب کو بچاتے رہو۔ حق پر قائم رہ کر صبر اختیار کرو کیونکہ تمھارے لئے دنیا
کی دو ہی چیزیں بہت کافی ہیں۔ فقیر کی صحبت اور ولی کی خدمت کیونکہ فقیر
خدا کے سوا ہر شے سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اپنے سے کمزور پر حملہ کرنا کمزوری
ہے اور اپنے سے قوی پر حملہ آور ہونا بے حیائی اور برابر والے پر حملہ کرنا بداخلاقی۔

فقر و تصوف ایک سنجیدہ شے ہے اس کو ہزل و مزاح اور ہنسی سے مخلوط نہ
کرو۔ خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ کو بلکہ تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین

اے خدا کے ولی تمھارے لئے ہر حال میں خدا کا ذکر لازمی ہے کیونکہ یہی
تمام مضرات کے لئے دافع ہے اور تمھیں قضا و قدر کے ورود کے لئے ہمیشہ تیار
رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کا وقوع لازمی و ضروری ہے اور یہ بھی اچھی طرح جان لو کہ
تمھاری حرکات و سکنات کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ لہذا تمھیں چاہیئے کہ تمام
کے سب سے بہتر کام میں مشغول رہو اور اپنے جسم و اعضا کو بے سود و لغو

امور سے بچاتے رہو۔ تمہارے اوپر خدا و رسول کی اتباع واجب ہے اور جو تم پر حاکم ہو اس کا حق ادا کرتے ہوئے اس سے اس شے کا مطالبہ نہ کرو جو اس پر واجب ہے اور ہر حال میں اس کے لئے دعا گو رہو۔ مسلمانوں سے بدگمانی نہ کرو۔ ان کی خیر خواہی کا عزم رکھو اور ہر نیک کام میں ان کے شریک رہو اور کبھی اس حال میں رات نہ بسر کرو کہ تمہارے قلب میں کسی کی جانب سے برائی کینہ اور حسد رہو۔ اللہ تعالیٰ سے محافظت کی امید وابستہ رکھو اور یاد رکھو کہ تم پر اکل حلال فرض ہے اور جس شے کا علم نہ ہو اس کو علمائے دین سے دریافت کرنا فرض ہے۔

خدا سے حیا کرنا واجب ہے۔ خدا کی حضوری کے پیش نظر غیر اللہ کی صحبت اختیار نہ کرو۔ شام و سحر اپنے مال میں سے کچھ نہ کچھ صدقہ دیتے رہو۔ جس دن کسی مسلمان کی نماز جنازہ ادا کرو تو نماز مغرب کے بعد نماز استخارہ پڑھو۔ ہر صبح و شام سات مرتبہ یہ دعا کرتے رہو کہ "اے خدا ہمیں نار جہنم سے بچا۔"

نیز ان آیات کو سورۂ حشر کے اختتام تک پڑھ لیا کرو

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم ؏

ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ (سورۂ حشر)

خدا تعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے اس لئے کہ خدا کے سوا کسی میں اعانت کرنے کی قوت و طاقت نہیں ہے۔

مخلوق سے فنائیت

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ خدا کے ساتھ اس طرح وابستگی اختیار کرو کہ جیسے تمہارا وجود ہی نہیں ہے اور مخلوق کے ساتھ اس طرح وابستہ رہو کہ جیسے تم ہی

نفس نہیں ہے۔

پھر جب تم اپنے وجود کو فراموش کر کے خدا کے ساتھ وابستگی اختیار کر لوگے تو اس کو پا کر ہر شئے سے فنائیت حاصل کر لوگے اور جب مخلوق کے ساتھ یا نفس کے وابستہ ہو جاؤ گے تو تمہیں عادل کہا جائے گا اور انجام بد سے سلامتی حاصل ہو جائے گی۔ پھر جب تم سب سے کنارہ کش ہو کر اپنے خلوت کدے میں داخل ہو جاؤ گے تو وہاں کی تنہائیوں میں چشم باطن سے اپنے ان غم خواروں کا مشاہدہ کرو گے جو تمہاری چشم ظاہر سے ماوراء ہیں۔ نفس کو قابو میں کر لینے کے بعد جب قرب خداوندی حاصل کر لوگے تو تمہارا اجمال علم میں، بعد قرب میں، خموشی ذکر میں اور وحشت انس میں تبدیل ہو جائے گی۔

اے مخاطب! صرف دو ہی چیزیں ہیں خلق اور خالق لہذا اگر تم خالق کو اختیار کرتے ہو تو مخلوق سے کہہ دو کہ رب العالمین کے سوا تم سب میرے دشمن ہو۔ اس کے بعد حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ جس شخص نے اس کا ذائقہ چکھ لیا وہی اس کی لذت سے آشنا ہے۔ اس پر کسی نے عرض کیا کہ اگر کسی شخص کے اوپر صبر کی تلخی غالب ہو تو اس کو لذت کیسے حاصل ہو سکے گی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ اپنی جانب سے تو لذات و شہوات کو دور کرنے کی سعی کرتے رہو۔

اے مومن! جب اعمال صالح نفس کو قلب میں تبدیل کر دیتے ہیں تو نفس کو قلب کے محسوسات کا ادراک ہونے لگتا ہے۔ پھر جس وقت قلب کو رمز کی طرف تبدیل کر کے فنائیت میں پہنچا دیا جاتا ہے تو "وجود" بقا بن جاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ محبوبین کے لئے تمام دروازے کشادہ کر دئے جاتے ہیں۔

اے مومن! فنائیت نام ہے مخلوق کو معدوم تصور کرنے کا اور طبیعت کو ملائکہ کی طبیعت کی طرح بنا لینے کا

اگر تم اس کا ارادہ رکھتے ہو تو پہلے اسلام قبول کرو۔
اس کے بعد احکام اسلامی کی اتباع کرو۔ اس کے بعد خدا کا علم معرفت اور اس کا وجود ہے ایسی شکل میں تمہارا مکمل وجود اسی کے لئے ہو جائے گا۔ تو یہ ایک ساعت کا عمل ہے۔ دو ساعت کا۔ اور معرفت الٰہی دائمی عمل ہے۔

اولوالعزم لوگوں کی خصلتیں

حضرت شیخ رح فرماتے ہیں کہ مجاہدہ کرنے والے اولوالعزم لوگوں کی دس خصلتیں ہوتی ہیں جن پر وہ قائم رہتے ہوئے اعلیٰ ترین منازل تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ یہ لوگ کبھی خدا کی قسم نہیں کھاتے۔ نہ تو سچی اور نہ جھوٹی نہ عمداً نہ سہواً۔ اس لئے کہ جب وہ اپنے نفس و لسان کو ترک حلف کا عادی بنا لیتے ہیں تو وہ عمداً یا سہواً کوئی حلف نہیں لیتے۔ پھر جب وہ اس عادت حسنہ پر عمل پیرا رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر اپنے انوار کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے اور انہیں اپنے قلب کی معرفت دیتا ہے کی رفعت۔ عزم و صبر میں قوت اپنے بھائیوں میں ستائش پڑوسیوں کی نظر میں شرافت غرض کہ سب ہی کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جب معرفت الٰہی سے مشرف ہو جاتے ہیں تو دیکھنے والوں پر ان کا رعب پڑنے لگتا ہے۔

دوسری خصلت یہ ہے کہ وہ لوگ کذب سے اس درجہ اجتناب کرتے ہیں کہ نہ تو عمداً اور نہ بطور مزاح دروغ گوئی کرتے ہیں اور جب اس کے عادی ہو جاتے ہیں تو نہ تو اپنے نفس کا حکم تسلیم کرتے ہیں اور نہ اپنی زبان کو تجاوز کرنے دیتے ہیں۔ اس کے بعد خدائے عزوجل ان کو شرح صدر

عطا کر کے ان کے علم کو اس درجہ مصفا کر دیتا ہے کہ جیسے وہ جانتے ہی نہیں کہ کذب کیا شئے ہے؟ اور جب کسی سے جھوٹ بات سنتے ہیں تو اس کو معیوب تصور کرتے ہوئے اس شخص کو بہت ہی قبیح سمجھنے لگتے ہیں اور اس سے جھوٹ کے ترک ہو جانے کی دعا کرتے ہیں۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ وہ لوگ وعدہ خلافی سے گریز اں رہ کر تجیتہ وعدہ کرتے ہیں۔ کیونکہ وعدہ نہ کرنا وعدہ خلافی سے زیادہ قوی ہے اور میانہ روی کا طریقہ بھی یہی ہے کہ کسی سے وعدہ نہ کرے کیونکہ وعدہ خلافی بھی ایک طرح کا کذب ہے۔ پھر جب یہ لوگ اس خصلت پر مکمل قائم ہو جاتے ہیں تو ان پر سخاوت وحیا کے دروازے کشادہ کر دئیے جاتے ہیں ان کو صدیقین کی دوستی اور خدا کے یہاں کی بلندی حاصل ہو جاتی ہے۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ وہ لوگ مخلوق پر لعنت کرنے اور اس کو اذیت پہنچانے سے بہت زیادہ احتراز کرتے ہیں اس لئے کہ یہ خصلت نیکوں اور صدیقوں کے اخلاق کا جزو ہے اور ایسے لوگوں کا انجام بخیر ہوتا ہے اور وہ خدا کی حفاظت میں بھی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے وہ مدارج بھی ہیں جن کو خدائے تعالیٰ نے ان کے لئے بطور اعزاز رکھا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو مقام ہلاکت اور مخلوق کی ایذارسانی دونوں سے محفوظ بھی کر دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندوں کی نوازش اور اپنا قرب بھی عطا فرما دیتا ہے۔

پانچویں خصلت یہ ہے کہ یہ لوگ مخلوق کے ظلم وجور کے باوجود ان کے حق میں بددعا کرنے سے گریز کرتے ہیں اور نہ تو زبانی انقطاع کرتے ہیں۔ اور نہ ان سے بدلہ لیتے ہیں۔ اور ان کی یہی خصلت انہیں بلند مدارج تک پہنچا دیتی ہے۔ اور جب وہ اس خصلت کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں

حاصل کر لیتے ہیں اور قریب و بعید کی مخلوق میں ان کی محبت اور ان کا احترام پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر ان کی دعائیں قبولیت، اخلاق میں وسعت اور مسلمانوں کے قلوب میں ان کی عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ وہ لوگ کسی بھی اہل قبلہ پر شرک و کفر و نفاق کا حکم نہیں لگاتے اسی وجہ سے انہیں قرب رحمت اور بلند مدارج حاصل ہو جاتے ہیں کیونکہ اس سے اتباع سنت کی تکمیل ہوتی ہے اور علم الٰہی میں مداخلت سے حفاظت اور غضب الٰہی سے دوری حاصل ہوتی ہے۔ رحمت و خوشنودی سے بہت زیادہ قریب لہذا یہ رحمت خداوندی کے دروازے تک رسائی کا سبب ہے اور بندے کو تمام مخلوقات کا وارث بنا دیتی ہے۔

ساتویں خصلت یہ ہے کہ ایسے لوگ معاصی پر نظر ڈالنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ اپنے اعضا کو گناہوں سے ملوث نہیں ہونے دیتے کیونکہ اس عمل کا اجر قلب و اعضا کے اعتبار سے تمام دنیا کے اعمال کے اجر میں بڑھا ہوا ہے اور بہت جلد دنیا میں بھی مل جاتا ہے اور آخرت میں بھی۔

ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں بھی ان تمام خصائل کا حامل بنا کر احسان فرمادے اور ہمارے قلوب کو تمام بری خواہشوں سے منزہ کردے۔

آٹھویں خصلت یہ ہے کہ ایسے لوگ مخلوقات پر بار ڈالنے سے احتراز کرتے ہیں خواہ وہ بار کم ہو یا زیادہ بلکہ یہ لوگ تمام مخلوق کا بار خود اپنے ہی اوپر لے لیتے ہیں خواہ انہیں اس [illegible] احتیاج ہو یا نہ ہو۔ اس لئے کہ اسی میں عابدین کی عزت اور متقین کی [illegible] مضمر ہے۔ اور یہی خصلت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صفت کو [illegible] تر بنا دیتی ہے اور ایسے ہی لوگوں کی نظروں میں تمام مخلوق فرد واحد کی حیثیت رکھتی ہے اور جس وقت یہ لوگ [illegible]

مکمل عمل پیرا ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں امارت، ایقان اور توکل سے سرفراز فرما دیتا ہے۔

اور یہ لوگ مخلوقات کے سامنے کبھی اپنی احتیاج پیش نہیں کرتے اور یہی خصلت مسلمانوں کی عزت اور متقین کی عظمت کا باعث ہوتی ہے۔ اور محبت اور اخلاص سے قریب ہو جاتے ہیں۔

نویں خصلت یہ ہے کہ ایسے تمام لوگ انسانوں سے حرص و طمع کو اس طرح منقطع کر لیتے ہیں کہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اس پر کسی قسم کا لالچ نہیں کرتے کیونکہ یہی حقیقی عزت اور خالص بے نیازی ہے اور یہی بڑی بادشاہی عمدہ فخر اور یقین و شفا بخشنے والا توکل ہے اور ... اعتماد علی اللہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ یہی توکل کا ماحصل اور عبادت کی تکمیل ہے۔ اور یہی حق تعالیٰ کی جانب یکسوئی حاصل کرنے والوں کی ایک علامت ہے۔

دسویں خصلت تواضع اختیار کرنا ہے کیونکہ اسی سے اہل عبادت میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور ان کی منزلوں میں رفعت اور عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ اور مخلوقات کے نزدیک ان کے مراتب بلند ہو جاتے ہیں اور ہر وہ شے جس کو دنیا و آخرت میں وہ طلب کرتے ہیں انہیں حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ خصلت تمام طاعتوں کی اصل ہے اور یہ جو انہیں کاملین و صالحین کے مراتب پر فائز کر دیتی ہے۔ اور انہیں محبوب بندوں میں داخل کر دیتی ہے تب یہ لوگ غم اور خوشی دونوں حالتوں میں مسرور رہتے ہیں اور یہی کمال تقویٰ ہے۔

تواضع کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ بندہ جب کسی سے ملاقات کرے تو اس کو خود سے بہتر تصور کرے۔ اور یہ گمان رکھے کہ ممکن ہے کہ یہ شخص مرشد کے نزدیک

مجھ سے بہتر اور درجہ میں مجھ سے بلند ہو۔ اور اگر وہ نو عمر و کم سن ہے تو یہ تصور
کرے کہ اس سے اس قدر گناہ سرزد نہیں ہوئے جتنے مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں۔
اس لئے میں زیادہ گناہ گار ہوں اور مجھ سے یہ یقیناً بہتر ہے اور اگر
بڑی عمر کا ہے تو یہ تصور کرے کہ مجھ سے پہلے سے ہی مشغول عبادت رہا۔
اور اگر وہ عالم ہو تو یہ تصور کرے کہ اس کو وہ شئے عطا کی گئی ہے جو مجھ کو
حاصل نہ ہو سکی اور وہ اس علم سے آگاہ ہے جس سے میں واقفیت نہیں رکھتا
اور اس کو علم پر عمل کی توفیق بھی عطا کی گئی ہے۔ اگر وہ جاہل ہے تو یہ تصور
کرے کہ یہ محض اپنے جہل و نادانی کی وجہ سے نافرمانی میں گرفتار ہے اور
میں صاحب علم ہو کر بھی گناہوں میں ملوث ہوں۔ اور میں اس سے بھی واقف
نہیں کہ میرا خاتمہ کس حال پر ہوگا۔

درحقیقت یہی خصلت غیروں پر شفقت اور اپنی ذات پر خوف طاری
کرنے کا دروازہ ہے اور یہی وہ سب سے پہلی اچھائی ہے جس کو اختیار کرنا چاہئے
اور یہی وہ آخری خوبی ہے جس کے تاثرات بندوں پر قائم رہتے ہیں اور جب
بندے اس خصلت کو اپنا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں شیطانی وساوس سے
سلامتی عطا کر دیتا ہے اور ان کا شمار خدا کے محبوب و برگزیدہ بندوں میں ہونے
لگتا ہے۔

تواضع رحمت خداوندی کا ایک دروازہ ہے جو تکبر کو توڑنے والا
اور غرور کی رسیوں کو کاٹ دینے والا ہے۔ بندوں کے قلوب میں سے دنیا و آخرت
میں برتری کے گھمنڈ کو ختم کر دینے والا اور یہی عبادت کا ماحصل زہاد کی عظمت
کی انتہا اور عابدین کی وجاہت ہے۔ اس سے بہتر اور کوئی خصلت نہیں ہے اس
خصلت کے ساتھ اپنی زبان کو اہل جہاں کے تذکروں اور ان کی لغو باتوں سے
علیحدہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے بغیر کسی عمل کی بھی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ بغض و تکبر

کو ہر حال میں اپنے نفس سے باہر نکال دینا چاہیئے اور پوری مخلوق کو اپنی نصیحت میں ایک ہی تصور کرنا چاہیئے اور وہ بندہ ہرگز ناصحین میں شمار نہیں ہو سکتا جو خدا تعالیٰ کی کسی مخلوق کو برا تصور کرتے ہوئے اس کے افعال پر ملامت کرے کیونکہ یہ عادت عابدین کے لئے آفت اور اطاعت شعاروں کے لئے بربادی اور زاہدوں کے لئے وجہ ہلاکت ہے

اولاد کے لئے حضرت شیخ کی وصیتیں

حضرت شیخ کی وہ وصیتیں جو آپ نے اپنی اولاد کو فرمائیں اور وہ مفید ہونے جو مرض الموت میں آپ سے سماعت کئے گئے۔

آپ جس وقت مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالوہاب نے عرض کیا کہ یا سیدی مجھے ان اعمال کے متعلق وصیت فرمائیے جن کی میں آپ کے بعد تکمیل کرتا رہوں۔

تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر تقویٰ اختیار کرو۔ خدا کے سوا کسی سے خائف نہ ہو۔ خدا کے علاوہ کسی سے امیدیں وابستہ نہ کرو۔ اپنے حوائج کو خدا کے حوالہ کر دو۔ اس کے سوا کسی پر اعتماد نہ کرو۔ ہر شئے کو خدا سے طلب کرو اور اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو۔ توحید پر ہمیشہ قائم رہو جس پر سب کا اجماع ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس وقت قلب صلاحیت پذیر ہو جائے تو قلب میں نہ تو کسی شئے کو داخل ہونے دو اور نہ کسی شئے کو خارج ہونے دو

پھر آپ نے فرمایا کہ میرے اطراف سے ہٹ جاؤ کیونکہ بظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں، لیکن باطنی طور پر کسی اور کے ساتھ (یعنی اللہ تعالیٰ کے

معیت میں، پھر فرمایا کہ میرے قریب تمہارے علاوہ بھی بعض حضرات موجود ہیں لہذا ان کے لئے جگہ فراہم کردو۔ ان کے ساتھ ادب سے پیش آؤ۔ اس جگہ رحمت عظیم ہے۔ جگہ کو کشادہ رکھو اور آپ مسلسل فرماتے جاتے تھے کہ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ غَفَرَ اللّٰہُ لِیْ وَلَکُمْ وَتَابَ اللّٰہُ عَلَیَّ وَعَلَیْکُمْ بِسْمِ اللّٰہِ غَیْرَ مُوَدِّعِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ میری اور تمہاری توبہ قبول فرمائے۔ بسم اللہ آؤ تم رخصت نہیں کئے گئے آپ مسلسل ایک دن اور ایک رات یہی فرماتے رہے۔

پھر آپ نے فرمایا صد حیف تم پر، میں نہ تو کسی فرشتے سے خائف ہوں۔ نہ ملک الموت کی پرواہ کرتا ہوں۔ مجھے تو اس نے عطا کیا ہے جو تم سے سوا ہے۔ (یعنی خدا تعالیٰ) پھر آپ نے بہت بلند چیخ ماری یہ واقعہ اس دن کا ہے جس کی شام کو آپ نے وصال فرمایا۔

فتوح الغیب کے ناشر فرماتے ہیں کہ مجھ کو آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالرزاقؒ اور حضرت موسیٰؒ نے بتایا کہ حضرت شیخ مسلسل اپنے ہاتھوں کو دراز کرکے فرما رہے تھے وعلیکم السلام توبہ کرکے صف میں بیٹھ جاؤ اس لئے کہ میں بھی تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں اور آپ بار بار یہ بھی فرماتے رہے کہ توقف کرو۔ توقف کرو۔ اس کے بعد آپ کے پاس حق کا حکم پہنچ گیا۔ اور آپ کے اوپر عالم سکرات طاری ہوگیا۔

دوسروں کو مجھ پر قیاس نہ کرو

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ میرے تمہارے اور پوری مخلوق کے مابین آسمان و زمین جیسا فاصلہ اور دوری ہے۔ اس لئے نہ تو کسی پر مجھ کو قیاس کرو اور نہ کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔

آپ کے صاجزادے حضرت شیخ عبدالعزیزؒ نے جب آپ کی تکلیف کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے کوئی سوال نہ کرو کیونکہ میں علم الٰہی میں پہلو بدل رہا ہوں اس کے بعد پھر آپ کے صاجزادے نے حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے مرض کو جن وانس میں سے نہ تو کوئی جان سکتا ہے اور نہ وہ کسی کی عقل میں آسکتا ہے۔ کیونکہ حکم اور علم الٰہی نقائص سے منزہ ہیں۔ احکام تبدیل ہوسکتے ہیں لیکن علم خداوندی میں تغیر وتبدل واقع نہیں ہوسکتا خدا تعالیٰ جس شے کو چاہتا ہے محو کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس کے یہاں ام الکتاب یعنی لوحِ محفوظ میں موجود رہتا ہے۔ اس کے افعال کے متعلق کوئی جواب طلب نہیں کرسکتا۔ لیکن بندے جوابدہ ہوں گے

آپ کے صاجزادے شیخ عبدالجبارؒ نے جس وقت دریافت کیا کہ آپ کے جسم میں کون سا عضو تکلیف دہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ قلب کے سوا تمام اعضاء میرے لئے اذیت رساں ہیں۔ البتہ قلب میں اس لئے کوئی اذیت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔
پھر جب آپ کا وقت آخیر آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں لاالٰہ الا اللہ سے اعانت کا طالب ہوں۔ جو پاک و برتر ہے۔ جو زندہ ہے جسے موت کا خوف نہیں۔ جو اپنی قدرت کے ساتھ غالب ہے اور بندوں کو موت پر مجبور کردیتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ
آپ کے صاجزادے حضرت شیخ موسیٰؒ بتاتے ہیں کہ وقت وصال آپ نے تعزز کا لفظ ادا کرنا چاہا لیکن وہ صحیح طور پر ادا نہ ہوسکا اور آپ مسلسل اسی کی تکرار کرتے رہے تا آنکہ

جس وقت آپ نے لفظ تعز زیر اپنی آواز کو کھینچ کر زور لگایا تو صحیح تلفظ آپ کی زبان مبارک پر جاری ہو گیا۔

اس کے بعد آپ نے کہنا شروع کیا۔ اللہ۔ اللہ۔ اللہ حتی کہ آپ کی آواز پست ہوتی چلی گئی اور آپ کی زبان تالو سے مل گئی۔ اس کے بعد آپ کی روح خالق حقیقی سے جا ملی۔ رضی اللہ عنہ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا و حبیبنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

منقبت حضرت غوث پاکؓ

پوچھتے کیا ہو درِ غوثؒ سے کیا ملتا ہے ✿ زندگی ملتی ہے جینے کا مزا ملتا ہے

جام بغداد سے ملتا ہے پھر ملتا ہے ✿ گاہے گاہے نہیں ہم کو تو سدا ملتا ہے

ناز کرتے ہیں مقدر پہ سلاطینِ جہاں ✿ آپکے در کا تصدق جو بجا ملتا ہے

پردۂ غوثؒ میں دیدارِ خدا کر لیں گے ✿ اس عقیدہ ہی سے مطلق کا پتا ملتا ہے

یوں تو بے مانگے بھی مل جاتا ہے سب کو ساحر!

مانگنے والوں کو کچھ اور سوا ملتا ہے۔

غلام حسین ساحر

راز عابدی

نعت شریف

ل کی پرواز تا عرشِ خدا ممکن نہیں — مرتبہ اس کو ملے ثقلین کا ممکن نہیں

ل کرنا غم زدوں کا ماجرا سرکار سے — تجھ سے کیا اتنا بھی اے بادِ صبا ممکن نہیں

ھی ہم بھول جائیں یہ تو ممکن ہے مگر — بھول جانا آپ کو شاہِ ہدیٰ ممکن نہیں

ے دیدار کی کس کو نہیں ہے آرزو — ساتھ دے لیکن نظر کا حوصلہ ممکن نہیں

لو دینے بد دعا ہر شئے میں ان کا نور ہے — رحمت اللعالمیں سے بد دعا ممکن نہیں

اطہ ہو سکے سرکار کے کردار کا — ایک گوشہ کا بھی پورا جائزہ ممکن نہیں

ی کو بھی ملا عشق ان کا قسمت سے ملا — عام ہو جائے یہ دردِ لادوا ممکن نہیں

ہیں عاصیوں کا کون ہے ان کے سوا — بھول جائیں ہم کو محبوبِ خدا ممکن نہیں

راز دوری میں جدائی میں بہت کچھ فرق ہے
ہم رہیں آقا کے قدموں سے جدا ممکن نہیں

۱۸۹۴۶

قاری جمال محمد طاہر

نعت شریف

مجھے جب کبھی آیا خیالِ محمدؐ — تو یاد آئے کب قیل وقالِ محمدؐ

قیامت میں ہے میری بخشش کا ساماں — مرے دل میں ہے حُبِّ آلِ محمدؐ

ہیں کرتے عطا نعمتیں حق سے لے کر — کبھی رَد نہ ہو گا سوالِ محمدؐ

ہے مکّہ مقامِ جلالِ الٰہی — مدینہ مقامِ جمالِ محمدؐ

ہے قرآن شارح حدیثوں نے ثابت — ہے پھر کس سے شرح کمالِ محمدؐ

وہ ہے میم مصحف یہ حا حمد کی ہے — یہ میم مدینہ یہ دالِ محمدؐ

تخلص ہے طاہر خدا ترسی جوہر

مرا نام ہی ہے جمالِ محمدؐ

علی افسر

دامن کو تھام لیجئے پیروں کا پیر ہے

کیسے ہو مجھ سے مدحتِ غوث الوریٰ رقم — یہ افتخارِ العباد وہ نورِ شہِ اُمم
پڑھ کر درودِ پاک ہوا طالبِ کرم — نسبت نے میری پا لیا فیضانِ محترم
سوئے گدا ہے چشمِ بصیرت حضور کی
شام و سحر ہے مجھ پہ عنایت حضور کی

وہ پیرِ بے مثال کہ جس کا نہیں جواب — وہ پیرِ بے مثال ہے فرزندِ بوترابؓ
اُس پیرِ بے مثال سے عالم ہے فیضیاب — جلوہ فگن ہے اُس پہ رسالتؐ کا آفتاب
محبوبِ حق ہے وارثِ خیرالانامؐ ہے
کہتے ہیں دیدہ ور کہ وہ مختارِ عام ہے

مظہر ہے اس کی ذات کمالِ رسولؐ کی — ہر سو تجلیاں ہیں جلالِ رسولؐ کی
وہ شان بے مثال ہے آلِ رسولؐ کی — مدحت ہو کیسے عکسِ جمالِ رسولؐ کی
بندوں کا دستگیر خدا کا سفیر ہے
دامن کو تھام لیجئے پیروں کا پیر ہے

کیونکر نہ ہو وہ قطبِ جہاں شاہِ اولیا — اُمت میں جب ہیں عالمِ دیں مثلِ اولیا
عالم اور اہلِ بیت سے یہ شان و مرتبہ — کیسے کرے گا کوئی تعین مقام کا
عاجز ہیں عقل و ہوش کرم کا نزول ہو
جرأت نہیں کہ مدحتِ عکسِ رسولؐ ہو

ایک اک نفس میں حمد و ثنا کا ہے اہتمام — اک اک ادا میں حکمِ خدا کا ہے احترام
وہ بندۂ خدا کہ خدائی میں ذی مقام — مشکل کشا ہے لیجئے غوث الوریٰ کا نام
ارشادِ لاتخف ہے مقدر سنوار لیں
مشکل ہو، دستگیر کو فوراً پکار لیں

جوہر شناس، باذوق واہلِ نظر خواتین وحضرات کے لئے
ہمیشہ سے بااعتماد اقبال اینڈ کمپنی جیولرس

فیشن ایبل خواتین کا پسندیدہ شوروم
اقبال اینڈ کمپنی جیویلرس۔ گلزار حوض

قدیم وضع اور جدید ڈزائینوں کے زیورات کا مرکز
اقبال اینڈ کمپنی جیویلرس

آپ بھی
آج ہی آئیے اور
اپنی پسند کا زیور لیجائیے۔
یا پھر آپکی پسند اور بجٹ کے مطابق
زیورات تیار کروائیے
خرید وفروخت اور قابلِ اعتماد تیاری کے لیے

اقبال اینڈ کمپنی جیولرس
مصطفےٰ بازار
گلزار حوض
حیدرآباد۔ ۲
فون نمبر ۵۲۱۳۵۲

عابد قادری

منقبت

ہے وردِ زباں دن رات "یا محبوبِ سبحانیؒ"!
ہے یہ سو بات کی اک بات یا محبوبِ سبحانیؒ!

تمہاری جلوہ گاہوں تک رسا ہوں کیا مجال ان کی
نگاہوں کی ہے کیا اوقات یا محبوبِ سبحانیؒ!

بڑے انمول ہیں، نایاب ہیں، اللہ شاہد ہے
تمہارے سارے ارشادات یا محبوبِ سبحانیؒ!

مرے بے مایہ آنسو دھو رہے ہیں آپ کی چوکھٹ
یہ ہے جذبات کی سوغات یا محبوبِ سبحانیؒ!

ادھر بغداد سے لے کر ادھر شہرِ مدینہ تک
عجب جلووں کی ہے برسات یا محبوبِ سبحانیؒ!

نظر اٹھتی ہے یاں سے تو مدینہ پر ہی ٹکتی ہے
چلی ہے غوثیت کی بات یا محبوبِ سبحانیؒ!

تمہاری پاک سیرت کا مکمل جائزہ لے کر
ملیں قرآن کی آیات یا محبوبِ سبحانیؒ!

تمہارے نام لیوا مطمئن ہیں لاتخف سن کر
نہیں اندیشۂ آفات یا محبوبِ سبحانیؒ!

تمہارے در پہ ٹھہرا ہے فقیرِ بے نوا عابد
عطا ہو جائے کچھ خیرات یا محبوبِ سبحانیؒ!

مولانا حافظ محمد عبد الحلیم صاحب
نائب شیخ الادب جامعہ نظامیہ

آفتاب علم و معرفت حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رح

پیر طریقت حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کا سلسلہ نسب سیدنا امام حسن رض سے جا ملتا ہے۔ آپ نے علمی گھوارے میں آنکھیں کھولیں خود آپ کے دادا زبردست عالم تھے۔ نوجوانی کی عمر میں آپ بغداد تشریف لائے اور حصول علم میں مشغول ہوگئے۔ اپنے زمانہ کے کبار علماء و ائمہ سے استفادہ کیا۔ عبادت و مجاہدات کی جانب طبعی طور پر میلان تھا۔ علم طریقت کو حضرت شیخ ابو الخیر حماد بن مسلم اور قاضی ابو سعید سے حاصل کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس فن کے امام بن گئے۔ اس کے بعد آپ نے اصلاح و ارشاد کی طرف توجہ کی اور اپنے فیوض سے متلاشیان علم و معرفت اور تشنگان روحانیت کو مالا مال کرتے رہے۔ اس قدر مجمع ہوتا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح باوجود شیخ طریقت و عارف ربانی ہونے کے انتہائی متواضع، خلیق اور ملنسار تھے۔ فقراء و مساکین کے ساتھ بیٹھتے ان کے ساتھ کھانا کھاتے۔ انتہائی درجہ کے سخی اور عبادت و تعلق مع اللہ میں یکتا تھے۔ آپ کے ان اخلاق فاضلہ کی تصویر امام محمد بن یوسف الاشیلی نے اس طرح کھینچی ہے۔

"کان مجاب الدعوۃ، سریع الدمعۃ، دائم الذکر، کثیر الفکر رقیق القلب، دائم البشر، کریم النفس، سخی الید، شریف الاخلاق طیب الاعراق مع قدم راسخ فی العبادۃ والاجتہاد۔"

آپ مستجاب الدعوۃ تھے۔ آنکھیں بہت جلد اشکبار ہوتیں۔ دائمی ذکر اور کثرت تفکر کرنے والے۔ انتہائی رقیق القلب اور بشاشت و مسکراہٹ سے پیش آنے والے تھے۔ استغنائے نفس آپ کو حاصل تھا اور داد و دہش کیا کرتے تھے۔ عمدہ اخلاق اور ملکات حسنہ کے مالک تھے۔ عبادت اور اجتہاد میں غایت درجہ انہماک اور شغل تھا۔

اس دنیائے فانی کی حقیقت اور اس کی تباہ کاری ہر دم لوگوں کو سمجھاتے رہتے۔ اور انہیں مقصد حقیقی سے آگاہ کرتے۔ حضرت شیخ کے نزدیک نہ تو رہبانیت محبوب تھا اور نہ دنیا کے چکر میں اس طرح پڑ جانا انھیں پسند تھا کہ حدیث کے موافق عبد الدرہم اور عبد الدینار بن کر رہ جائے وہ تو ایک معتدل راہ پر لے جانے والے تھے ایسی شاہراہ جس میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط۔ ہر مسئلہ میں یہی انداز فکر جھلکتا ہے۔ مثلاً مال و دولت کے متعلق فرماتے ہیں کہ

"دنیا ہاتھ میں رکھنا جائز، جیب میں رکھنا جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع کرنا جائز۔ باقی قلب میں رکھنا ناجائز کہ دل سے بھی اسے محبوب سمجھے۔ دروازہ پر اس کا کھڑا ہونا جائز باقی دروازے سے آگے گھسنا نہ جائز ہے، نہ تیرے لئے اس میں عزت ہے۔"

آپ نبض شناس تھے اور امت کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے اور اس کا علاج بھی تجویز کرتے کہ جو درد کا درماں بن جاتی ایک جگہ کہتے ہیں

اے غلام! جب تو گفتگو کرے تو اچھی نیت کے ساتھ کر جب خاموش ہو تو اس کی بھی اچھی نیت ہو۔ جس نے کہ عمل سے پہلے نیت کو مقدم نہ کیا تو اس کا یہ عمل ہی نہیں ہے۔ اسی طرح فتور نیت کے ساتھ تیری تسبیح بھی گناہ ہے۔ خاموشی بھی گناہ ہے۔ ہر وہ کام جس پر کتاب و سنت کی مہر

شبت نہیں جرم ہے۔ یہ کیا انسانیت ہے کہ جب تمھارے احوال متغیر ہوتے
ہیں یا رزق کم ہو جاتا ہے تو تم پیچ و تاب میں پڑ جاتے ہو۔ جب لقمہ تر نہیں ملتا
تو کفر بکنے لگتے ہو۔ کیا اتنی سمجھ نہیں کہ یہ ساری نعمتیں زوال پذیر ہی تو ہیں۔
آخر تم کب راضی ہوگے؟ گویا تم حاکم تقدیر کو دھمکی دے رہے ہیں کہ دیتے
جاؤ ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا۔ دنیا حکمت ہے اور آخرت ساری قدرت ہے

وعظ و نصیحت کے سلسلہ میں حکام وقت سے کبھی نہ گھبراتے اور امرا
و سلاطین کو بھی خاطر میں نہ لاتے۔ خلاف شریعت کسی کام پر سکوت آپ
کا شیوہ نہ تھا۔ بغیر کسی لومۃ لائم اور اندیشہ سود و زیاں کے آپ
برملا ٹوکتے اور انھیں متنبہ کرتے۔ ایک مرتبہ حاکم وقت نے ایک ایسے
شخص کو منصب قضاۃ پر مامور کیا جو اس کا اہل نہ تھا اور لوگوں پہ
ظلم کرنے میں مشہور تھا۔ حضرت شیخ رح نے برسر منبر خلیفہ کو مخاطب کرکے فرمایا

ولیت علی المسلمین اظلم الظالمین ما جوابک غداً اعند
رب العالمین وارحم الراحمین۔

تو نے مسلمانوں پر ظلم کرنے والوں میں بھی بدترین شخص کو
والی بنایا ہے اور حکومت اس کے سپرد کیا ہے۔ کل روز قیامت
رب العٰلمین کے پاس اس چیز کی جب بازپرس ہوگی تو تیرا کیا
جواب ہوگا؟

خلیفہ پر کپکپی طاری ہوگئی اور اسی وقت اس نے والی کو ہٹا دیا
شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رح اپنے ایام جوانی میں علم
کلام سے کافی شغف رکھتے تھے۔ گھر والوں کے منع کرنے کے باوجود
ان کا محبوب مشغلہ وہی تھا۔ ایک مرتبہ ان کے چچا شیخ نجیب الدین رح
انھیں حضرت عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں لے گئے۔ باتوں باتوں

میں انھوں نے حضرت شیخؒ سے ذکر کیا کہ یہ میرا بھتیجہ ہے اور اسے علم کلام کا بہت شوق ہے۔ حضرت شیخؒ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کونسی کتاب پڑھی ہے؟ انھوں نے چند نام گنوائے حضرت شیخؒ نے ان کے سینہ پہ ہاتھ پھیرا، اس کے بعد جو کیفیت ہوئی اسے خود شیخ شہاب الدینؒ فرماتے ہیں کہ مجھے کلام کے متعلق جو کچھ یاد تھا سب محو ہوگیا اور نسیاً منسیاً ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی برکت سے علم لدنی کا وہ دروازہ مجھ پہ کھول دیا کہ جو غیر منتہی تھا اور مجھ پہ انشراحی کیفیت طاری ہوگئی۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ایک مصاحب کہتے ہیں کہ میں نے عالم رویا میں حضرت شیخ شہاب الدینؒ کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پہ کھڑے ہیں اور لوگوں پہ ہیرے جواہرات لٹا رہے ہیں۔ ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک چشمہ ہے جو ابلتا چلا جا رہا ہے۔ تحیر کے عالم میں سوال کرنے قریب پہونچے، ان کے کہنے سے قبل ہی شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ بھائی! جو کچھ تم نے دیکھا بالکل ٹھیک ہے۔ یہ سب مجھے علم کلام کے عوض حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے مرحمت فرمایا ہے۔

ڈاکٹر اسد انصاری

منقبت

نہ یہ کہو کہ ثنا خوانِ غوثِ اعظمؒ ہے
اسدؔ غلامِ غلامانِ غوثِ اعظمؒ ہے

ہیں غوثِ پاکؒ نگہبانِ عالمِ امکاں
خدائے پاک نگہبانِ غوثِ اعظمؒ ہے

ہوا ہے عرشِ بریں کا مجھے گماں اکثر
عجیب منظرِ ایوانِ غوثِ اعظمؒ ہے

یہ میرا نشہ، کوئی نشۂ شراب نہیں
سرورِ بادۂ عرفانِ غوثِ اعظمؒ ہے

کرم سے اُن کے ہیں دنیا میں فیضیاب سبھی
زمانہ بندۂ احسانِ غوثِ اعظمؒ ہے

ہے ساتھ اُن کے مریدی کے لاتخف کی نوید
یہ حکمِ خاص نجاصانِ غوثِ اعظمؒ ہے

میں ہر مرید کو محشر میں بخشوا دوں گا
یہ ہر مرید سے پیمانِ غوثِ اعظمؒ ہے

نہیں ہمیں تپشِ آفتابِ حشر کا ڈر
کہ ہم پہ سایۂ دامانِ غوثِ اعظمؒ ہے

خلوصِ دل سے بنا جو مسافرِ بغداد
وہ اپنے گھر ہی سے مہمانِ غوثِ اعظمؒ ہے

سوا خدا کے کسی سے کبھی نہیں ڈرتا
اسدؔ بھی شیرِ نیستانِ غوثِ اعظمؒ ہے

فون نمبر 520247

دیوان ٹی اسٹال

جہاں کی تازہ دم، خوش ذائقہ چائے آپکو کبھی نہ بھولے گی۔
دیوان ٹی اسٹال آئیے۔ چائے نوشی کا صحیح لطف اٹھائیے۔
بیکری کا تازہ اسٹاک، خستہ اور ذائقہ دار بسکٹ
کولڈ ڈرنکس ہاوز:۔ موسم گرما کی فرحت بخش، نشاط افروز لسّی، فالودہ اور ہمہ اقسام کے تازہ میوہ جات کے سرد رنگین مشروبات کیلئے ہمارے کولڈ ڈرنکس ہاوز پر تشریف لائیے۔

سالار جنگ مارکٹ۔ اندرون دیوان دیوڑھی (حیدرآباد)

ماہنامہ "ذوقِ نظر" علم و ادب کا پاسبان
اور اہلِ ذوق حضرات کی دلچسپی کا سامان
بنتا جارہا ہے۔ خدا اس کی مقبولیت میں روز بہ روز
اضافہ کرتا جائے۔ آمین
اعلیٰ درجہ کے پیپر منٹ اور سوئیٹس کنفکشنری مینوفکچررز
ساقی پروڈکٹس۔ سلطان شاہی۔ حیدرآباد

کلیم قریشی

حسنینؓ کے ہو تم قلب و جگر یا سیدنا عبد القادرؒ

تم نورِ خدا کے ہو پیکر یا سیدنا عبد القادرؒ
قربان ہیں تم پر شمس و قمر یا سیدنا عبد القادرؒ

ہم رحمتِ حق کے سائل ہیں کچھ آپ سفارش فرمائیں
اتنی سی عنایت ہو ہم پر یا سیدنا عبد القادرؒ

تم چاہو تو مل جائے سب کو وہ راہگذارِ خیر و بقا
تم منزلِ عرفاں کے رہبر یا سیدنا عبد القادرؒ

یوں آپ کے ذکرِ واجب سے مسرور دل و جاں ہوتے ہیں
آجائے دعائیں جیسے اثر یا سیدنا عبد القادرؒ

دنیا کے شہنشاہوں کی جبیں جھکتی ہے تمہارے قدموں پہ
تم حاکم و شاہِ بحر و بر یا سیدنا عبد القادرؒ

روضہ پہ بلا لیجے مجھ کو دیدار دکھا دیجے مجھ کو
بے چین ہے دل بیتاب نظر یا سیدنا عبد القادرؒ

پُر پیچ جہاں کی راہوں سے ہنستا ہوا گذرا ہوں اکثر
میں لے کے تمہارا نام مگر یا سیدنا عبد القادرؒ

اس منقبتِ اوّل کو مری دیجیے قبولیت کا شرف
محبوبِ خدا محبوبِ بشر یا سیدنا عبد القادرؒ

تعریف تمہاری کیا لکھّے بیچارہ کلیمِ بے مایہ
حسنینؓ کے ہو تم قلب و جگر یا سیدنا عبد القادرؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ الطیبین واصحابہ الاکرمین۔ اما بعد

مختصر سوانح حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت کا نام نامی عبدالقادر اور کنیت ابو محمدؒ اور لقب محی الدین ہے اس کے علاوہ بہت سے دیگر القاب السنۂ اولیاء سے منقول ہیں۔ جیسے نائب الانبیا قطب الاولیاء۔ الباز الاشہب۔ وارثِ رسول اللہ۔ الغوث الاعظم روح المعرفۃ۔ وغیرہا ہر لقب کی علیحدہ وجہ تسمیہ اور جدا منزلت ومرتبت ہے۔ مشہور عام لقب محی الدین کی وجہ تسمیہ کا واقعہ یہ ہے کہ کسی نے حضرت سے خود اس کی وجہ دریافت کی حضرت نے فرمایا کہ میں ۵۱۱ھ میں پا برہنہ جمعہ کے دن سفر سے بغداد آیا اور ایک بیمار کو دیکھا کہ رنگ متغیر اور بدن لاغر ہے وہ مجھے دیکھ کر السلام علیکم یا عبدالقادر کہا میں نے جواب دیا۔ وہ مجھے قریب بلایا اور بٹھایا اس کے بعد اس کا بدن فربہ اور صورت بہتر ہوئی رنگ صاف ہوا۔ اس سے مجھے خوف ہوا۔ اس نے کہا۔ کیا آپ مجھے نہیں جانتے میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا میں دین ہوں۔ پژمردہ ہوا تھا اب اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے مجھے دوبارہ حیات بخشا۔ آپ محی الدین یعنے دین کے زندہ کرنے والے ہیں۔ اس کے بعد جب میں جامع مسجد گیا تو وہاں سب لوگ میرے ہاتھوں کو بوسہ دینے اور محی الدین کہنے لگے۔

سلسلہ نسب :- آپ کا سلسلہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے جو اس طرح ہے۔ شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح موسی بن ابی عبداللہ بن یحیٰ الزاہد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض ملحق بالمجل بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم شریف ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ ہے آپ کے نانا ابو عبداللہ صومعی جیلان کے مشائخ کبار میں صاحب حال صاحب کرامت بزرگ تھے آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے اس طرح آپ نجیب الطرفین سادات سے ہیں۔ آپ کے سلسلہ آباء کرام میں حضرت عبداللہ المحض کا لقب المجیل اسی لئے کہتے ہیں کہ آپ کے والد حضرت حسن مثنیٰ اور والدہ نے عمہ صغریٰ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔

حضرت کی ولادت شریف یکم رمضان ۴۷۰ھ میں ہوئی بعض روایات میں ۴۷۱ھ ہے ابو سعید عبداللہ بن سلیمان ہاشمی جیلی سے روایت ہے کہ حضرت کی والدہ محترمہ سے ہم نے بارہا سنا آپ فرماتی ہیں میرا لڑکا عبدالقادر رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا تھا۔ اور ابر کے سبب ایک بار رمضان کا چاند نظر نہیں آیا۔ لوگ مجھ سے دریافت کئے تو میں نے کہا کہ میرا لڑکا عبدالقادر دودھ نہیں پیا۔ اس لئے رمضان ہوگا۔ بعد میں ظاہر ہوگیا کہ وہ دن رمضان کا تھا پھر سارے شہر میں مشہور ہوگیا کہ سادات کے گھرانے میں ایک لڑکا تولد ہوا جو رمضان میں دودھ نہیں پیتا۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی ذات محبوب تھی۔ اس لئے ابتداء سے آپ کے ساتھ ایسے امور و احوال متعلق فرمائے جو آپ کی محبوبیت اور رفعت کو بتلاتے تھے۔ چنانچہ صاحب غوثیہ نے

نقل کیا ہے کہ شیخ عیسیٰ جنیدت اللہ برہان پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ کو صلب والد اور رحم والدہ سے باہر لایا تو حضرت کی رعایت سے بہت سے اولیاء کو صلب والد اور رحم والدہ سے باہر لایا تاکہ وہ اولیاً حضرت کی صحبت کے لائق اور خیر و برکت سے مستفید ہوں آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ سب سے پہلے آپ کو کسطرح علم ہوا کہ آپ اللہ کے ولی ہیں۔ فرمایا کہ میں دس سال کا تھا۔ اپنے گھر سے مدرسے کو جا رہا تھا کہ اپنے ارد گرد ہزاروں فرشتوں کو دیکھا جو میرے ساتھ چل رہے تھے۔ جب میں مدرسہ پہنچا تو سنا کہ فرشتے بچوں سے کہہ رہے ہیں جگہ دو ولی اللہ آرہے ہیں ان کے لئے جگہ بناؤ۔ ایک دن میرے پاس سے ایک ایسا شخص گزرا جسے میں نہیں جانتا تھا۔ میں نے فرشتوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ بچہ ولی اللہ ہے۔ اس شخص نے فرشتوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے۔ فرشتوں نے بتایا کہ اس بچہ کو بڑا رتبہ دیا جانے والا ہے اس کا ہاتھ کسی رتبہ سے روکا نہیں جائے گا اور بے پناہ عزت و تمکنت دی جائے گی اسے دور نہیں رکھا جائیگا بلکہ نزدیک کیا جائیگا۔ اس سے مکر نہیں کیا جائیگا۔ پھر اس شخص سے چالیس سال بعد واقفیت ہوئی کہ وہ شخص ابدال سے تھا۔

شیخ قدوہ ابوعبداللہ محمد بن قائد آدانی نے بیان کیا کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ کس چیز پر آپ کا حکم جاری ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا راستبازی پر میں نے آج تک زبان سے جھوٹ نہیں کہا۔ جب میں مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ اس وقت بھی جھوٹ نہ کہتا تھا۔ مزید فرمایا کہ ابھی میں چھوٹا تھا اپنے شہر میں ایک

سرسبز وشاداب علاقہ میں چلا گیا۔ ایک چراگاہ میں جانوروں کے پیچھے کھیلتے ہوئے گیا ایک بیل نے مجھے دیکھا اور کہا۔ سید عبدالقادر آپ کو اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ بیل کی بات سے مجھے خوف کیا۔ اور گھر آکر کوٹھے کی چھت پر بیٹھا اور دیکھا کہ کعبۃ اللہ کے پاس میدان عرفات میں لوگ کھڑے نظر آرہے ہیں میں والدہ سے بغداد جانے کی اجازت چاہی پھر وہاں جاکر طلب علم میں مصروف ہوگیا۔ اس کے ساتھ ساتھ صالحین سے ملاقات و زیارت کرتا رہا۔

الغرض اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کی شان وعظمت اپنی مخلوق پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو سارے عوالم میں ندا کرائی جاتی ہے کہ فلاں بندہ اللہ تعالےٰ کا مقبول ومحبوب ہے۔ کائنات کی ہر شئے اس سے انس ومحبت کرتی اور عزت وعظمت بجا لاتی ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل دے کر آزمائش میں ڈالا ہے۔ اس سے یہ انسان کبھی صراط مستقیم کو اختیار کرتا ہے اور کبھی شیطان کے دام فریب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہر انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ قرآن و حدیث کے جملہ علوم وفنون سے واقف ہو کر صحت وخطا ہدایت وضلالت حق و باطل میں تمیز کرا سکے۔ اس سے قرآن حکیم نے عام مسلمانوں کے لئے آسان اور واضح طریقہ یہ بتلایا کہ مختلف جماعتوں اور مختلف راستوں وطریقوں میں اپنے آپ کو حیران وپریشان محسوس کرو اور حق و باطل ہدایت وضلالت میں فرق کر نا راہ حق کو اختیار کرنا چاہو تو میرے اولیاء صلحا، شہداء صدیقین کے راستہ کو دیکھو وہ جس راستہ کو اختیار کئے۔ بلا چوں وچرا بلغیر تردد وتامل اس راستہ کو اختیار کرو چنانچہ قرآن پاک کی پہلی سورۃ سورہ فاتحہ میں اسی کی تعلیم دی گئی (جس کو سورۃ الدعاء بھی کہتے ہیں) کہ بندہ دعا کرتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ یہ حکم کافر ومشرک

کو نہیں کیونکہ وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا۔ اسی طرح فاسق و فاجر کے ساتھ مخصوص
نہیں کہ یہ دعا صرف گمراہ اور بدعتی کریں صالحین نہ کریں بلکہ ہر شخص کو اس کا
حکم ہے بلکہ وہ بحیثیت شریعت محکوم و مامور ہے کہ نماز و غیر نماز ہر حالت میں
کیسے غور طلب امر یہی ہے کہ نمازی جب اللہ اکبر کہہ کر۔۔۔ اللہ کے دربار
میں حاضر ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ایمان بھی رکھتا ہے طہارت سے بھی
متصف ہے۔ اور عمل خیر و ہدایت پر خود عامل ہے خدا کی ذات و صفات
کا ذکر و اقرار بھی کر رہا ہے اس کے بعد اس کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ان تمام
صفات و افعال کے بعد بھی تم اپنے لئے صراط مستقیم طلب کرو یعنی اللہ
کے محبوبین و مقبولین کا راستہ تلاش کرو کیونکہ یہی صحیح اور سچا راستہ ہے
اسی کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اسی سے راحت و رحمت
حاصل ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اولیائے کرام اپنے آپ کو حضرت
یہی غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے وابستہ رکھا اور آپ کی سیادت و سرداری کو
تسلیم کیا۔ اور آپ کے ارشاد قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ
[illegible] نے تسلیم کیا اور امتثال امر میں اپنی اپنی گردنوں کو جھکا دیا حضرت شیخ
ابو نجیب سہروردی فرماتے ہیں کہ میں اس مجلس میں شریک تھا جس میں حضرت
سیدنا عبدالقادر نے قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ فرمایا
میں نے بھی اپنی گردن جھکا دی حتی کہ میرا سر زمین سے جا لگا اور میں نے تین
بار علی راسی علی راسی کہا۔ اس طرح روایات متعدد اولیاء سے
مروی ہیں۔ چنانچہ شیخ ابو مدین شعیب نے گردن جھکا کر کہا اے اللہ
میں تجھے تیرے فرشتوں اور حاضرین مجلس کو گواہ رکھتا ہوں کہ میں نے
اطاعت قبول کر لی اور گردن جھکا دی۔ احباب نے آپ سے اس واقعہ کی

کی حقیقت پوچھی۔ فرمایا کہ ابھی ابھی شیخ عبدالقادر نے بغداد میں قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کا اعلان فرمایا ہے۔

اصطلاح میں ولی اس مومن کو کہتے ہیں جو ظاہر میں شریعت کا پابند اور باطن میں معارف الہیہ کا حامل ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

الذین امنوا وکانوا یتقون۔ تقویٰ کے معنیٰ بچانا۔ محفوظ رکھنا ہے اور اس کے تین مراتب بتلائے گئے ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ کہ ایمان کے ذریعہ کفر و شرک کے آفات و عذابات سے اپنے آپ کو بچائیں دوسرا مرتبہ یہ کہ اطاعت کے ذریعہ معصیت فسق و فجور کی وعید اور سزا سے اپنے آپ کو بچائیں پہلے مرتبہ میں تمام مومنین شامل ہیں دوسرے مرتبہ میں تمام صالحین و نیکوکار افراد شامل ہیں تیسرا مرتبہ یہ کہ مشاہدہ توحید میں خیال غیر سے اپنے آپ کو بچائیں۔

امام قشیری رح نے اپنی تصنیف میں ولایت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک ولایت عامہ دوسری ولایت خاصہ۔ ولایت عامہ جو [illegible] سے متعلق ہے اس میں جمیع مومنین داخل ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے اللہ ولی الذین امنوا۔ دوسری ولایت خاصہ جس کی تعریف ابھی مذکور ہوئی۔ اصطلاح میں ایسی باکمال ذات کو محفوظ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ معصوم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے مخصوص ہے۔ ولایت واؤ کے فتحہ اور کسرہ ہر دو کے ساتھ مستعمل ہے واؤ کے کسرہ کے ساتھ ولایت کے معنی امارت و بادشاہت کے ہیں اور فتحہ کے ساتھ ولایت کے معنی تصرف کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ھنالک الولایۃ للہ رب العالمین آیا ہے یعنی قیامت کے دن مخلوقات کو عطا کردہ تمام تصرفات ختم کئے جا کر صرف رب العالمین

کا تصرف باقی وجاری رہے گا۔ لفظ ولی اسی سے مشتق ہے جس کے لغوی
معنی سرپرست محافظ، دوست، پڑوسی، مددگار، مطیع ومحب کے ہیں یہ
لفظ خالق ومخلوق ہر دو کی صفت واقع ہوا ہے نیز اسماء الہیہ میں سے
بھی ہے۔ اس کی نسبت جب بندہ کی جانب کی جائے تو اس کے معنی مطیع
ومحب کے ہوں گے۔

اولیاء کی متعدد اقسام ہیں جو جدا جدا ناموں سے مذکور ہیں۔
چنانچہ قطب لاہور اپنی تصنیف کشف المحجوب میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ
قطب یا غوث ایک ہی ہوتے ہیں۔ نقیب تین ہوتے ہیں اوتاد چار ہوتے ہیں۔
ابرار سات ہوتے ہیں۔ ابدال چالیس اخیار تین سو ہیں ان کے علاوہ
چار ہزار ایسے اولیاء ہیں جو پوشیدہ ہیں۔ بقول بعض وہ ایک دوسرے
کو نہیں جانتے اور نہ خود کے کمال سے واقف ہیں۔ اور بقول بعض
وہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور اپنے حال کمال سے بھی واقف
ہوتے ہیں۔

اس تشریح کے بعد یہ بات لینا چاہئے کہ حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی تو اس مقام فردیت یعنی مقام قطبیت وغوثیت پر
فائز ہیں۔ روایت ہے کہ تمام اولیائے کرام میں ہر ولی کسی نہ کسی
نبی کے نقش قدم پر ہے اس لئے اولیاء کے احوال جدا جدا ہیں
لیکن حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے جد امجد حضور
سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہوں۔

ظاہر ہے جس طرح تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رتبہ اعلیٰ وارفع ہے اسی طرح

تمام اولیاء میں آپ کے نقش قدم کے ۔ ل حضرت غوث اعظم رح
سب سے افضل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور جمیع مومنین کو حضرت
کے فیوض و برکات سے متمتع فرمائے۔ آمین۔

حضرت قطب الدین ہجویری اپنی تصنیف میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی وجہ
سے آسمان سے بارش ہوتی ہے ان کی دعا و توجہ سے مسلمان
دشمنوں پر فتحیاب ہوتے ہیں حضرت امام غزالی رح اپنی تصنیف
اربعین میں فرماتے ہیں کہ۔

حدیث شریف کے ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون
من دار الی دار۔ یعنی اولیاء اللہ فنا نہیں ہوتے بلکہ ایک مکان
سے دوسرے مکان کو منتقل ہوتے ہیں فقط

واللہ اعلم بالصواب

مولانا مفتی خلیل احمد
نائب مفتی جامعہ نظامیہ

محوی سرونجی

منقبتِ پیرانِ پیرؒ

نگہبانِ دینِ خدا غوثِ اعظمؓ
چراغِ حرم کی ضیا غوثِ اعظمؓ

ہو نسبت کا صدقہ عطا غوثِ اعظمؓ
نظر اس طرف بھی ذرا غوثِ اعظمؓ

نہیں کوئی اس کی خوشی کا ٹھکانہ
کہ جس کا ہے تم آسرا غوثِ اعظمؓ

شہنشاہِ کُل انبیا مصطفٰیؐ ہیں
شہنشاہِ کل اولیا غوثِ اعظمؓ

یقیں ہے وہ مرشد ہیں منگتوں کا
ہر اک سانس دے گی صدا غوثِ اعظمؓ

بدل کر رہا اک نگاہِ کرم سے
مقدر کا لکھا ہوا غوثِ اعظمؓ

تمنا ہے بس آستاں پہ پہنچ کر
کرے روح پرواز یا غوثِ اعظمؓ

گنہگار محوی ہے نازاں اسی پہ
اسے تم نے اپنا لیا غوثِ اعظمؓ

دکن کی خواتین کا پسندیدہ زیورات کا لیٹسٹ شوروم
حکومت کے گولڈ لائسنس یافتہ
حسین دلہن کیلئے لیٹسٹ زیورات کا نیا اسٹاک

سونے اور چاندی کے زیورات

چاندی کا مکمل سامان دولھا اور دولھن کی سلامی کیلئے انگوٹھیاں
نت نئے ڈیزائنوں میں جڑاؤ زیورات کئی نمونوں کی ناک والی دال
آرڈر پر آپ ہی کی پسند کا زیور تیار کیا جاتا ہے۔

آپ کے قدیم خدمت گذار

عابد جیولرز

اندرون سورج بھان بلڈنگ
گلزار حوض حیدرآباد - ۲
فون نمبر 47135

ہٹیلی بیماریاں کیوں نہیں جاتیں ؟

۴۰ سال کے عرصے میں گرنے پڑنے چوٹ لگنے یا ۴۰ سال قبل حمل کا خود بخود گرنا ایک دفعہ ہی کیوں نہو۔ ۴۰ سال سے منہ کا پکنا مستقل یا کبھی کبھی یہ ایسے امراض ہیں کہ بہت سی بیماریاں دور نہیں ہوتیں گویا سلسلہ در سلسلہ زنجیر در زنجیر دامن گیر رہتی ہیں۔ مستقل صحت جسے کہتے ہیں حاصل نہیں ہوتی

ایک دفعہ مشورہ کرکے تو دیکھئے۔

"حکیم دکنی" سابق طبیب سرکاری و سابق ممبر انڈین میڈیسن بورڈ آندھرا پردیش، و سابق صدر اولڈ بائز نظامیہ یونانی میڈیکل کالج و موجد "حب ڈب"

دیسی دواخانہ، فون نمبر 41989

شردا نانرسنگ ہوم گلی معظم جاہی مارکٹ حیدرآباد

حکیم سیّد شاہ غوث محی الدّین شرفی

ایم۔ اے (عثمانیہ) بی۔ یو۔ ایم۔ ایس (علیگ) جی۔ سی۔ آئی۔ ایم (حیدرآباد)

سابق پروفیسر نظامیہ طبی کالج و چیف میڈیکل آفیسر نظامیہ جنرل ہاسپٹل

معالجِ خصوصی :- امراضِ اعصاب، فالج، لقوہ
ضعفِ اعصاب، ضعفِ باہ

اوقاتِ مشورہ : صبح ½ ۸ بجے تا ۱۱ بجے
شام ۵ تا ۷ بجے شام

پتہ :- کوکہ ٹیی، حسینی علم روڈ۔ حیدرآباد۔ (آندھرا پردیش)

رفتارِ عالم

سیاسی مبصر کے قلم سے

بین الاقوامی پس منظر

موسم سرما کی بناء پر مغربی ممالک میں واقعات کی رفتار دھیمی ہے۔ برطانیہ نے ہانگ کانگ کے مستقبل پر چین سے جو کامیاب معاہدہ کیا ہے اس کا پس منظر یہ بھی ظاہر کر رہا ہے کہ چین اشتراکی نظام کے پنجوں سے رفتہ رفتہ خود کو آزاد کر وا رہا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ سے اس کے خوشگوار تعلقات صرف ڈپلومیسی کا مظاہرہ نہیں ہے۔ یمن کے دار الخلافہ صنعا میں اسلامی کانفرنس نے کوئی پیش رفت نہیں کی یہاں تک کہ ایران و عراق جنگ کے متعلق جو شیلی عجلت نے شرکاء کانفرنس کی قائدانہ صلاحیتوں کا جو رخ پیش کیا ہے وہ باعث تشویش ہے براعظم افریقہ انتہائی بھیانک قحط میں گرفتار ہے۔ حبش میں لاکھوں لوگ فاقے سے مرگئے ہیں لیکن امیر یورپی اور اسلامی ممالک کی رگِ حمیت اگر پھڑکی بھی ہے تو سیاسی تحفظات کے ساتھ۔ خالص انسانی بنیادوں پر فلاحی اقدامات نہ ہونے کے برابر ہیں۔

بحر ہند کے آس پاس اور قریبی ممالک میں بدامنی اور تشدد کی فضا نے ہندوستان کو خاص طور پر تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ ویتنام کا کمبوچیا پر حملہ سری لنکا میں تشدد کی بناء پر عام زندگی کا مفلوج ہو جانا اور ایران و عراق کی اکتا دینے والی جنگ وہ چنگاریاں ہیں جو راکھ کے نیچے دبی ہوئی ہیں اور کبھی بھی شعلۂ جوالہ بن کر امن عالم کو درہم برہم کر سکتی ہے۔

امریکہ اور روس کے معاملات میں افغانستان کا مسئلہ رکاوٹ بنا ہوا ہے

جواب پانچویں سال میں داخل ہو گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ عالمی بساط سیاست پر امریکہ کو جو اثر و رسوخ حاصل ہے روس اس سے خائف ہے ورنہ افغانستان کا مسئلہ اتنا پیچیدہ نہیں جتنا کہ روس اسے بنا کر پیش کر رہا ہے۔ نئے سال کے ابتدائی حصے میں بھی غالباً یہ جمود کی فضا برقرار رہے گی البتہ مارچ کے بعد بین الاقوامی سیاست شائد کچھ نئے موڑ لے۔

ملکی پس منظر! کانگریس آئی نے الکشن میں تین چوتھائی سے زائد اکثریت حاصل کر لی اور ایک بڑا معرکہ سر کر لیا لیکن اس سے زیادہ معرکتہ الآرا کام وعدوں کا پورا کرنا اور ہندوستان کی سالمیت کی حفاظت کرنا ہے۔ پنجاب اور آسام کے مسائل نئی اور نوجوان قیادت کا صحیح معنوں میں امتحان ثابت ہوں گے۔ کشمیر اور آندھرا پردیش میں ہائی کمان کے فیصلوں سے جو نتائج سامنے آئے ہیں وہ یقیناً آئندہ کے لئے سبق آموز ثابت ہوں گے۔ اتنی بڑی اکثریت سے کامیابی میں محترمہ اندرا گاندھی کے نام اور کام دونوں نے یقیناً بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اور یہ پہلا موقعہ ہے کہ نوجوان وزیر اعظم نے اپنی مادر گرامی اور نانا جواہر لعل نہرو سے زیادہ نشستیں حاصل کر لی ہیں۔ اتنی بڑی اکثریت کو ہمیشہ ہمنوا بنا رکھنا اپنے سے مربوط رکھنا اور مطمئن رکھنا ایسے مرحلے ہیں جن کا جواب وقت ہی دے سکتا ہے۔ ڈسپلن شکنی سے اپنی پارٹی کے ارکان کو بچائے رکھنا اور اپنی قیادت پر ان کا ایقان بنائے رکھنا یہ دو بڑے اور زبردست چیلنج ہیں اور ان سے عہدہ برآ ہوتے ہی میں قیادت کی کامیابی مضمر ہے۔

ریاستی پس منظر پارلیمنٹ کے الکشن نے آندھرا پردیش میں جو رخ اختیار کیا ہے وہ سارے ملک کے لئے چونکا

دینے والا ہے۔ اس سے جہاں چیف منسٹر کی جذباتی قیادت پر اس ریاست کے عوام نے صاد کیا ہے وہیں مرکزی قیادت کے لئے ایک لمحۂ فکر بھی آندھرا کے عوام نے مہیا کر دیا ہے کہ عوام سے دوری بہت مہنگی پڑتی ہے۔ ریاستی کانگریس آئی کس طرح اس چیلنج کا مقابلہ کرے گی یہ فیصلہ اس کو کرنا ہے۔ البتہ فضا یہی کہہ رہی ہے کہ عوام ایک مرتبہ پھر چیف منسٹر کو کام کرنے کا موقعہ دینے کے حق میں ہیں۔ مارچ میں ہونے والے الکشن تک سیاسی آب و ہوا میں کیا تبدیلی آتی ہے۔ کانگریس آئی اپنی صفوں کو کس طرح درست کرتی ہے اور عوام تک کس انداز میں پہونچتی ہے اس کے لئے کسی قسم کی پیش قیاسی مشکل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرس شاہ خالد کشمیری

رباعی

ممنونِ ولائے غوثِ اعظمؓ ہوں میں ۔ مشرفِ ثنائے غوثِ اعظمؓ ہوں میں

خوش قسمتی اپنی ہے مرا کیجئے خالدؔ ۔ [illegible] غوثِ اعظمؓ ہوں میں

قطعہ

[illegible] احساس [illegible] ۔ مشکورِ غوثؓ [illegible] ہر دور ہر زمانہ

[illegible] روشن [illegible] ۔ ہے سعد منور ہر قادری گھرانہ

بزمِ خیال

اس عنوان کے تحت قارئین ذوق نظر کے دو ایسے سوالوں کے جواب دیئے جائیں گے جو علمی و ادبی موضوعات پر پوچھے گئے ہوں۔ (ادیر)

سوال ۔ کیا سلوک میں تجرد ضروری ہے۔

ج ۔ اسلام نے تجرد کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی لہذا سلوک میں تجرد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اکابرینِ تصوف کی تحریرات میں بھی کہیں اس کی تعلیم نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ مشہور صوفیائے کرام آج بھی جن کا نام عقیدت سے لیا جاتا ہے۔ ان کی کثرت اہل و عیال رکھتی تھی۔ حضورؐ کی مشہور حدیث ہے کہ "النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی" یعنی نکاح میری سنت ہے اور جس کسی نے اس سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں "۔

اس حدیث میں جو سخت الفاظ ہیں ان کے ہوتے ہوئے کسی صوفی بزرگ کی یہ جرات ہی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ تجرد کی تعلیم دے اور حضورؐ کا غیض و غضب مول لے۔

یہ صحیح ہے کہ بعض صوفیوں نے مجردانہ زندگی گزاری لیکن حسن ظن کا تقاضا ہے کہ اسے کسی نہ کسی عذرِ شرعی کا نام دے کر مناسب تاویل کرنی چاہیئے یا پھر ایسی روایات کو ضعیف سمجھنا چاہیئے۔ ایسے تمام مطالب جن سے تجرد کی تعلیم کا پہلو نکلتا ہو یا اس کی ترغیب ظاہر ہوتی ہو۔ الحاقی سمجھنا چاہیئے۔ وقتی تجرد کی بعض صورتوں میں اجازت ہے مثلاً مفلسی بیماری

یا وقتی جذب و مستی ایسی چیزیں ہیں جن کی بنا پر تجرد کا جواز ہو سکتا ہے مگر ان کا سلوک سے رابطہ قائم کرنا مشکل ہے۔

س : لفظ " خانقاہ " عربی ہے یا فارسی

ج - خانقاہ دراصل فارسی لفظ خانہ گاہ کا معرب ہے۔ عموماً لغتوں میں اس کے معنی عبادت کی جگہ ملتے ہیں (مجمع اللغات فارسی) لیکن یہ لفظ شروع شروع میں ان معنوں میں استعمال نہیں ہوتا تھا یہ ایک مرکب لفظ ہے جو خانہ اور گاہ کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ خانہ کے معنی گھر کے ہیں اور گاہ کے معنی وقتی' اور جگہ کے بھی ہیں اس طرح خانہ گاہ کے معنی وقتی یا عارضی قیامگاہ کے ہوتے ہیں قرونِ اولیٰ میں درویش ایک خانقاہ سے دوسری خانقاہوں میں اکثر نقل مکانی کیا کرتے تھے اور اس زمانہ کی خانقاہوں میں مختلف مقامات سے آئے ہوئے درویشوں کے قیام کے لئے حجرے بنے ہوئے ہوتے تھے۔ صاحب خانقاہ کی جانب سے ایک منتظم ہوتا تھا جو ان درویشوں کے وقتی قیام و طعام اور ضروریات کا نگران ہوتا تھا۔

بشیر وارثی

"قطعہ"

یہ خدائے پاک کا احسان ہے بے انتہا
اس نے مجھکو عظمت رفتہ کا ورثہ دیدیا
ابتدا "ذوقِ نظر" کی خوب دلکش ہے بشیر
اک شمارہ ہے یہی کا اک شمارا غوث رحمۃ کا

حضرت مفتی اشرف علی اشرف

تضمین در تضمین

اشرف جو بڑھ گئی دلِ مضطر کی بے کلی
چلّا اُٹھا کہ خُذ بیدی انت سیدی
بغداد سے کسی کے کرم نے صدا یہ دی
الصالحون للّٰہ والطالحون لی

○

سید غوث حسینی القادری

مشکل کشا ہیں آپ تو مشکل نہیں رہی
رکھتے ہیں ہر مُرید سے جب آپ آگہی
مشکل میں نام لے کے تو دیکھے ذرا کوئی
اپنی تو زندگی کا طریقہ ہے بس یہی
اشرف جو بڑھ گئی دلِ مضطر کی بے کلی

گرتے کہاں سنبھلنے کی صورت نکل گئی
نسبت سے سرفراز ہوں میں یاد ستگیر کی
رہبر ہو، دستگیر ہو، عالم ہو مرشدی
اجداد سے صفت تمہیں ورثہ میں آ ملی
چلّا اُٹھا کہ خُذ بیدی انت سیدی

Accession No. 86083
Date 21.12.87

وابستگوں کو آپ کے دہشت نہیں رہی　　باقی نہیں ہے واسطہ وحشت سے اب کوئی

کرتے ہیں پیروی جو سدا اپنے پیر کی　　آواز کا تحفظ کی سماعت میں آگئی

بغداد سے کسی کے کرم نے صدا یہ دی

کیسے بیاں غلام سے عظمت ہو آپ کی　　ادنیٰ ہے میری ذات کہاں میں کہاں وُلی

جب ذاتِ حق میں ذات فنا ہے حضورؒ کی　　نکلی زباں سے بات یہ مقبول ہو گئی

الصالحون للّٰہ والطالحون لی

آئندہ شمارہ ادب نمبر ہوگا

جسمیں مندرجہ ذیل مضمون نگار حضرات کی نگارشات شامل ہیں

ڈاکٹر عنوان چشتی، ڈاکٹر مغنی تبسّم، ڈاکٹر سید مجاور حسین رضوی
پروفیسر وحید اشرف، پروفیسر محمد عبدالستار خاں، ڈاکٹر یعقوب عمر
حضرت علی احمد جلیلی، صبا لکھنوی، شوکت تھانوی، طیب انصاری
احمد علی ادیب، انصار ناصری، احمد جلیس، طالب خوندمیری
مسیح انجم، اشرف خوندمیری